ملتان
نگاہ دوربیں

تاریخ ملتان کے سال ۱۴۳۷ء سے ۱۵۴۳ء تک کے
تاریخی واقعات، ثقافت، شخصیات

از
عُمر کمال خان
ایڈووکیٹ

بزمِ ثقافت
۴۔ مائی مہربان۔ چوک فوارہ۔ ملتان

ملتان

قاضی

لنگاہ دور میں

تاریخ ملتان کے سال ۱۴۳۷ء سے ۱۵۴۳ء
تک کے تاریخی واقعات

از

عمر کمال خان

ایڈووکیٹ

ناشر

بزم ثقافت

۱۴ مائی مہربان چوک فوارہ ملتان

نام کتاب	ملتان انگلو دور میں
نام مصنف	عمر کمال خان ایڈووکیٹ
ناشر	بزم ثقافت ۳ مائی مہربان چوک فوارہ ملتان
کمپیوٹر کمپوزنگ	عادل کمپیوٹر گرافکس ۱۲ احمد آرکیڈ النگ بوہڑ گیٹ ملتان
تعداد	پانچ صد ۱۰۰۰
سال طباعت	۱۹۹۵ء
قیمت	ایک سو روپیہ
کتابت اغلاط	محمد اکمل
طباعت	وفا پرنٹنگ ایجنسی ملتان

مرزا ضمیر بیگ آفس سیکرٹری بزم ثقافت ملتان نے
وفا پرنٹنگ ایجنسی ملتان سے طبع کرایا

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تحقیقی کاوش کو
اپنے دادا بزرگوار
علامہ شہزادہ حکیم حفیظ اللہ خان خدکہ سدوزئی مرحوم و مغفور
کے نام معنون کرتا ہوں

عمر کمال ایڈووکیٹ مصنف کتاب ہذا

عرض مصنّف

برصغیر میں علاقائیت کے مختلف اسباب رہے ہیں - بنیادی وجہ تو برصغیر کی بے پناہ جغرافیائی وسعت ہی ہے لیکن برصغیر کی بوقلمونی اور اسکا مختلف اقوام ومذاہب رنگ ونسل کا گلدستہ ہونا- مرکز سے مختلف علاقوں کی دوری حکمران طبقوں کا غرور اور احمق پن غیر ملکی حملہ آوروں کی مداخلت مرکز میں آئے دن کا قیادتی بحران طوائف الملوکی علاقائی ناانصافیاں نیز رنگ ونسل ذات پات اور طبقاتی تفرقہ بازی جیسے عوامل بھی برصغیر میں علاقائیت کو پروان چڑھاتے رہے ہیں اور نیز یہ سب عوامل دیگر ممالک اور علاقوں میں بھی علاقائیت کے نظریات پھیلانے کا باعث ہوسکتے ہیں- انہی عوامل کے تحت مختلف ادوار میں برصغیر میں علاقائی حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں- اور ایسی علاقائی حکومتوں کی تاریخ برصغیر کی مشترکہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے- اور جن مورخین نے بھی برصغیر کی مشترکہ تایخ قلمبند کی ہے انہوں نے برصغیر کی معروف علاقائی حکومتوں مثلاً" بنگال' بہار' اودھ مالوہ' گجرات' سندھ' دکن کی حکومتوں کو نظرانداز نہیں کیا اور ان تمام علاقائی حکومتوں پر ایک الگ باب قلمبند کرکے انکی اہمیت کو اجاگر کیا ہے- برصغیر کے معروف مورخین نے ملتان میں قائم ہونے والی مختلف ادوار میں علاقائی حکومتوں میں سے لنگاہ دور حکومت کو برصغیر کی اہم علاقائی حکومت قرار دیتے ہوئے اپنی توجہ کا مرکز بنایااور برصغیر کی مشترکہ تاریخ میں ملتان کے اس دور حکومت کو برصغیر کی علاقائی حکومتوں کے باب میں شامل کیا ہے-

ملتان برصغیر کاقدیم ترین شہر ہے جو ایک وسیع وعریض علاقے کا ہمیشہ جغرافیائی اور سیاسی صدر مقام رہا ہے اس شہر کی اقتصادی معاشرتی اور مذہبی اہمیت کی وجہ سے اس علاقے کو مختلف ادوار میں سیاسی طور پر کامل آزادی نیم آزادی یا صوبہ جاتی حیثیت حاصل رہی ہے لیکن ملتان کی قدیم و وسطانی تاریخ پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں کیونکہ ملتان کو ان ادوار کا مورخ دستیاب نہیں ہوا اسلئے ملتان کے ان تاریخی ادوار پر کام کرنے کی اشد ضرورت رہی ہے خصوصا" ملتان قدیم' ملتان برہمی دور میں' ملتان بنومنبہ کے دور

میں، ملتان قرامطہ کے دور میں اور ملتان لنگاہ دور میں جیسے اہم ابواب ملتان سے محبت
کرنے والے تاریخی محققین کی توجہ کے خصوصی مستحق تھے۔ خصوصاً" تاریخ ملتان کا لنگاہ
دور ایسا اہم دور حکومت تھا جسے برصغیر کے تمام مورخین نے توجہ کے قابل سمجھا اور اس
دور پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالی لیکن لنگاہ دور حکومت پر آج تک سیر حاصل اور مبسوط کام نہ
ہوسکا تھا۔ کچھ عرصے سے پاکستان کے لوگوں میں ذات برادری کی طرف رجحان بے حد بڑھ
گیا ہے۔ اور اس رجحان کے تابع ایسی تصانیف منظر عام پر آرہی ہیں جن میں مصنفین نے
تمام مسلمہ وجائز تحقیقی اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے ذات برادری کے غلو میں بے حد
افراط و تفریط کا مظاہرہ کیا ہے ایسی تصانیف کو کسی طور پر بھی مثبت تحقیقی کارنامے نہیں کہا
جاسکتا۔ ایسی ہی افراط و تفریط کا شکار لنگاہ دور پر بعض تحریروں کے مطالعے کے بعد میں
نے یہ طے کیا کہ میں تاریخ ملتان کے اس اہم باب پر ایسا مستند تحقیقی مواد پیش کروں جو
تاریخ ملتان کی تدوین کے سلسلہ میں ایک اہم قدم ثابت ہو۔ ایسا کام صرف غیرلنگاہ شخص
انصاف کے ساتھ بلا کم وکاست کرسکتا تھا چنانچہ ملتان سے میری دائمی محبت نے مجھے مجبور
کیا اور میں نے اپنی پیشہ ورانہ مصروفیات میں سے جو وقت بھی مجھے ملا وہ میں نے ملتان
کے اس اہم تاریخی باب کی تحقیق پر صرف کیا اور ایسا مواد اکٹھا کردیا ہے جس سے ملتان
کے لنگاہ دور کی تاریخ پر جو دبیز پردے پڑے ہوئے تھے وہ اٹھا دیئے ہیں۔ اور لنگاہوں کے
بارے میں جو بے سروپا تاریخی غلط فہمیاں پھیلائی گئی تھیں۔ انکا تحقیقی طور پر ازالہ کردیا
اور اس طرح سے جو تحقیقی کام کیا ہے اسمیں ملتان کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کرکے اس دور
کے ملتان کی سیاسی ثقافتی تاریخی اور عمرانی زندگی مکمل طور پر قارئین کے سامنے پیش کردی
ہے نیز اس سلسلہ میں میں نے نہ صرف لنگاہوں کے اصل اور انکا ملتان سے تعلق پر
روشنی ڈالی ہے بلکہ انکی بلوچستان میں معاشرتی زندگی کو بھی اجاگر کیا ہے میں نے پوری
کوشش کی ہے کہ اس کاوش میں صرف تاریخی واقعات پر ہی روشنی نہ ڈالی جائے بلکہ
اس دور کے نظام حکومت ثقافت علم وادب اہم شخصیات اور لنگاہ دور کے عروج و زوال
کی مکمل داستان پیش کی جائے تاکہ قاری کی مکمل علمی و تحقیقی تشفی ہوسکے۔ نیز اس

تصنیف کو مزید وسیع بنانے کے لئے اس میں حواشی اشاریہ۔ اور اہم کتابیات کی فہرست شامل کردی ہے۔ انشاء اللہ تعالے اس ناچیز کاوش سے ملتان کی تاریخ کا یہ اہم باب مکمل طور پر مثبت انداز میں اجاگر ہو جائے گا۔ اور آئندہ تاریخ ملتان کے دیگر ابواب پر بھی تحقیقی کام میں پیش رفت ہوگی۔ اور جلد ہی تاریخ ملتان کی مکمل طور پر تدوین ہو جائے گی۔ میں نے اس تحقیق پر تعصب غلو قبائلی برتری یا دیگر غیر منصفانہ عوامل کو اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ جب یہ تحقیقی مواد کتابی صورت میں شائع ہوگا تو نہ صرف یہ تاریخ ملتان کے سلسلہ میں ایکم اہم کوشش ہوگی بلکہ میری دانست میں مطالعہ پاکستان کے سلسلہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہوگا۔

اس تصنیف کی تکمیل کے دوران کئی مقامات پر تحقیقی مشکلات پیدا ہوئیں جس پر میں نے برادرم پروفیسر ڈاکٹر عاشق محمد خان درانی صدر شعبہ تاریخ بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان اور برادرم پروفیسر غلام محمدؐ لاکھو صاحب پاکستان سٹڈی سنٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی تحقیقی مشکلات کو آسان کیا میں ان دو حضرات کے علمی تعاون پر تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ مسودہ کی تکمیل کے بعد جناب پروفیسر ڈاکٹر مبارک علی خان ڈائریکٹر گوئٹے انسٹیٹیوٹ لاہور جو پاکستان کے نامور اور منفرد مورخ ہیں نے کمال مہربانی سے مسودہ کا مطالعہ کیا اور میری اس ناچیز کاوش کو متعارف کرایا ہے میں انکی اس قدر افزائی پر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے مسودہ کی کتابت کے فرائض "عادل کمپیوٹر گرافکس" ملتان نے کافی عرقریزی سے کر کے مجھ پر احسان کیا ہے انکا بھی شکریہ۔ جناب اسلم وفا صاحب کی نگرانی میں کتابت اغلاط او کتاب ھذا کی طباعت سرانجام پائی ہے وہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں آخر میں مرزا صغیر بیگ آفس سیکرٹری بزم ثقافت ملتان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے وقت بے وقت اس مسودہ کی کتابت سے لیکر طباعت کے دوران اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری بے دریغ امداد کی ہے اللہ تعالیٰ انکو اجر عظیم عطا کرے۔

اب یہ ناچیز کاوش قارئین اور محققین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ ناچیز

عمر کمال خان (سدوزئی) ایڈوکیٹ

مورخہ ۱۰ جنوری ۹۵ء

تعارف

از پروفیسر ڈاکٹر مبارک علی خان

برصغیر ہندوستان کی تاریخ کا مرکز اب تک مرکزی شاہی خاندان اور حکومتیں رہی ہیں۔ اور مورخین بھی اسی تاریخ پر تحقیق کرتے رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاقائی حکمرانوں اور حکومتوں کی تاریخ کو نظر انداز کر دیا گیا اور مرکز سے دور جو سیاسی ثقافتی اور علمی سرگرمیاں ہو رہیں تھی۔ ان کو زیادہ اہمیت نہیں دی گئی۔ اس لئے جدید مورخ کو علاقائی تاریخ لکھنے میں کئی لحاظ سے دشواری پیش آتی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ہم عصر تاریخوں میں علاقائی تاریخ کا بہت کم مواد ہوتا ہے۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ اسے مرکز کے نقطہ نظر سے لکھتے ہیں۔ اور علاقائی تاریخ کے جذبات اور روح کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اکثر درباری مورخین کے نزدیک چونکہ یہ علاقائی حکومتیں مرکز سے بغاوت کر کے آزاد اور خود مختار ہوئیں تھیں۔ اس لئے وہ انہیں امپائر کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے ان کی خود مختاری کو تسلیم نہیں کرتے ہیں اور حکمرانوں کے نظم و نسق پر اعتراضات کرتے ہیں۔ چونکہ مرکزی حکومت انہیں اپنا علاقہ سمجھتی ہے اس لئے وہ برابر اس کے حصول میں کوشاں رہتی ہے۔ اس تضاد کی وجہ سے علاقائی حکومتوں میں ہمیشہ عدم تحفظ کا احساس رہا ہے۔

اس کے علاوہ علاقائی درباروں کے مورخوں نے اگرچہ اپنے علاقوں کی تاریخیں لکھی ہیں۔ مگر بہت کم۔ ان میں سے اکثر زمانہ کی دست برد کے ہاتھوں تباہ ہو گئیں اور باقی جو بچی ہیں۔ وہ اس قدر کم ہیں کہ ان کی بنیاد پر مکمل اور جامع تاریخ نہیں لکھی جا سکتی ہے۔

تحریری تاریخ کے علاوہ تاریخ کے دوسرے ماخذ جن میں آثار قدیمہ کتبات سکے اور تصاویر وغیرہ ہیں۔ وہ بھی تاریخ کے بارے میں زیادہ مواد فراہم نہیں کرتے۔ اس لئے علاقائی تاریخ کے جدید مورخوں کے لئے تاریخ لکھنا صبر آزما اور مشکل کام ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ جناب عمر کمال خان نے ان دشواریوں کے باوجود علاقائی تاریخ کو

مرتب کرنے کا کام کیا ہے۔

علاقائی تاریخ کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ کسی علاقہ کا مرکز سے جدا ہونا۔ اور خود مختار حکومت قائم کرنے کا مطلب یہ تھا کہ حکمران طبقے اور عوام مرکزی حکومت سے خوش نہ تھے اور خودمختاری ان کی محرومیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی اکثر حالات میں خودمختاری کی صورت میں علاقائی علاقے میں خوش حالی آئی اور ترقی ہوئی۔ مگر یہ بھی ہوا کہ اگر حکمران خاندان نااہل ہوئے تو یہ خودمختاری عوام کی حالت کو بہتر نہیں بنا سکی اور اس کا فائدہ چند خاندانوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہوا۔

شخصی حکومتوں میں عوام اور معاشرہ اس وقت تک خوش رہتے ہیں کہ جب تک اہل اور باصلاحیت افراد مسند اقتدار پر بیٹھتے ہیں۔ لیکن اگر نااہل اور آرام طلب افراد حکومت کی باگ ڈور سنبھال لیتے ہیں۔ تو اس کے ساتھ ہی عوام کے لئے مصیبت وپریشانی کی ابتدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے عوام کے لئے سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں رہتا تھا کہ وہ ظالم اور نالائق بادشاہ سے نجات کے لئے بیرونی امداد طلب کریں۔ جیسا کے لنگاہ دور میں سلطان محمود خاں ثانی کے دور حکومت میں ہوا۔

اس دور کی تاریخ کے مطالعہ سے ایک بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ جب بھی حکومتیں بدلتی ہیں۔ حکمرانوں کی آپس میں لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اور حملہ آور آتے تھے تو اسکا شکار عوام ہوتے تھے۔ شہروں ودیہاتوں کا لٹنا قتل عام عورتوں کی آبروریزی اور لوٹ مار عام باتیں تھیں۔ چنانچہ جب ارغونوں نے ملتان پر حملہ کیا تو انھوں نے مذہب وملت کی پرواہ کئے بغیر شہر میں خوب لوٹ مار کی آج کی طرح اس وقت بھی فرق فاتح اور مفتوح کا ہوا کرتا تھا۔ اور فاتح شکست خوردہ لوگوں پر کوئی رحم نہیں کھاتے تھے چاہے وہ ان کے ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوں۔

خوشی کی بات ہے کہ جناب عمر کمال خان نے ملتان کے لنگاہ دور کی تاریخ لکھ کر پندرہویں صدی عیسوی کی ملتان کی علاقائی تاریخ کے ایک خلاء کو پر کیا ہے۔ ملتان شہر کی اپنی تاریخی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس شہر کے اردگرد زمانہ قدیم سے لے کر اب

تک جو تاریخی واقعات ہوئے ہیں۔ وہ ہماری قومی تاریخ کا ورثہ ہیں۔ لنگاہ دور حکومت کے بارے میں اب تک کوئی جامع اور مکمل تاریخ نہیں تھی۔ اس کمی کو جناب عمر کمال خان نے پورا کر دیا ہے اور آئندہ لنگاہ تاریخ پر جو بھی کام ہو گا۔ ان کی کتاب بنیاد کا کام دے گی۔

جناب عمر کمال خان نے لنگاہ حکمرانوں کی قومیت کے بارے میں جو رائے دی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ **نسلاً** راجپوت تھے۔ اگرچہ ہماری تاریخ میں یہ ہوا ہے کہ جب بھی مقامی لوگ حکمران بنے تو انہوں نے فوراً اپنا رشتہ ایران و عرب سے جوڑ کر خود کو غیر ملکی بنا لیا۔ سندھ میں سومرہ اور سمہ خاندان والوں نے یہی کیا۔ اور اسی قسم کی کوشش **کلہوڑہ** داؤ پوترا خاندانوں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک حکمران طبقوں کا تعلق ایران' وسط ایشیا' اور عرب سے ہوا کرتا تھا۔ اور **نسلاً** یہ خود کو برتر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لنگاہ خاندان کو بھی عربی النسل بنانے کی کوشش ہوئی۔ مگر اس کے باوجود ان کا مقامی ہونا مستند رہا اور ان کی حکمرانی میں رکاوٹ ثابت نہیں ہوا۔

جناب عمر کمال خان کی تحریر سے ایک اور بات جو سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ پندرھویں صدی عیسوی میں' سندھ' ملتان اور پنجاب میں سیاسی کشیدگی اور انتشار عروج پر تھا۔ ہمسایہ ریاستوں کے ساتھ جنگ و جدل' اور ایک دوسرے کے علاقوں پر قبضے کی کوشش متواتر رہتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حکومت کے تمام اخراجات فوج پر صرف ہو جاتے تھے اور معاشرہ کی فلاح و بہبود کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ جنگ وجدل کی وجہ سے معاشرہ بھی ذہنی طور تشدد اور خونریزی کی طرف مائل ہو گیا تھا۔

اکثر صوفیاء کے بارے میں یہ تاثر ہے کہ وہ سیاست سے دور رہتے تھے۔ مگر لنگاہ دور میں ملتان کے صوفیاء خاندانوں کا جو ذکر آیا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سیاست میں حصہ لیتے تھے اور اقتدار کی جنگ میں برابر کے شریک ہوتے تھے۔ ان میں اکثر صوفیاء دہلی کی سلطنت کے حامی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لنگاہ حکمرانوں نے ان کا اثر توڑنے کے لئے

اپنی پسند کے صوفیاء کی سرپرستی کی۔

جناب عمر کمال خان نے سیاسی تاریخ کے ساتھ ساتھ لنگاہ دور میں ہونے والی علمی و ثقافتی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر سیاسی حالات ابتر تھے۔ اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ مگر ان حالات میں بھی علمی و ثقافتی کام ہو رہے تھے۔

زوال کے اسباب میں جناب عمر کمال خان نے جن پہلوؤں کی نشان دہی کی ہے۔ وہ آج بھی اس جمہوری دور میں صحیح ہیں۔ جب بھی حکمران طبقوں میں بدعنوانیاں جڑ پکڑ لیں گی۔ مراعات کو مخصوص طبقوں کے لئے محدود کر دیا جائے گا۔ نااہلیت کی سرپرستی کی جائے گی۔ علم و ادب کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ قانون کی بالادستی ختم ہو جائے گی۔ سازش و دھوکہ دہی کے ذریعہ اقتدار حاصل کیا جائے گا' اور عوام کی فلاح و بہبود کو بھلا دیا جائے گا۔ تو اس صورت میں حکومتیں اور معاشرے زوال پذیر ہو کر تاریخی گمنامی میں چلے جائیں گے۔

کہتے ہیں کہ معاشرے تاریخ سے سیکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ لنگاہ دور کی یہ تاریخ بھی ہمارے حکمرانوں اور عوام کو کچھ شعور دے اور وہ تاریخ سے سیکھ کر اپنے حال اور مستقبل کو بہتر بنائیں۔

آخر میں میں جناب عمر کمال خان کے بارے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ ایک محتاط محقق ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کو لکھنے میں جو مواد اکٹھا کیا ہے اور حوالہ جات دیئے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بنیادی اور جدید مواد سے پورا پورا استفادہ کیا ہے۔ کتابیات اور اشارہ جات کی وجہ سے کتاب کی اہمیت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ اس بات کی خوشی ہے کہ انہوں نے سہل اور آسان زبان لکھی ہے اور علمی مطالب کو بڑی خوبی سے تحریر کیا ہے۔

مبارک علی

گوئٹے انسٹی ٹیوٹ' لاہور'

مارچ ۱۹۹۰ء

فہرست مضامین

باب اول

ملتان ابتدائے آفرینش سے لنگاہوں کی آمد سے پہلے تک

ملتان برصغیر کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ ہندو مذہبی کتابوں کے مطابق ملتان آخری کرت یگیا کے زمانے میں بھی آباد تھا۔ البیرونی (ح ۱) کرت یگیا سے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو بتیس (۲۱۶۴۳۲) سال کا عرصہ شمار کرتا ہے۔ انیسویں صدی میں انگریز ماہرین آثار قدیمہ (ح ۲) کی کھدائیوں کے نتیجہ میں "یہ شہر چار ہزار سال قبل ایک آباد مہذب اور معمور شہر تھا"۔ مرزا ابن حنیف کی زیر نگرانی جو کھدائیاں قلعہ کہنہ ملتان (قاسم باغ) میں ہوئیں انکی رو سے آٹھ ہزار سال قبل تک یہاں انسانی آبادی کے سراغ پائے گئے ہیں۔

ملتان کئی بار آباد ہوا اور پھر امتداد زمانہ سے برباد ہو گیا اور مختلف ادوار میں اس شہر کے مختلف نام تھے ان ناموں کو ابو ریحان البیرونی (ح ۳) نے اس ترتیب سے گنوایا ہے۔

۱۔ کسیاپا پورہ ظالم راجہ کسیاپا کے نام پر جو ہندو دیوتا آدیتا (ح ۴) یعنی سورج دیوتا کا والد تھا۔ کسیاپا پورہ کے نام کی تصدیق یونانی جغرافیہ دانوں کی تحریروں سے بھی ہوتی ہے HECATEOUS اس شہر کا نام KASPAPURAS اور ہیراڈوٹس اسکو KASPATURAS لکھتا ہے۔ PTOLEMY اس کا نام KASPEIRA لکھتا ہے ان سب شہروں کے محل وقوع آج کے ملتان سے ملتے ہیں۔ سکندر اعظم نے جب ملتان پر حملہ کیا تو ملتان کو انہی ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ (ح ۵)

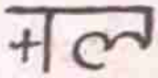
۲۔ پرہلاد پورہ پرہلاد بھگت (ح ۶) سے نسبت کی وجہ سے ملتان اس نام سے بھی مشہور ہوا تھا۔

۳۔ بھاگ پورہ نرسمہ اوتار کی وجہ سے بھاگ پورہ کہلایا کیونکہ اس اوتار کا منہ اور

سر انسان کا اور باقی دھڑ شیر یعنی بھاگ کی طرح تھا۔

۴:۔ **ہنس پورہ** رام چندر جی کے بیٹے ہنس نے کسی دور میں اسے دوبارہ آباد کیا اس نسبت سے یہ شہر ہنس پورہ کے نام پر بھی کچھ عرصہ مشہور ہوا۔

۵:۔ **سنبھا پورہ** راجہ سنبھا جس نے ملتان میں پہلے پہل سورج دیوتا کی پوجا شروع کرائی اس کے نام کی مناسبت کی وجہ سے یہ شہر سنبھا پورہ بھی کہلاتا تھا۔

۶:۔ **مولاستھان** (ح ۷) سنسکرت میں مولا کے معنی اصل کے ہیں نیز مولا کے معنی ابتدائی **سنسکرت میں مولا ایسے لکھا جاتا ہے**  شہر۔ شہروں کا بانی یا قدیم شہر بھی ہیں۔

ویسے ملتان تاریخی لحاظ سے دو ناموں سے زیادہ مشہور رہا ہے ابتدائی طور پر کسیاپا پورہ۔ کاشپ پورہ یا کشپ پور (ح ۸) اور بعد ازاں مولاستھان جو موجودہ دور میں تبدیل ہو کر ملتان ہو گیا۔ (ح ۹) سنسکرت لٹریچر میں ملتان سورج دیوتا کی پوجا کے سلسلہ میں معروف تھا۔

اہل ہنود جو اسکے ابتدائی باشندے تھے کے قول کے مطابق ابتداء میں ملتان کا حکمران راجہ ہرنکشب تھا اسکی اولاد کافی عرصہ اسکے بعد حکمران رہی۔ ۵۱۸ ق م میں دارا اول شاہ ایران نے ملتان کو مطیع کیا اور یہ علاقہ اسکا باجگزار رہا۔ (ح ۱۰) پھر سکندر اعظم نے ۳۲۶ ق م میں اس شہر کو فتح کیا پھر اسکا ذکر سندھ کے برہمن خاندان کے حکمران راجہ چچ کے دور میں آتا ہے اسوقت یہ شہر سندھ کی برہمن سلطنت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام تھا۔ مشہور سیاح اور چینی مسافر ہیون تسانگ اکتوبر ۶۴۱ء میں راجہ چچ برہمن کے دور میں ملتان آیا وہ سورج دیوتا کے سنہری بت کا ذکر کرتا ہے جسکی پوجا کے لئے تمام ہندوستان سے پجاری آتے تھے۔ (ح ۱۱)

مسلمانوں میں سب سے پہلے مہلب نے سال ۴۴ ھ ر ۶۴۱ء میں حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے دور میں ملتان پر افغانستان کے راستے حملہ کیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ عرب ملتان پر قبضہ نہ کر سکے لیکن آخر کار محمدؒ بن قاسم کی زیر سرکردگی جو مہم مکران کے راستے سندھ پر حملہ آور ہوئی وہ سندھ فتح کرنے کے بعد سال ۹۰ ھ ر ۷۱۳ء میں ملتان فتح کرنے میں

کامیاب ہو گئی۔ امیر داؤد نصر بن ولید عمانی پہلا عرب تھا جسے محمدؒ بن قاسم نے ملتان کا حکمران مقرر کیا۔ (ح ۱۲) اسکے بعد تقریباً پچاس برس ملتان کے متعلق تاریخوں میں کوئی بات نہیں ملتی سال ۱۵۱ھ میں ہشام بن عمر تغلبی حاکم منصورہ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ ملتان اگر فتح کر لو تو اس طرح ہندوستان میں آگے بڑھنے کے مواقع آسانی سے مل سکیں گے چنانچہ اسنے ملتان فتح کر لیا لیکن وہ آگے نہیں بڑھا اسکے بعد ملتان کا کوئی ذکر تاریخوں میں نہیں ملتا۔ سال ۱۸۲ھ میں محمد بن عدی والئے سندھ ملتان جاتا ہے مگر شکست کھا کر واپس چلا آتا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت ملتان ایک الگ ریاست تھی پھر تقریباً سو (۱۰۰) برس تک کسی کتاب میں ملتان کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ ۲۹۰ھ میں ابن رستہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اسوقت ملتان میں بنو منبہ (ح ۱۳) کی حکومت ہے۔ ۳۰۳ھ میں مسعودی ملتان آیا تو اس وقت ملتان کا حاکم ابو اللباب منبہ بن اسد قریشی تھا اس خاندان کی حکومت سال ۳۶۷ھ تک قائم رہی سال ۳۷۵ھ میں بشاری مقدسی جب سندھ آیا تو ملتان میں اسماعیلی حکمران تھے اسماعیلیوں نے ملتان پر باہر سے حملہ آور ہو کر غلبہ حاصل نہ کیا بلکہ اسماعیلی داعی کافی عرصہ ملتان اور اسکے گرد و نواح تبلیغ کرتے رہے جب وہ کافی تعداد میں ہو گئے تو اندرون شہر بغاوت کرا کے حکومت ملتان پر قابض ہو گئے جلم بن شعبان (ح ۱۴) ملتان کا پہلا اسماعیلی حکمران تھا اس نے ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی خلیفہ کا سکہ اور خطبہ جاری کیا اور ملتان کے قدیم سورج دیوتا کے مندر کو توڑ ڈالا اور اسکی جگہ ایک جامع مسجد بنائی اس نے محمد بن قاسم کے وقت کی جامع مسجد کو بنوامیہ کی یادگار سمجھ کر بند کرا دیا ملتان کے اسماعیلیوں کی حکومت کے زیر اثر یہ علاقہ ایک طرف لاہور کے راجہ جے پال کی سلطنت کی حدود سے ملتا تھا مغرب میں غزنویوں کے علاقہ سے متصل تھا اور جنوب میں منصورہ کی حکومت تھی اسماعیلیوں نے راجہ جے پال سے اتحاد کیا ہوا تھا جس پر سبکتگین نے تخت غزنی پر قدم رکھنے کے بعد سال ۳۶۷ھ ۹۸۲ء میں ملتان پر حملہ کر دیا اس وقت ملتان کا حکمران شیخ حمید تھا جس نے سبکتگین سے مقابلہ کی طاقت نہ پا کر صلح کر لی شیخ حمید کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شیخ نصر ملتان کا حکمران ہوا اسکے بعد اس کا بیٹا ابو الفتح

داؤد(ح ۱۵) حکمران ہوا جس کے تعلقات سبکتگین کے بیٹے سلطان محمود غزنوی سے کشیدہ ہو گئے جس پر محمود نے ملتان پر حملہ کر کے اسے محصور کر لیا اور ناچار شیخ داؤد نے خراج دیکر اپنی جان چھڑائی ملتان کے اسماعیلی حکمران سیاسی وجوہات کی وجہ سے راجہ جے پال اور اس کے ہندو شاہی خاندان کے حکمرانوں سے اندرونی طور پر متحد تھے اور سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں کے دوران محمود کی امداد نہ کرتے تھے جس پر سلطان محمود غزنوی سخت بر آفروختہ تھا چنانچہ ہندوستان پر اپنے پانچویں حملے کے بعد جب وہ واپس جانے لگا تو ملتان(ح ۱۶) پر قبضہ کر کے اس نے ملتانیوں کو عبرت ناک سزائیں دیں اور شیخ داؤد بن نصر بن حمید(ح ۱۷) کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا جہاں وہ بحالت نظربندی اس جہان سے چل بسا ملتان میں اسماعیلیوں کی حکومت کا عرصہ کم و بیش پچیس سال بنتا ہے یہ اسماعیلی حکمران ایک طرف سے مصر کے فاطمی خلفاء کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے دوسری طرف سے غزنویوں کے باجگذار تھے اور اندرونی طور پر راجہ جے پال کے خاندان کے حکمرانوں کا دم بھرتے تھے سال ۵۷۱ھ میں ملتان پر شہاب الدین غوری نے قبضہ کر لیا اور ملتان کا انتظام ناصرالدین قباچہ کے سپرد کر دیا جس نے ملتان اچ اور سندھ میں اپنی نیم آزاد حکومت قائم کر لی ناصرالدین قباچہ بیس سال تک ملتان اور سندھ کی مشترکہ سلطنت پر حکومت کرتا رہا سال ۱۲۲۴ء ۶۲۱ھ میں جب ناصرالدین قباچہ دہلی کے سلطان شمس الدین التمش سے شکست کھا کر جان بچاتے ہوئے دریائے سندھ میں ڈوب مرا تو ملتان پہلی مرتبہ دہلی کے حکمرانوں کے زیر نگین آیا اور اس کے بعد اس علاقے پر سلاطین دہلی کی حکمرانی سال ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء تک قائم رہی تا آنکہ تیمور کے پوتے شہزادہ پیر محمد نے ملتان پر حملہ کر دیا اور چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ملتان فتح کر لیا اسی سال تیمور نے دریائے سندھ کو عبور کر کے پنجاب ہوتے ہوئے دہلی کے باہر سلطان محمود تغلق کو شکست دیکر دہلی پر قبضہ کر لیا اور پھر واپس چلا گیا تیمور کے حملے نے دہلی کی سلطنت کی چولیں ہلا دیں اور ہندوستان طوائف الملوکی کا شکار ہو گیا آخر کار مئی ۱۴۱۴ء میں سید خضر خان جو ملتان کا باشندہ اور گورنر بھی تھا نے بڑھ کر دہلی پر قبضہ کر لیا اور سید خاندان کی حکمرانی کا آغاز کیا

سید خضر خان سال ۱۴۲۱ء میں فوت ہو گیا تو اس کا بیٹا سید مبارک شاہ سریر آرائے حکومت ہوا تیمور کے ہندوستان پر حملے کے برے اثرات کے طور پر جو بدامنی اور شورشیں پھیلی تھیں اس میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا امراء بادشاہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور آئے دن اس کی جان کے دشمن بنے رہتے تھے تا آنکہ سال ۱۴۳۴ء میں سید مبارک شاہ کو قتل کر دیا گیا سید مبارک شاہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ دہلی کا حکمران ہوا (ح ۱۸) اس کے عہد تک ملتان دہلی کے سید خاندان کے زیر نگین تھا سید محمد شاہ دہلی میں ۱۴۳۴ء تا ۱۴۴۵ء تک حکمران رہا اس کے دور میں لنگاہوں نے ملتان پر قبضہ کرلیا

حواشی باب اول

۱:۔ تحقیق الہند از البیرونی صفحہ ۴۰۱

۲:۔ آرکیالوجیکل سروے آف انڈیا صفحات ۱۱۱ تا ۱۳۶ جلد پنجم

۳:۔ تحقیق الہند از البیرونی صفحہ ۴۰۱ باب ۲۹

۴:۔ سرائیکی زبان میں اتوار SUNDAY کو آڈت کہتے ہیں

۵:۔ ملاحظہ فرمائیں قدیم جغرافیہ ہندوستان از کننگھم

۶:۔ بحوالہ "ہندوستان قدیم کی جغرافیائی ڈکشنری" از نندو لال ڈے صفحہ ۵۶۔ اس حوالے کے مطابق پرہلاد پور یعنی ملتان میں نارائن غضبناک ہو کر نرسمہا اوتار کی صورت میں نازل ہوا اور اپنے آسورا سرن یا کا سی پو ASURA HIRANYAKASIPU یعنی پرہلاد بھگت کے والد کو مار ڈالا یہ شہر مالادیسا کا دارالحکومت تھا سکندر اعظم کے دور کے مورخین اس شہر کو ملی قوم سے منسوب کرتے ہیں جہاں سکندر اعظم زخمی ہوا تھا جب رام چندر جی نے اپنی سلطنت کو تقسیم کیا تو اس شہر کو اپنے بھتیجے انگدپیر لچھمن کو بخش دیا کننگھم بھی ملتان کے مختلف ناموں کے بارے میں ہندوستان کے قدیم جغرافیہ میں ذکر کرتا ہے اور ملتان کے ایک قدیم نام ADYA SATHANA کا بھی ذکر کرتا ہے ملاحظہ ہو ہندوستان کا قدیم جغرافیہ از کننگھم صفحات ۲۳۲ تا ۲۳۶

۷:۔ پدما پوران ۱۲۱

۸:۔ البیرونی تحقیق السند صفحہ ۱۶۹۔ البیرونی اور عرب جغرافیہ دان اس شہر کا ایک اور نام جھر آور بھی بتلاتے ہیں ویسے دنیا کے تمام قدیم شہر مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے مشہور ہوئے مورخین اس سلسلہ میں دنیا کے تمام قدیم شہروں مثلاً مکہ مدینہ دہلی بنارس پیرس اور لندن کے مختلف نام تحریر کرتے ہیں مختلف ادوار میں دہلی کے بیس نام بنارس کے چوبیس نام تھے

۹:۔ ملتان کی قدامت کے بارے میں کننگھم نے اپنی آرکیالوجیکل سروے رپورٹس آف انڈیا میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے ملاحظہ فرمائیں صفحات ۱۱۱ تا ۱۳۶ جلد پنجم مزید ملاحظہ کریں ہندوستان کا قدیم جغرافیہ از کننگھم صفحات ۲۱۹ تا ۲۲۴

۱۰:۔ تاریخ ملتان از لالہ حکم چند سال اشاعت ۱۸۸۰ء

۱۱:۔ سندھ کو جغرافیائی لحاظ سے چار حصوں یعنی سیرو۔ وچلو۔ لاڑو اور تھرو یعنی اوپر کا شمالی سندھ درمیانی سندھ جنوبی سندھ اور صحرائی سندھ (تھرپارکر) میں تقسیم کرتے تھے اوپر کے شمالی حصہ یعنی سرو کا صدر مقام ملتان ہوتا تھا اس سرو علاقہ کی زبان سرائیکی زبان یعنی سندھ کے شمالی حصہ کی زبان کہلائی

۱۲:۔ تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی صفحہ ۲۵۳

۱۳:۔ مولانا ابو ظفر ندوی کی رائے میں بنو منبہ اور بنو سامہ ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں جو قریش سے تعلق رکھتے تھے اور حجاز سے عمان اور عمان سے ملتان آئے اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے

۱۴:۔ جلم بن شعبان نے اندازاً سال ۳۷۳ھ میں ملتان پر قبضہ کیا

۱۵:۔ داؤد بن نصر اندازاً ۳۹۵ھ میں حکمران بنا

۱۶:۔ یہ واقعہ ۴۰۱ھ مطابق ۱۰۱۰ء میں ہوا

۱۷:۔ بعض مورخین نے شیخ حمید اور اس کے خاندان کو لودھی لکھا ہے جو افغانوں کا معروف قبیلہ ہے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شیخ حمید لودھی کا جلم بن شعبان اسماعیلی سے کیا تعلق تھا اور اس کے بعد وہ ملتان کا کسطرح حکمران بنا ملتان کے اسماعیلی حکمرانوں پر کافی کام کرنے کی ضرورت ہے

۱۸:۔ بعض مورخین کے مطابق بھتیجا جس کا شجرہ اس طرح بیان ہوا ہے سلطان محمد شاہ بن فرید خان بن سید خضر خان ملاحظہ کریں زبدۃ التواریخ ۴۴۔ ۲۵۷

باب دوئم

لنگاہ سریر آرائے حکومت ملتان ہوتے ہیں

مشہور مورخ گبن نے اپنی معرکتہ الآراء تصنیف "زوال سلطنت روما" میں ایشیائی خاندانوں کے عروج و زوال کی داستان کو ایک فقرہ میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے "ایشیائی خاندانوں کی ابتداء جرات سے ہوتی ہے جو جاہ و جلال و شان و شوکت کا باعث ہوتی ہے پھر تنازعات جنم لیتے ہیں جو بالآخر زوال پر منتج ہوتے ہیں"
دنیا کی تاریخ میں عموماً اور ایشیائی تاریخ میں خصوصاً خاندانوں اور قبائل کے عروج و زوال کی داستان بالکل اسی طرح ہوتی آئی ہے لنگاہ یا لنکاہ قبیلہ کے عروج و زوال کی داستان بھی بالکل اسی طرح ہے لنگاہوں کو ان کے ملتان پر قبضہ کرنے سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا وہ گمنامی کے قعر مزلت میں گم تھے ان کے ملتان پر قبضہ کرنے سے پہلے کسی مورخ جغرافیہ دان یا علم الانسان کے ماہر نے کسی تذکرہ میں انکا کوئی ذکر نہیں کیا (ن ۱) نہ ہی رائے سہرہ لنگاہ بانی سلطنت لنگاہ کے عروج سے پہلے کسی کتاب میں اس خاندان کے کسی دیگر شخص کا نام کہیں دکھائی دیتا ہے لنگاہ راجپوتوں کے قبیلہ چالوکیہ یا سولنکی (ن ۲) کی ایک شاخ ہے جو سات آٹھ سو سال پہلے ملتان اور جیسلمیر میں آباد تھے لیکن انہیں بھٹی راجپوتوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہ زیریں اور وسطی وادی سندھ اور بلوچستان میں تتر بتر ہو گئے بلوچستان میں وہ بروہیوں کے اتحادی بن گئے اور ان میں مدغم ہو گئے یہ گاہے بگاہے موسمی شدت سیاسی سماجی عوامل اور قحط سالی کی وجہ (ن ۳) سے زیریں پنجاب میں نواح ملتان آتے رہتے تھے ان کا سردار رائے سہرہ ملتان کے نواح میں واقع ایک موضع رڑی (ن ۴) میں آکر قیام پذیر ہوتا تھا اس کی ایک لڑکی مسمات ویس کیسائیں (ن ۵) Veskasain مخدوم صاحب اچ شریف حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی ایک لڑکی مخدوم یوسف قریشی صاحب (ن ۶) سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤالدین زکریا قریشی ملتانی کے نکاح میں تھی

اور ایک لڑکی ملتان کے اس وقت کے گردیزی مخدوم کی زوجہ تھی (ح ۷) اس طرح سے رائے سہرہ لنگاہ کا اثر و رسوخ کافی زیادہ تھا وہ تجارت بھی کرتا تھا اور اسکے قبیلہ کے لوگ نواح ملتان میں کافی تعداد میں تجارت کے سلسلہ میں بھی آتے رہتے تھے سال ۱۴۳۵ء / ۸۳۸ھ میں دہلی کا بادشاہ سید محمد شاہ ملتان آیا۔ (ح ۸) ملتان اس کے آباواجداد کا وطن تھا ان دنوں ملتان میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اور وہ بدامنی کے خاتمے کے لئے ملتان آیا تھا چنانچہ اس نے بدامنی کے خاتمے کے لئے ملتان کا انتظام خان خانان کے سپرد کر دیا اور خود کچھ عرصہ رہنے کے بعد واپس دہلی چلا گیا (ح ۹) ابھی خان خانان کو ملتان کا انتظام سنبھالے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ رائے سہرہ لنگاہ نے اپنے قبیلہ کی طاقت سے اور اپنے سیاسی اثرورسوخ کے بل بوتے پر ملتان پر قبضہ کر لیا اور خان خانان کے ملازمین کو ملتان سے نکال دیا یہ واقعہ سال ۱۴۳۷ء / ۸۴۱ھ میں ہوا (ح ۱۰) لنگاہوں کی ملتان میں سلطنت کی ابتداء اسی سال سے ہوئی

رائے سہرہ کون تھا؟

تاریخ نظامی المعروف طبقات اکبری (ح ۱۱) میں مرقوم ہے کہ رائے سہرہ لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اور اس طرف کا علاقہ اُس سے متعلق تھا۔ تاریخ فرشتہ (ح ۱۲) کے مطابق "رائے سہرہ سبی اور اس کے گردونواح کا سردار تھا" میر معصوم بکھری نے تاریخ سندھ المعروف تاریخ معصومی (ح ۱۳) میں رائے سہرہ کو لنگاہوں کا سردار قرار دیا ہے جو ریڑی اور گردونواح کے مواضعات پر متصرف تھا۔ گزٹیر ضلع سبی سال ۱۹۰۷ء کی رو سے (ح ۱۴) رائے سہرہ ارغونوں کے سبی پر قبضہ سے پہلے سبی کا حکمران تھا جہاں سے امیر تیمور کے حملے کے بعد اس نے ملتان پر قبضہ کر لیا۔ اور بعدازاں سبی ملتان کے لنگاہوں کے تسلط میں رہا۔ رائے سہرہ لنگاہ کی ملتان میں آمد کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے طبقات اکبری (ح ۱۵) اور تاریخ معصومی (ح ۱۶) میں تحریر ہے کہ رائے سہرہ لنگاہ

کو باپ دادا کے وقت سے سلسلہ سہروردیہ سے اعتقاد اور ارادت مندی تھی نیز ملتان میں رشتہ داری تھی جسکی وجہ سے وہ گاہے بگاہے ملتان آتا رہتا تھا تاریخ فرشتہ میں (ح ۱۷) تحریر ہے کہ رائے سہرہ کا دعوی تھا کہ اس کے باپ دادا کے سلسلہ سہروردیہ کے سجادہ نشینوں سے قدیمی دوستانہ مراسم تھے اس لئے وہ ملتان آتے جاتے رہتے تھے تذکرۃ الملتان (ح ۱۸) میں سید یوسف شاہ گردیزی رقم طراز ہے کہ "لنگاہ قوم دراصل بلوچستان کی رہنے والی تھی یہ لوگ ابتداء میں سوداگری پیشہ تھے اور پنجاب کے بڑے شہروں خصوصا ملتان میں ان کی بہ کثرت آمدورفت تھی رائے سہرہ اس قوم کا سردار اور سرکردہ تھا اس کی رشتہ داری ملتان کے مخادیم سے تھی ان رشتہ داریوں کی وجہ سے اس کی ملتان میں آمدورفت کا سلسلہ کافی بڑھ گیا اسی تذکرہ (ح ۱۹) میں ایک اور جگہ تحریر ہے کہ "قوم لنگاہ جو سیوستان کے علاقے میں سرداری اور حکومت کی علمبردار تھی" اس کی تائید دوسرے ذرائع (ح ۲۰) سے بھی ہوتی ہے۔

کیا رائے سہرہ لنگاہ خاندان کا پہلا حکمران تھا؟

آئین اکبری (ح ۲۱) میں ابوالفضل علامی رقم طراز ہے "بعض مورخین لکھتے ہیں کہ قبیلہ لنگاہ میں سب سے پہلے جس شخص نے مرتبہ فرمانروائی حاصل کی وہ سلطان قطب الدین تھا" شاہان ملتان کے ذکر میں ایک اور جگہ آئین اکبری میں تحریر ہے کہ ملتان کی فرمانروائی لنگاہ قبیلہ کے ایک شخص کے ہاتھ آگئی جس نے اپنے آپ کو سلطان قطب الدین کے لقب سے صوبہ ملتان کا فرمانروا بنایا لیکن اسی ابوالفضل علامی نے شاہان ملتان کی جو فہرست آئین اکبری میں مرتب کی ہے اس میں لنگاہ شاہان ملتان کی تعداد سات درج کی ہے اور پہلا لنگاہ بادشاہ سلطان محمود شاہ اور دوسرا سلطان قطب الدین دکھایا ہے سلطان محمود شاہ کا عرصہ حکومت سترہ سال اور سلطان قطب الدین کا عرصہ حکومت سولہ سال درج کیا ہے۔ طبقات اکبری (ح ۲۲) کے مطابق پہلا لنگاہ حکمران سلطان قطب الدین تھا جس نے سولہ سال حکمرانی کی طبقات اکبری (ح ۲۳) میں ایک جگہ تحریر ہے کہ رائے سہرہ

نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنا لقب سلطان قطب الدین اختیار کیا نیز طبقات اکبری میں لنگاہ بادشاہوں کی تعداد پانچ درج ہے تاریخ معصومی (ح ۲۴) میں میر معصوم بکھری نے بھی رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ کو پہلا لنگاہ بادشاہ تحریر کیا ہے تاریخ فرشتہ (ح ۲۵) کی رو سے جب رائے سہرہ نے حکومت ملتان سنبھالی تو قطب الدین لنگاہ کا لقب اختیار کیا اس تاریخ کی رو سے قطب الدین لنگاہ ہی شاہان لنگاہ میں سے پہلا بادشاہ تھا اور ملتان کے پانچ لنگاہ بادشاہ گزرے ہیں تذکرۃ الملتان کی رو سے (ح ۲۶) بھی رائے سہرہ جب ملتان پر قابض ہو گیا تو اس نے اپنا خطاب قطب الدین لنگاہ تجویز کیا اور وہ لنگاہوں میں پہلا حکمران ملتان تھا تذکرۃ الملتان میں صرف چار لنگاہ بادشاہوں کا ذکر ہے تذکرۃ الملتان کے مطابق شاہ حسین لنگاہ کے جانشین سلطان فیروز لنگاہ کو بحالت ولی عہدی والد کی زندگی میں ہی وزیر عمادالملک نے زہر دیکر مار دیا تھا حالانکہ باقی تمام مورخ شاہ حسین لنگاہ کے بعد سلطان فیروز لنگاہ کا ذکر بطور حکمران ملتان کرتے ہیں۔ زبدۃ التواریخ (ح ۲۷) میں سلطان قطب الدین لنگاہ سے پہلے سلطان محمود لنگاہ کو حکمران ملتان دکھایا گیا ہے اس کا عرصہ حکومت سترہ سال درج کیا گیا ہے نیز زبدۃ التواریخ کی رو سے سلطان محمود لنگاہ کے بعد قطب الدین لنگاہ حکمران ملتان ہوا میری ناقص رائے میں خاندان لنگاہ کا پہلا حکمران رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ ہی تھا اور اسی رائے سہرہ کا پورا لقب سلطان قطب الدین محمود لنگاہ تھا جس کی وجہ سے دو مورخین نے سہواً ایک لنگاہ حکمران کو دو ناموں سے ظاہر کر کے ایک ہی شخصیت کو دو شخصیتیں بنا دیا ہے ایک سلطان قطب الدین لنگاہ اور دوسری سلطان محمود لنگاہ لیکن سلطان محمود لنگاہ کے بارے میں ان مورخین نے مزید کوئی روشنی نہیں ڈالی ان دو مورخین کے علاوہ کسی اور مورخ نے سلطان محمود لنگاہ اول کا ذکر نہیں کیا اس لئے لنگاہ خاندان کا پہلا حکمران قطب الدین لنگاہ ہی تھا جو ملتان میں سال ۱۴۳۸ء میں سریر آرائے حکومت ہوا سلطان محمود لنگاہ فی الحقیقت بانی خاندان لنگاہ رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کا پڑپوتا تھا اصل مغالطہ سال آغاز سلطنت خاندان لنگاہ کی وجہ سے ہوا اور دوسرا مغالطہ سلطان قطب الدین لنگاہ کے عرصہ

حکومت کی وجہ سے پیدا ہوا جو ہرگز سولہ سال ثابت نہیں ہوتا (ح ۲۸) سلطان قطب الدین لنگاہ نے سال ۱۴۳۸ء سے سال ۱۴۶۹ء تک تقریبا اکتیس سال حکومت کی (ح ۲۹)

حواشی باب دوئم

۱:۔ لنگاہوں کی اصلیت کے بارے میں بحث ضمیمہ ۱ صفحات ۱۵۰ تا ۱۵۴ میں ملاحظہ کریں

۲:۔ بحوالہ ٹاڈ راجستھان صفحہ ۷۹۔۹۱

۳:۔ بلوچستان میں پندرھویں صدی عیسوی میں حالات بے حد دگرگوں تھے مکران سے بلوچ قبائل کی ہمہ گیر ہجرت پندرھویں صدی کے وسط میں شروع ہوئی رندلشار جنگ بھی پندرھویں صدی عیسوی میں ہوئی پندرھویں صدی عیسوی میں بعض شواہد کے مطابق بلوچستان میں طویل قحط اور خشک سالی کا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ سے بلوچستان کے قبائل نے میدانوں کا رخ کیا چنانچہ بلوچستان کے قبائل کی ہجرت کا یہ سلسلہ تقریباً نصف صدی تک جاری رہا ہو سکتا ہے کہ رائے سہرہ لنگاہ اور اس کا قبیلہ انہی عوامل کے تحت بلوچستان سے ہجرت کر کے ملتان کے نزدیک رپڑی میں آکر قیام پذیر ہوا بلوچستان کے قبائل کی ہجرت کے بارے میں مقالہ درہ بولان از یعقوب شاہ ماہنامہ بلوچی دنیا جون ۱۹۹۳ء ملاحظہ فرمائیں

۴:۔ رپڑی کا موضع تحصیل شجاع آباد میں بھی ہے نیز ایک رپڑی کا موضع تریموں کے نزدیک دریائے راوی کے کنارے پر واقع ہے ایک موضع میلسی میں بھی ہے ایک اور موضع روپاڑی بیرون پنجند صوبہ ملتان میں بھی ہے (بحوالہ آئین اکبری جلد دوئم صفحہ ۳۳۳)

۵:۔ پنجاب سٹیٹ گزیٹر جلد ۳۶ صفحہ ۱۶۵

۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۵۵۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۴

۷:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۴ میں رائے سہرہ کی دختر کا مخدوم گردیزی سے نکاح کے علاوہ یہ بھی تحریر ہے کہ لنگاہ قبیلہ کی کئی بیٹیوں کی شادی سادات گردیز کے خاندان میں ہوئی تھیں اور رائے سہرہ نے مخدوم گردیزی کی صلاح اور اعانت سے ملتان پر قبضہ کرلیا

۸:۔ طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۴۲۱

۹:۔ سید بادشاہوں کے دور میں خان خانان کے عہدہ پر بہلول خان لودھی فائز تھا وہ افواج ہند کا میر بخشی یعنی کمانڈران چیف تھا بہلول خان لودھی ملک کالا کا بیٹا تھا وہ خاندان شاہوخیل لودھی سے تعلق

رکھتا تھا اور ملتان شہر کے محلہ کمنگراں میں پیدا ہوا ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۵۴۵

۱۰:۔ زبدۃ التواریخ کے مطابق لنگاہوں کے سردار نے سلطان محمد شاہ یا محمود شاہ کا لقب اختیار کیا اور اس سلطان محمود شاہ نے سترہ سال **حکومت** کی اس کے بعد سلطان قطب الدین سریر آرائے حکومت ملتان ہوا لیکن اُسکے پہلے بادشاہ کے طور پر سلطان محمود شاہ کے نام کی کسی اور مورخ نے تائید نہیں کی اگر یہ بات ہوتی تو سلطان فیروز لنگاہ کے بعد جو سلطان محمود **حکمران** ہوا تو اسے مورخ سلطان محمود لنگاہ ثانی تحریر کرتے لیکن ایسا نہیں ہے اس امر پر تمام مورخ متفق ہیں کہ رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ اس خاندان کا پہلا حکمران تھا زبدۃ التواریخ کا مصنف غلطی پر ہے جہاں تک سال ابتداء حکومت لنگاہ کا مسئلہ ہے اس میں زبدۃ التواریخ نے جو تاریخ دی ہے وہ درست ہے لنگاہ سال ۱۴۴۵ء سے بہت پہلے سال ۱۴۳۸ء میں ملتان کے حکمران ہو گئے تھے البتہ سلطان قطب الدین بانی سلطنت لنگاہ سولہ سال حکمران نہیں رہا بلکہ اکتیس سال حکمران رہا ہے اس بات کی تائید تاریخ معصومی اور مزید تائید طبقات اکبری سے بھی ہوتی ہے جہاں تحریر ہے کہ جب محمد شاہ سلطان دہلی ملتان گیا تو اس نے ملتان کا انتظام خان جہاں کے سپرد کیا اور اسی سال (۱۴۳۵ء) دہلی واپس آگیا سال ۱۴۳۷ء/۸۴۱ھ میں خبر آئی لنگاہ جماعت کی وجہ سے بد نظمی ہو گئی ہے ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۴۲۱ قبل ازیں بوقت تخت نشینی محمد شاہ سلطان دہلی نے سرور الملک کو خان جہان کا خطاب عطا کیا تھا ملاحظہ ہو جلد اول صفحہ ۴۱۸ بخشیش سنگھ نجر نے بحوالہ تاریخ مبارک شاہی از سرہندی (باسو) صفحہ ۲۴۶ پر تحریر کیا ہے کہ ملتان میں لنگاہوں نے سال ۱۴۳۷ء میں بغاوت کر کے سیدوں کے مقرر کردہ گورنر کو نکال دیا ملاحظہ ہو پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ نجر صفحہ ۸۷ اس کی مزید تائید طبقات اکبری جلد اول صفحہ ۲۹۱ سے بھی ہوتی ہے نیز طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۲۹۴ میں تحریر ہے کہ سلطان محمد شاہ نے خضر خان کو ملتان اور دیپال پور کا گورنر مقرر کیا

۱۱:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۱۲:۔ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۲۸۰

۱۳:۔ تاریخ سندھ المعروف تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۴

۱۴:۔ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹر سیریز جلد سوئم از میجراے میکناگی سال اشاعت ۱۹۰۷ء

۱۵:۔ تحقیقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۱۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۴

۱۷:۔ تاریخ فرشہ جلد چہارم صفحہ ۳۸۱

۱۸:۔ تذکرۃ الملتان از یوسف شاہ گردیزی صفحہ ۵۴

۱۹:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۵

۲۰:۔ Punjab castes پنجاب کی ذاتیں از ڈینزل ابیٹسن میں مرقوم ہے کہ اس قبیلہ کے لوگ رائے سہرہ لنگاہ کی سرکردگی میں سیوی اور ڈھاڈھر سے تجارت کی غرض سے علاقہ ملتان میں آئے اور موضع ریڑی اور اس کے گردو نواح میں آباد ہو گئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۲

۲۱:۔ آئین اکبری صفحہ ۱۰۴۶

۲۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۸

۲۳:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۰

۲۴:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۶

۲۵:۔ تاریخ فرشتہ جلد ۴ صفحہ ۳۸۳

۲۶:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۵

۲۷:۔ زبدۃ التواریخ صفحہ ۴۴

۲۸:۔ تاریخ معصومی کی رو سے قطب الدین لنگاہ نے چونتیس سال حکمرانی کی ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۳

۲۹:۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے تاریخ عبدالحق میں تحریر کیا ہے کہ بڈھن خان سندھی نے جو بلوچوں کے قبیلہ لنگاہ کا سردار تھا اُوچ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کرکے سال ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۷ء میں ملتان پر حملہ کرکے خانخاناں کو نکال کر قلعہ پر قبضہ کرلیا اور محمود شاہ کا لقب اختیار کرکے ملتان میں لنگاہوں کی آزاد حکومت قائم کردی وہ سولہ ۱۶ سال حکومت کرنے کے بعد سال ۸۶۰ھ مطابق ۱۴۶۰ء کو فوت ہوگیا حضرت محدث دہلوی نے شیخ یوسف قریشی سے دھوکہ سے حکومت ملتان ہتھیانے والا واقعہ نہیں لکھا۔ کسی دیگر مؤرخ نے بڈھن خان سندھی کو بانیٔ سلطنت لنگاہ نہیں لکھا اور سب مؤرخ رائے سہرہ

المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ کو بانی حکومت قرار دیتے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے۔ نیز حضرت محدث نے بڈھن خان کی حکومت کے دیگر واقعات نہیں لکھے۔ اسلئے یہ معلومات اصل متن کی بنیاد نہیں بن سکتیں۔ لہذا حاشیہ میں درج کی گئیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ رائے سہرہ کو عرف عام میں بڈھن خان کہتے ہوں

باب سوئم

ذکر حکومت سلطان قطب الدین محمود لنگاہ

جب سال ۸۴۱ھ/۱۴۳۸ء میں رائے سہرہ لنگاہ نے ملتان سے خانخاناں کے ملازمین کو بے دخل کر دیا اور وہ ملتان پر قابض و متصرف ہو گیا(۱) تو اس نے اپنا لقب سلطان قطب الدین محمود لنگاہ اختیار کر کے ملتان میں اپنی حکومت کا آغاز کیا اور اس نے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور ملتان میں ایک آزاد اور خود مختار حکومت کی بنا ڈالی۔

سلطان قطب الدین محمود لنگاہ ایک اولوالعزم شخص تھا جو اعلیٰ انتظامی قابلیتوں کا مالک تھا اس نے جلد ہی ملتان کے گرد و نواح طوائف الملوکی پر قابو پالیا اور ملتان کے باشندے بھی اس کی حکومت پر جلد رضامند ہو گئے شیخ یوسف قریشی سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی تبدیلی حکومت سے خوش نہ ہوا ان کا خاندان کئی پشتوں سے دہلی کے حکمرانوں کا دم بھرتا تھا(۲) اس نے سلطان دہلی کے اشارہ پر ملتان کی نئی حکومت کے خلاف فتنہ و فساد کا آغاز کیا اور حالات اس نہج پر پہنچے کہ سلطان قطب الدین لنگاہ نے آغاز حکومت کے چند سال بعد شیخ یوسف قریشی کو قلعہ ملتان سے نکال دیا اور قلعہ ملتان کے شمالی دروازہ کو اینٹوں سے بند کر دیا(۳) سلطان قطب الدین کے دور کا دوسرا اہم واقعہ سلطان محمود خلجی حکمران مالوہ کا ملتان پر براستہ **جیسلمیر** دھاوا تھا مالوہ کی فوج صحرا میں سے بلائے ناگہانی کی طرح حدود ملتان میں آگئی لیکن سلطان قطب الدین نے اس اچانک حملہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور سلطان محمود خلجی بے نیل و مرام واپس چلا گیا(۴)

سلطان قطب الدین لنگاہ اس حملہ کے دو سال بعد سال ۱۴۶۹ء میں فوت ہو گیا اس کا جانشین اس کا بیٹا سلطان حسین لنگاہ ہوا قطب الدین لنگاہ ملتان کا پہلا کامل آزاد حکمران تھا

سلطان قطب الدین لنگاہ پر شیخ یوسف قریشی سے دغابازی کا الزام اور اس کی حقیقت

تاریخ معصومی۔ طبقات اکبری۔ تاریخ فرشتہ اور تذکرۃ الملتان اور دیگر تواریخ کے مصنفین نے تاریخ بہادر شاہی کے حوالے سے سلطان قطب الدین لنگاہ پر شیخ یوسف قریشی سجادہ نشین درگاہ حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی سے دغا بازی کر کے حکومت ملتان ہتھیانے کا الزام عائد کیا ہے۔ ان سب تواریخ میں جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ تقریبا مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتا جلتا ہے (ح ۵) جو اس طرح ہے

(ح ۶) "جب ۸۴۷ھ مطابق ۴۴۔۱۴۴۳ عیسوی میں دہلی کی سلطنت کی فرمانروائی سلطان علاؤالدین محمد شاہ بن فرید شاہ بن مبارک شاہ بن خضر خان کے قبضہ میں آئی تو حکومت کا کام اور سلطنت کا انتظام درہم برہم ہو گیا ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ملتان کی ولایت مغول کے قہرمانی حملوں اور بار بار آنے کی وجہ سے حاکم سے خالی ہو گئی شیخ الطریقت شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے طبقہ عالیہ کی بزرگی ملتان کے باشندوں اور اس طرف کے تمام زمینداروں کے دلوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا اس علاقے کے تمام اعیان اشراف عوام اور جمہور باشندوں نے شیخ یوسف قریشی کو سلطنت و بادشاہی کے لئے منتخب کر لیا ملتان اوچ اور بعض قصبات میں ان کے نام کا خطبہ پڑھوا دیا اور وہ بھی حکومت کی مہمات کے انتظام میں مشغول ہو گئے فوج کے بڑھانے اور لشکر کے اضافہ میں لگ گئے زمینداروں کے دلوں کو جیت لیا۔ ملکی معاملات میں رونق اور ترقی ہوئی

اتفاق سے ایک روز رائے سہرہ جو لنگاہوں کی جماعت کا سردار تھا اور قصبہ سیوی اور اس طرف کا علاقہ اس سے متعلق تھا اس نے شیخ یوسف کو پیغام بھیجا کہ ہمیں موروثی طور سے ارادت و اعتقاد آپ کے سلسلہ خاندان سہروردیہ سے ہے اور دہلی کی سلطنت فتنہ و فساد سے خالی نہیں ہے کہتے ہیں کہ ملک بہلول نے دہلی پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھواتا ہے اگر حضرت شیخ یوسف قریشی لنگاہوں کے حال پر زیادہ سے زیادہ توجہ

فرمائیں اور ہم سب کو اپنا لشکر خیال کریں تو جو خدمت اور مہم سامنے آئے گی ہم اپنی جانیں فدا کر دینے میں گریز نہیں کریں گے فی الحال اپنی ارادت کے استحکام اور جان سپاری کے ثبوت میں اپنی لڑکی شیخ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور آپکو بطور داماد قبول کرتا ہوں شیخ یوسف یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور رائے سہرہ کی لڑکی سے نکاح کر لیا

وہ کبھی کبھی اپنی لڑکی کو دیکھنے کے لئے قصبہ سیوی سے ملتان آیا کرتا تھا اور مناسب تحفے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا تھا شیخ احتیاط کی وجہ سے اجازت نہیں دیتا تھا کہ رائے سہرہ ملتان میں مقیم ہو وہ بھی شہر کے باہر ٹھہرتا تھا اور تنہا اپنی لڑکی سے ملنے آیا کرتا تھا ایک مرتبہ وہ اپنے تمام آدمیوں کو لے کر ملتان کی طرف روانہ ہوا اور یہ چاہا کہ مکاری اور فریب و حیلہ کے ذریعے شیخ یوسف کو گرفتار کر کے خود ملتان کا حاکم بن بیٹھے جب وہ ملتان کے نواح میں پہنچا تو شیخ یوسف کے پاس پیغام بھیجا کہ اس مرتبہ میں تمام لنگاہوں کو اپنے ہمراہ لایا ہوں تاکہ میری جماعت کو ملاحظہ کر کے اس کے لحاظ سے خدمات میرے سپرد فرمائیں

شیخ یوسف سادہ لوح اور زمانہ کی مکاری اور دنیا کی دغا بازی سے غافل تھا انہوں نے مہربانی سے ملاقات کی رائے سہرہ واجبی طریقے سے ملاقات کرنے کے بعد ایک رات کو اپنے ایک خدمت گار کے ساتھ اپنی لڑکی سے ملاقات کے لئے آیا اور خدمت گار سے طے کر دیا کہ گھر کے کونے میں بکری کے بچے کو ذبح کر لے (ن ۔) اور ذبح شدہ کا خون ایک پیالہ میں لیکر میرے پاس آجائے جب خدمت گار نے اس خدمت کو انجام دے دیا تو رائے سہرہ نے خون کا وہ پیالہ پی لیا اور کچھ دیر کے بعد مکاری اور فریب سے چیخنے لگا کہ میرے پیٹ میں درد ہے اور وہ تھوڑی دیر کے بعد بے صبری اور خوف کا اظہار کرتا تھا آدھی رات کے قریب شیخ یوسف کے وکیلوں کو وصیت کی غرض سے بلایا اور ان وکیلوں کے سامنے خون کی قے کی اور وصیت کے دوران جس میں بے صبری اور خوف شامل تھا اپنے قرابت داروں اور عزیزوں کو کہ جو شہر کے باہر تھے آخری ملاقات کے لئے

بلایا چونکہ شیخ یوسف کے وکیلوں نے رائے سہرہ کا حال موت کے قریب دیکھ لیا تھا لہٰذا اس کے قرابت داروں اور عزیزوں کے آنے پر کوئی مضائقہ نہ سمجھا جب اس کے بہت سے آدمی قلعہ میں آگئے تو وہ سلطنت حاصل کرنے کے لئے بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنے معتبر نوکروں کو قلعہ کے چاروں دروازوں کی نگرانی اور حفاظت پر مقرر کردیا کہ شیخ یوسف کا کوئی نوکر قلعہ سے باہر نہ جانے پائے پھر شیخ یوسف کی خلوت سرا میں جاکر اس کو قید کرلیا

رائے سہرہ پر اس دغابازی کے الزام کا تنقیدی جائزہ

رائے سہرہ پر شیخ یوسف قریشی کے ساتھ دغابازی کرنے کے واقعہ کا سب سے اہم تعلق شیخ یوسف کے حکمران ملتان منتخب ہونے سے ہے اور وہ اس صورت میں ہے کہ کبھی حکومت ملتان دہلی کے کسی مقرر کردہ صوبہ دار کے اختیار میں نہ رہی ہو تو ایسی صورت میں شیخ یوسف قریشی کا انتخاب بطور حکمران ممکن ہو سکتا تھا لیکن واقعات ملتان سے ایسی صورت حال ثابت نہیں ہوتی۔ سید خاندان کے چوتھے بادشاہ کے دور تک ملتان دہلی کی حکومت کے ماتحت تھا دہلی کے تذکرہ نویسوں کی رو سے جب سید محمد شاہ بادشاہ دہلی نے ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء میں ملتان کا دورہ کیا تو ملتان میں امن امان قائم کرنے کے لئے ملتان کی حکومت خانخانان بہلول خان لودھی کے سپرد کر دی(ن ۸)ان دنوں بہلول خان لودھی سرہند کا صوبہ دار تھا اور امیر الامراء اور میر بخشی کے عہدہ پر فائز تھا بادشاہ اس کی بے پناہ طاقت سے خائف تھا اس نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت بہلول خان لودھی کو دار الحکومت دہلی سے دور رکھنے کے لئے ملتان کی صوبہ داری سپرد کی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بہلول خان لودھی نے بادشاہ کی چال بھانپ کر جان بوجھ کر ملتان کی طرف توجہ نہ دی اور اسے اپنے ملازمین کے سپرد کر دیا تا آنکہ رائے سہرہ لنگاہ نے ملتان پر بزور قبضہ کر کے اپنی سلطنت کی بنا ڈالی(ن ۹)اس تمام عرصہ میں صوبہ ملتان دو سال کے عرصہ کے لئے

کبھی بھی دہلی کے حکمرانوں کے صوبہ دار یا ناظم کے انتظام کے بغیر نہیں رہا اسی دوران دہلی میں پرچہ نویسوں نے اطلاع دی کہ رائے سہرہ نے خانخانان کے ملازمین کو ملتان سے نکال کر ملتان پر قبضہ کر لیا ہے (ح ۱۰) رائے سہرہ کے ملتان پر قبضہ کی مصدقہ اطلاع سال ۸۴۱ھ بمطابق ۱۴۳۸ء میں دہلی میں موصول ہوئی اس طرح دہلی کے حکمران خاندان غلاماں کے دور یعنی ۱۱۹۳ء سے لیکر ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء تک ایک روز کے لئے بھی ملتان سے دست بردار نہ ہوئے اسی وجہ سے شیخ یوسف قریشی کی بطور حکمران ملتان انتخاب بعید از قیاس و حقیقت ہے نیز طبقات اکبری جس میں دغابازی والی کہانی تفصیل کے ساتھ درج ہے کے مطابق رائے سہرہ نے بہلول لودھی کے تخت دہلی پر قبضہ کے بعد شیخ یوسف قریشی سے ملتان کی حکومت چھینی اس وجہ سے غلط ہے کہ رائے سہرہ ۱۴۳۸ء میں ملتان پر قابض ہوا جبکہ بہلول لودھی نے اپنے نام کا خطبہ ۱۸ جنوری ۱۴۵۲ مطابق ۲۰ ذوالحج ۷۵۵ھ کو پڑھوایا اور تخت دہلی پر جلوس کیا اس طرح سے رائے سہرہ بہلول لودھی کے بادشاہ بننے سے چودہ سال پہلے ملتان پر قبضہ کر چکا تھا اس افسانہ میں اس بات کا ذکر کہ یوسف قریشی ملتان سے نقل مکانی کر کے بہلول لودھی کے دربار میں دہلی میں حاضر ہو گیا اور وہیں رہنے لگا بھی بے سروپا ہے رائے سہرہ تو ملتان کا حکمران سال ۱۴۳۸ء سے بن چکا تھا اگر اس نے شیخ یوسف سے حکومت چھیننے کے بعد اسے ملتان سے نکال دیا اور شیخ یوسف دہلی چلا گیا تو پھر شیخ یوسف قریشی سید محمد شاہ کے دور میں دہلی گیا ہو گا لیکن اس باب کے ابتداء میں جن تاریخوں کے نام درج کئے گئے ہیں وہ سب متفق ہیں کہ شیخ یوسف نے دو سال حکومت کی اور اسے رائے سہرہ نے بہلول لودھی کے عہد حکومت میں ملتان سے نکال دیا ان کی یہ بات واقعات سے ثابت نہیں ہوتی طبقات اکبری کے مطابق بہلول لودھی نے تخت نشین ہوتے ہی ملتان کے لنگاہوں کی آزاد حکومت کے خلاف کاروائی شروع کر دی اور جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جب رائے سہرہ لنگاہ کو بہلول لودھی کے ملتان کے خلاف بدارادوں کا علم ہوا تو اس نے شیخ یوسف قریشی جو خاندانی لحاظ سے بادشاہ دہلی کا نمک خوار تھا کو حفظ ماتقدم کے طور پر ملتان سے نکال دیا اور خانقاہوں کی زیارت پر پابندی عائد کر دی جس پر

ایک روحانی پیشواء پر سختی کرنے کی پاداش میں اور خانقاہوں کی زیارت پر پابندی عائد کرنے پر اس کے خلاف بے سروپاء الزامات لگائے گئے جن میں سے شیخ یوسف قریشی کے ساتھ دغا بازی والا افسانہ بھی تحریف ہوا میرے خیال میں دغا بازی والا واقعہ دہلی کے سرائے والوں کی گپ شپ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور حقیقتاً رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین لنگاہ نے خانخاناں سے صوبہ ملتان چھینا نیز تاریخ کی کتابوں سے شیخ یوسف قریشی کا دہلی جانا ثابت نہیں ہے البتہ اس کے بیٹے عبداللہ قریشی کا دہلی جانا ثابت ہے جہاں سلطان بہلول لودھی نے اپنی بیٹی کا عقد اس کے ساتھ کر دیا[۱۱] ہو سکتا ہے بہلول لودھی اس کی شہ پر اور اپنے داماد کی بہبود کے لئے ملتان حاصل کرنا چاہتا ہو یا دہلی کی مرکزی حکومت ملتان جیسے اہم صوبہ کی بازیابی کے لئے کوشاں ہو۔

حواشی باب سوئم

۱:۔ زبدۃ التواریخ صفحہ ۲۵۷

۲:۔ دہلی کے حکمران یکے بعد دیگرے شیخ یوسف قریشی کے بزرگوں کو ہندوستان کا شیخ الاسلام مقرر کرتے آئے تھے

۳:۔ یہ دروازہ حضرت غوث صاحب کے مزار واقعہ قلعہ ملتان کے شمال میں واقعہ تھا اور اسے خضری دروازہ کہتے تھے ملتان کے حکمران حضرت غوث صاحب کے خانوادہ کے مزارات کی زیارت کے لئے لوگوں کو اس دروازہ سے قلعہ میں داخل ہونے دیتے تھے

۴:۔ آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۰۴۷ سلطان محمود خلجی سال ۱۴۳۶ء میں تخت نشین ہوا اور سال ۱۴۶۹ء میں فوت ہوا

۵:۔ شیخ یوسف قریشی حضرت شیخ اسماعیل شہید قریشی کے پڑپوتے کے بیٹے تھے اور حضرت شیخ اسماعیل قریشی حضرت شیخ رکن عالم کے حقیقی بھائی اور حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے پوتے تھے یعنی اس طرح شیخ یوسف قریشی حضرت غوث بہاؤ الدین ذکریا قریشی کی چھٹی پشت سے تھے

۶:۔ بحوالہ طبقات اکبری جس میں بالتفصیل یہ واقعہ درج کیا گیا ہے ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۰۷ تا ۵۰۹

۷:۔ فرشتہ شیخ کے خون کا ذکر کرتا ہے آئین اکبری میں اس واقعہ کا ذکر ہے صرف یہ تحریر ہے کہ رائے سہرہ نے محل میں آمد و رفت جاری کی اور تخت ملتان پر کسی سازش سے قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا صفحہ ۱۰۴۷

۸:۔ کئی تذکروں میں یہ بات درج ہے کہ بہلول خان لودھی گورنر ملتان تھا لیکن سال تقرری درج نہیں ہے

۹:۔ زبدۃ التواریخ صفحہ ۲۵۷

۱۰:۔ طبقات اکبری میں ایک جگہ یہ تحریر ہے کہ دہلی کا بادشاہ سید محمد شاہ سال ۱۴۳۵ء میں ملتان گیا جہاں اس نے اس صوبہ کا انتظام خان جہان کے سپرد کیا اب یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ سوا"

خانخانان کی بجائے خانجہان لکھا گیا ہے یا اس دور میں کوئی امیر خانجہان کہلاتا تھا اور وہ کون تھا ملاحظہ کریں طبقات اکبری صفحہ ۴۱۸ جلد اول

۱۱:- زبدۃ التواریخ صفحہ ۴۷

باب چہارم

سلطان حسین خان لنگاہ اول

جب سلطان قطب الدین لنگاہ فوت ہو گیا تو اسے کو اسکی وصیت کے مطابق حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے مزار واقعہ اچ کے نزدیک دفن کیا گیا(ن۱) اس بزرگ سے سلطان قطب الدین لنگاہ بے حد عقیدت رکھتا تھا اور ان کا مرید تھا مراسم تعزیت و ماتم گساری کے بعد سلطان قطب الدین کی سلطنت کے امراء وارا کین نے اسکے بڑے لڑکے کو مسند نشین کیا جس نے سلطان حسین لنگاہ کے لقب سے کاروبار حکومت کا آغاز کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ وہ نہایت قابل مستعد صاحب داعیہ صاحب علم و ذکا اور خدا کی مہربانیوں کا مستحق شخص تھا اس کی حکومت کے زمانے میں علم و فضیلت کا درجہ بہت بلند ہو گیا اور علماء فضلاء کی بے حد سرپرستی ہوئی(ن۲)

فتوحات کا آغاز

سلطان قطب الدین لنگاہ نے اپنی زندگی میں ملتان اور اچ اور ان دو شہروں کے ارد گرد اور مابین علاقہ فتح کر کے اپنی سلطنت کی حدود مستحکم کی تھیں لیکن سلطان حسین لنگاہ نے تخت سلطنت پر جلوس کرتے ہی ملحقہ علاقوں پر ترک و تاز کا آغاز کیا اور اس سلسلہ میں اس نے نہ صرف معقول تعداد فوج اکٹھی کی بلکہ لاتعداد سامان حرب بھی جمع کیا

شور کوٹ کی فتح

جب جنگی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو سلطان حسین لنگاہ نے دریا عبور کر کے شور کوٹ کا رخ کیا اس زمانے میں قلعہ شور کوٹ غازی خان کی تحویل میں تھا جب غازی خان کو

سلطان حسین لنگاہ کی اپنے علاقے میں پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ تیاری کر کے قلعہ شور کوٹ سے فوج کو باہر لے آیا اور دس کوس آگے بڑھ کر جرات و مردانگی سے سلطان حسین لنگاہ سے مقابل آراء ہوا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کی اور شور کوٹ پہنچ کر سامان قلعہ داری بہم پہنچا کر دفاع قلعہ شور کوٹ کا انتظام اپنے اہل و عیال و عزیز و اقارب کے سپرد کر کے خود سید خان حاکم بھیرہ کی طرف چلا گیا تاکہ کمک لائی جا سکے غازی خان کے اہل و عیال قلعہ شور کوٹ کو مستحکم کر کے محصور ہو کر بیٹھ گئے اسی اثنا میں حسین خان نے سختی سے قلعہ شور کوٹ کا محاصرہ شروع کر دیا لیکن محصورین نے بھی زبردست دفاع کیا ان کو یقین تھا کہ سلطان حسین لنگاہ آخر تنگ آ کر بے نیل و مرام واپس چلا جائے گا محصورین نے اپنی امداد کے لئے بھیرہ چنیوٹ اور خوشاب آدمی بھیجے یہ سب علاقے سید خان کے زیر انتظام تھے لیکن کسی جگہ سے کوئی امداد نہ آئی نہ ہی غازی خان واپس آیا جب محصورین کمک پہنچنے سے بالکل مایوس ہو گئے اور محاصرہ کی سختی میں بھی اضافہ ہو گیا تو انہوں نے امان طلب کر کے قلعہ سلطان حسین لنگاہ کے سپرد کر دیا (ن ۳)

چنیوٹ کی فتح

سلطان حسین لنگاہ نے قلعہ شور کوٹ پر قبضہ کرنے کے بعد چند یوم قلعہ اور اس کے گردونواح کے علاقے کے انتظام درست کرنے میں صرف کئے اس کے بعد فوج کو لیکر چنیوٹ پر چڑھائی کر دی چنیوٹ کا قلعہ دار ملک مانجھی کھوکھر تھا جو سید خان کا ملازم تھا اس نے چند روز قلعہ بند ہو کر سلطان حسین لنگاہ کی قلعہ پر ترک و تاز کو برداشت کیا لیکن بالآخر محاصرہ کی سختی برداشت نہ کر سکا اور چپکے سے قلعہ چنیوٹ سلطان حسین لنگاہ کے سپرد کر کے بھیرہ چلا گیا سلطان حسین لنگاہ چند یوم چنیوٹ اور اس کے ارد گرد کے علاقے کے انتظام میں صرف کرنے کے بعد واپس ملتان لوٹ آیا (ن ۴)

کوٹ کروڑ کی فتح

چنیوٹ سے واپس آنے کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے چند یوم ملتان میں آرام کیا اس کے بعد اس نے فتوحات کا رخ علاقہ کوٹ کروڑ کی طرف پھیرا اور ہمت کر کے نہ صرف کوٹ کروڑ (علاقہ لیہ) فتح کر لیا(ن ۵) بلکہ اپنی فتوحات کا سلسلہ دھنکوٹ سے بھی آگے لے گیا اور سندھ ساگر دواب میں ایک وسیع و عریض علاقہ اپنے قبضہ میں لے آیا ان دنوں دودائی بلوچ(ن ۶) ارغونوں سے شکست کھا کر سندھ سے بھاگ کر سلطان حسین کی سلطنت میں آئے ہوئے تھے سلطان نے انہیں اپنی نئی مقبوضات میں آباد کر دیا(ن ۷) اور ان کی خوب دل جمعی کی

سلطان حسین کے بھائی کی بغاوت

سندھ ساگر دواب فتح کرنے کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے اس علاقہ کا انتظام اپنے حقیقی بھائی کے سپرد کر دیا تھا جس نے کوٹ کروڑ کو اپنا مستقر بنا کر حکومت کا آغاز کیا لیکن شورہ پشت طبیعت نے چین لینے نہ دیا اور جیسے ہی سلطان ملتان پہنچا اس نے بغاوت کر کے اپنا لقب سلطان شہاب الدین لنگاہ اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اس موقع پر سلطان حسین لنگاہ بڑی تیزی سے ملتان سے کوٹ کروڑ پہنچا اور بے مثال جرات اور پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کوٹ کروڑ کی قلعہ بندیوں کو توڑ کر شہاب الدین کو گرفتار کر کے آہنی بیڑیاں پہنا کر ملتان ساتھ لے آیا اور کوٹ کروڑ کے علاقے میں ہر طرف امن کا ڈنکا بجا دیا۔(ن ۱)

باربک شاہ لودھی اور تاتار خان کا ملتان پر حملہ

خانخانان بہلول خان لودھی نے سال ۱۴۵۰ء میں سید خاندان کے آخری حکمران دہلی کی استدعا پر تخت دہلی پر جلوس کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا وہ جدی ملتانی (ن ۹) تھا اسے ملتان پر لنگاہوں کے قبضہ کا کافی قلق تھا سال ۱۴۳۸ء میں جب رائے سہرہ لنگاہ نے اس کے ملازمین کو ملتان سے نکال کر ملتان پر قبضہ کیا تھا تو ان دنوں اس کی نگاہیں تخت دہلی پر لگی ہوئی تھیں اس لئے اس نے ملتان کی بازیابی کو زیادہ اہمیت نہ دی جب وہ دہلی پر قابض ہو گیا تو اسکے ابتدائی سال اپنی حکومت کو مستحکم کرنے میں صرف ہو گئے اور وہ تقریباً ۲۵ سال تک جون پور کے حکمرانوں کے قلع قمع میں مصروف رہا اپنی حکومت کے قیام کے چند سال بعد اس نے ملتان کی لنگاہ حکومت کے خلاف لشکر کشی کے لئے تیاری کی اور سرہند تک آیا تھا لیکن جون پور کی طرف سے دہلی (ن ۱۰) پر حملہ کے خطرہ کی وجہ سے واپس لوٹ گیا سلطان حسین لنگاہ کو دہلی کے سلطان کے ملتان کے خلاف غلط ارادوں کا پوری طرح احساس تھا اس نے اس لئے بلوچستان سے بلوچوں کی کثیر تعداد کو بلا کر اپنے مقبوضات میں جاگیریں دیکر آباد کر دیا اور ان کو اپنی فوجوں میں بھرتی کر کے فوجی طاقت میں اضافہ کر لیا جب سلطان حسین کے بھائی نے اس کے خلاف بغاوت کی تو سلطان بہلول لودھی کو یقین ہو گیا کہ ملتان میں لنگاہ حکومت اندر سے کھوکھلی ہے چنانچہ اس نے ان دنوں جب سلطان حسین لنگاہ دھنکوٹ گیا ہوا تھا ملتان کی فتح کے لئے اپنے بیٹے باربک شاہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا نیز تاتار خان لودھی گورنر پنجاب کو ہدایت کی کہ وہ بھی پنجاب کے لشکر کے ساتھ باربک شاہ کی امداد کرے (ن ۱۱) اور ملتان کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرائے چنانچہ باربک شاہ اور تاتار خان متواتر کوچ کرتے ہوئے ملتان کی طرف روانہ ہو گئے

جب سلطان حسین لنگاہ اپنے بھائی کی بغاوت فرو کر کے واپس آ رہا تھا تو اسے جاسوسوں نے مطلع کیا کہ باربک شاہ اور تاتار خان کا متحدہ لشکر ملتان کی حدود میں عید گاہ کے قریب جو شہر کے شمال کی طرف ہے (ن ۱۲) آ گیا ہے اور محاصرہ کی تیاری میں مصروف ہیں

سلطان حسین لنگاہ راتوں رات دریائے سندھ (ن ۱۳) کو عبور کر کے رات کے آخری حصہ میں قلعہ ملتان میں پہنچ گیا اور اس وقت اپنی تمام فوج کو کہا کہ جو صبح کو دشمن کی فوج سے مقابل آرا ہونا چاہتے ہیں اور شمشیرزنی کے لئے تیار ہیں وہ میرے ساتھ رہیں اور باقی قلعہ میں چلے جائیں اور قلعہ داری کے انتظام میں مصروف ہو جائیں چنانچہ اس کے بارہ ہزار سوار و پیادہ جان نثار جان ہتھیلیوں پر رکھ کر اسکے جھنڈے تلے دشمن سے مقابلہ کے لئے جمع ہو گئے صبح کو اسنے طبل جنگ بجا کر تیراندازی سے جنگ کا آغاز کیا (ن ۱۴) جب ہزاروں تیر ملتانیوں کی طرف سے دشمن پر برسے تو دشمن کی فوج میں سخت انتشار اور اضطراب پھیل گیا اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی اور دشمن کے دل میں اسقدر خوف بیٹھا کہ فرار ہونے کے دوران جب وہ بھاگتے ہوئے قلعہ شور کوٹ پہنچے تو وہ مطلق قلعہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چنیوٹ تک انہوں نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اس شکست سے سلطان حسین کی کامیابی کے ڈنکے ہر طرف بجنے لگے اور ملتان کے لشکر کو خوب سامان جنگ اور دیگر اسباب لوٹ میں ہاتھ آیا

چنیوٹ کی بربادی

جب بارک شاہ اور تاتار خان چنیوٹ پہنچے تو انہوں نے سلطان حسین کے قلعہ دار کو مع تین ہزار آدمیوں کے عہد و پیمان کر کے قلعہ سے باہر نکالا اور پھر دھوکہ سے قتل کرا دیا اور چنیوٹ کو برباد کر دیا (ن ۱۵)

سہراب خان اور فتح خان کی ملتان آمد

جب بلوچوں کے ساتھ سلطان حسین لنگاہ کے حسن سلوک کا شہرہ ہوا تو کافی تعداد میں مزید بلوچ بلوچستان سے نقل مکانی کر کے روزگار کی تلاش میں ملتان میں حدود سلطنت لنگاہ

میں آگئے چنانچہ ایک ابنوہ کثیر کے ساتھ ملک سہراب دودائی والد اسماعیل خان اور فتح خان بھی سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ملازمت کا خواستگار ہوا (ن ۱۶) سلطان حسین لنگاہ نے بلوچوں کو اپنا بازوئے شمشیر زن بنانے کے لئے اور انکا دل جیتنے کے لئے تمام بلوچوں کو سہراب خان کی سرکردگی میں دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر اپنی مقبوضات جاگیر کر دیں انکی اس عزت افزائی اور قدر دانی کا شہرہ سن کر دیگر اقوام بلوچ بھی مکران سے کوچ کر کے ملتان آگئیں چنانچہ ان کو بھی حسب حیثیت قطعات اراضی عطا ہوئے (ن ۱۷) یہاں تک کہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بلوچ ہی بلوچ نظر آنے لگے چنانچہ اس وقت سے دریائے سندھ کے دونوں کناروں اور مغرب میں سلسلہ ہائے کوہ سلیمان کی وادیوں میں تمنداری سرداری اور زمینداری قوم بلوچ کی ہے اور وہی ان علاقوں میں مقتدر اور معزز خیال کئے جاتے ہیں بلوچوں کی آباد کاری سے اس تمام علاقہ میں امن و امان قائم ہو گیا اور رفتہ رفتہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر بلوچ آباد ہو گئے (ن ۱۸)

نہروں سے سمجھوتہ

سلطان حسین لنگاہ ایک طرف سے ان تمام علاقوں پر فوج کشی کر رہا تھا یا فوج کشی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو لاہور یا دہلی کے تابع تھے دوسری طرف اس نے اپنے ان ہمسایوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا جو نیم آزاد حکومت کر رہے تھے خصوصاً اسے نہروں کی اہمیت کا پورا احساس تھا نہر لودھی پٹھان تھے۔ (ن ۱۹) اور وہ بہلول خان لودھی کے رشتہ دار اسلام خان کی اولاد میں سے تھے انہوں نے لنگاہوں کے ملتان پر قبضہ کرنے سے کچھ عرصہ پہلے سیت پور ضلع مظفر گڑھ کے علاقہ میں دہلی سے آزاد حکومت قائم کی تھی وہ ملتان کے بے حد قریب تھے نیز ان کی حکومت زیریں وادی سندھ اور دوآبہ چناب اور سندھ کے مابین پھیلی ہوئی تھی اور ان کا حلقہ اثر کشور تک چلا جاتا تھا یہ لودھی نہر

یعنی بھیڑیا اپنے ظالمانہ طرز عمل کی وجہ سے کہلاتے تھے سلطان حسین لنگاہ کو خدشہ تھا کہ اگر دہلی کی طرف سے ملتان پر حملہ ہوا تو کہیں نہر دہلی کی حکومت سے متحد ہو کر ملتان کو نقصان نہ پہنچائیں چنانچہ سلطان حسین نے بڑی کوششوں کے بعد سیت پور کے نہر حکمرانوں کو اپنا ہم نوا ہم جلیس اور اتحادی بنا لیا اور دونوں گھرانوں کے مابین صلح و آشتی کا تعلق اس قدر مضبوط ہو گیا کہ کبھی بھی اسمیں ذرا بھر دراڑیں نہ آئیں اور امن اور جنگ میں دونوں خاندان ایک دوسرے کے آئندہ دائمی ممد و معاون و حلیف بن گئے

حاجی خان میرانی کی آمد

دریائے سندھ کے پار کی مقبوضات میں بلوچوں کی آباد کاری سے شاہ حسین لنگاہ کو بے حد فائدہ ہوا تھا سہراب خان کے بیٹوں نے اپنے اپنے ناموں پر ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ فتح خان نامی شہر آباد کئے اور اپنے قبیلہ کے افراد میں اراضیات تقسیم کر کے کافی اراضی قابل کاشت بنائی اور حکومت کی آمدنی میں اضافہ کیا ابھی زیریں سندھ کا علاقہ لنگاہوں کے کنٹرول میں نہیں تھا اور آئے دن نہروں سے سرحدی تنازعات ہو جاتے تھے چنانچہ اسی زمانے میں حاجی خان میرانی نامی سردار سلطان حسین خان کی خدمت میں حاضر ہوا جسے سلطان نے زیریں وادی سندھ کا انتظام سونپ دیا وہ ملتان سے واپس جا کر سانگڑھ سے جنوب میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر قابض ہو گیا اور آہستہ آہستہ طاقت پکڑنے لگا (۱۰) اور بعد ازاں اس نے اپنے بیٹے غازی خان کے نام پر ڈیرہ غازی خان کا شہر آباد کیا (۲۰)

جام بایزید اور جام ابراہیم کی سندھ سے ملتان آمد

سلطان حسین خان لنگاہ کی کرم بخشی اور انسان دوستی کا شہرہ دور نزدیک پھیلا ہوا تھا

اور لوگ جوق در جوق اس کی ملازمت کے لئے آتے تھے اور وہ ہر ایک کو اس کے مرتبے کے مطابق گذر اوقات کا سامان مہیا کرتا تھا چنانچہ اس زمانہ میں جام بایزید اور جام ابراہیم جو سمہ قبیلہ کے اہم سردار تھے(ن ۲۲) جام نظام الدین عرف جام نندا حاکم سندھ(ن ۲۳) سے ناراض ہو کر سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں ملتان حاضر ہوئے چونکہ جام بایزید سلطان حسین کا حقیقی ماموں تھا اس لئے سلطان حسین نے انکی بہت تعظیم و تکریم کی شور کوٹ کا علاقہ جام بایزید کو اور اوچ کا علاقہ جام ابراہیم کے سپرد کر دیا اور ان دونوں کو ان علاقوں کے انتظام کے لئے روانہ کر دیا(ن ۲۴)

جام بایزید فضائل علمی سے زیادہ بہرہ ور نہ تھا لیکن ہمیشہ اہل علم کے ساتھ صحبت رکھتا تھا جہاں کہیں کسی عالم کے متعلق سنتا تھا تو اس کے حال پر اس قدر عنایت کرتا تھا کہ وہ بے اختیار ہو کر جام بایزید کی محبت میں چلا آتا تھا اور پھر جام بایزید سے تعلق ختم نہ کرتا تھا کہا جاتا ہے کہ جام بایزید نے علامہ شیخ جلال الدین قریشی جو شیخ حمید الدین حاکم قریشی کی اولاد میں سے تھے اور جنہوں نے خراسان میں مختلف علوم کی تحصیل کی ہوئی تھی اور اپنے وقت کے متبحر عالم تھے باوجودیکہ ان کی ظاہری بینائی بہت کم ہو گئی تھی ان کو بلا کر بہت کوشش سے شیخ الاسلام کا عہدہ ان کے سپرد کر دیا اور تمام ملکی معاملات کے اختیارات انکو دے دیئے

جام بایزید اپنی قیمتی عمر کو اہل علم و فضل کی صحبت میں گزارتا تھا احکام خدا کی اس قدر پابندی کرتا تھا کہ ایک مرتبہ قلعہ شور کوٹ میں ایک عمارت کی بنیاد کھدواتے ہوئے اتفاق سے ایک خزانہ نکل آیا اس پر خود قبضہ نہیں کیا بلکہ وہ سارا خزانہ سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں ملتان بھیج دیا اس کے اس عمل سے سلطان حسین لنگاہ اس کا اور زیادہ معتقد ہو گیا(ن ۲۵)

سندھ کے جام نظام الدین سمہ سے دوستانہ تعلقات

والئے سندھ جام نظام الدین عرف جام نندا سمہ خاندان کا ایک نامور حکمران تھا وہ

سلطان حسین لنگاہ والئے ملتان کا ہم عصر تھا اس نے اپنے ارد گرد کے کسی مسلمان حکمران کے خلاف کبھی بھی کوئی جارحانہ کوشش نہیں کی تھی اس کی امن پسندی ضرب المثل تھی اس کے سلطان حسین لنگاہ سے بے حد برادرانہ تعلقات تھے دونوں حکمران ایک دوسرے کو نفیس تحائف بھیجتے رہتے تھے اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی متواتر رہتا تھا اور وہ ایک دوسرے کے یارومددگار تھے (ن ۲۶)

سلطان سکندر لودھی سے معاہدہ صلح

سلطان بہلول لودھی سال ۱۴۵۲ء سے ۱۴۸۸ء تک سریر آرائے تخت دہلی رہا وہ جب تک زندہ رہا لنگاہوں کے ملتان پر تسلط کے خاتمے کے لئے کچھ نہ کچھ کرتا رہا اسے سلطان قطب الدین لنگاہ کے ہاتھوں ملتان سے ہاتھ دھونے کی خفت اٹھانی پڑی تھی ملتان اس کے اجداد کا وطن تھا اس کی جائے پیدائش تھا اسے رہ رہ کر ملتان یاد آتا تھا چنانچہ دو مرتبہ اس نے ملتان پر فوج کشی بھی کی ایک دفعہ اس نے اپنی سرکردگی میں ملتان کا رخ کیا سرہند تک پہنچا تھا کہ سلطان محمود شرقی والئے جونپور نے دہلی کا محاصرہ شروع کر دیا جس پر وہ ملتان کی مہم کو ترک کر کے جلدی واپس دارالسلطنت کو بچانے کے لئے لوٹا دوسری مرتبہ اس نے شہزادہ باربک شاہ اور تاتار خان کی سرکردگی میں ملتان پر حملہ کرایا لیکن وہ حملہ کافی جانی و مالی نقصان کے بعد ناکام ہو گیا اس کے بعد بھی وہ دہلی سے ملتان کے حکمرانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا وہ اپنے داماد شیخ عبداللہ قریشی پسر شیخ یوسف قریشی کو ملتان کی حکومت پر متمکن کرانا چاہتا تھا لیکن وہ جیتے جی اپنے ان مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا سال ۱۴۸۸ء میں سلطان بہلول لودھی فوت ہو گیا اور اس کا نظام خان نامی بیٹا سلطان سکندر لودھی کا لقب اختیار کر کے سریر آرائے سلطنت دہلی ہوا اس موقع پر سلطان حسین لنگاہ نے سلطان سکندر لودھی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایک تعزیت نامہ اور ایک

تہنیت نامہ ملتان کے قیمتی تحفوں نفائس اور ھدیوں کے ساتھ ایلچیوں کی معرفت سلطان سکندر لودھی کی خدمت میں بھیجا اور آشتی اور صلح کی تحریک کی(ن ۲۷) سلطان سکندر لودھی نے مشرقی ہندوستان اور جنوبی ہندوستان میں فتوحات کا آغاز کرنے سے پہلے اپنی سلطنت کے شمالی مغربی طرف حالت امن قائم کرنے کو ریاستی حکمت عملی قرار دیا اور سلطان حسین لنگاہ کے دوستی کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو گرم جوشی سے تھاما چونکہ سلطان سکندر لودھی میں شریعت کی پاسداری اور خدا پرستی زیادہ تھی لہذا وہ ملتان کے حکمران سے صلح پر راضی ہو گیا اور ہر دو فریقین نے آپس میں صلح کر لی شرائط معاہدہ صلح حسب ذیل تھیں

۱:۔ فریقین آپس میں اتحاد اور اتفاق رکھیں گے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے

۲:۔ ہر ایک حکمران اپنے مملوکہ اور مفتوحہ علاقے پر قانع اور قابض رہے گا اور دوسرے کے علاقے میں تجاوز نہ کرے گا اور کسی کی فوج اپنی سرحد سے تجاوز نہ کرے گی

۳:۔ اگر کسی کو مدد و معاونت کی ضرورت ہو تو دوسرا فریق اس کی مدد کرنے سے پہلو تہی نہ کرے گا

جب عہد نامہ لکھا گیا تو امراء و اراکین سلطنت کی شہادتوں سے اس معاہدہ کو مکمل کیا گیا اور سلطان سکندر نے حکومت ملتان کے ایلچیوں کو خلعتیں دیکر رخصت کر دیا(ن ۲۸)

سلطان مظفر شاہ گجراتی سے مراسم دوستی

سلطان حسین لنگاہ نے ملتان کی سلطنت کی مضبوطی کے لئے تمام ہمسایوں سے دوستانہ روابط مستحکم کئے ہوئے تھے جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اسنے سیت پور کے نہر حکمرانوں سے حالت امن و جنگ میں اتحاد کیا ہوا تھا سندھ کے سمہ حکمرانوں سے بھی اخلاص یگانگت اور محبت کے رشتے استوار کئے ہوئے تھے دہلی کے لودھی حکمران سے

معاہدہ صلح کر کے ادھر سے کسی ممکنہ خطرہ کا سد باب بھی کر دیا تھا سلطان کی جنوبی حدود اباڑو اور ہروائی کے قلعہ جات تک چلی جاتی تھی جہاں سے حکومت گجرات کی حدود بالکل نزدیک تھیں۔ سلطان حسین لنگاہ کے والد کے دور میں دور دست مالوہ کے حکمران سلطان محمود خلجی نے ملتان پر حملہ کیا تھا۔ گجرات مالوہ سے نزدیک تر ہمسایہ تھا جنوب مشرق کی طرف سے اپنی مملکت پر ممکنہ حملہ کے سد باب کے لئے سلطان حسین لنگاہ نے گجرات کے سلطان محمود شاہ کی طرف بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہوا تھا اور تحفہ تحائف اور ملتان کی نفیس سوغاتیں بھیج کر مضبوط تعلقات استوار کئے ہوئے تھے دونوں حکمران ایک دوسرے سے گاہے بگاہے خط و کتابت کرتے تھے اور دونوں طرف سے رسل رسائل کا سلسلہ کھلا ہوا تھا ایک دفعہ سلطان حسین لنگاہ نے ملتان سے گجرات کے سلطان مظفر شاہ کی خدمت میں قاضی محمد کو سفیر بنا کر بھیجا اس سفارت کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملتان کا سفیر احمد آباد کی عالی شان عمارات کے نقشے اور وہاں سے فن تعمیر کے ماہر ہمراہ لائے تاکہ ملتان کو بھی عالی شان عمارات سے مزین کیا جا سکے (ت ۲۰) نیز سلطان حسین لنگاہ نے گجرات کے مدرسوں کی بڑی تعریف سنی تھی اور چاہتا تھا کہ ملتان کا تعلیم کا نظام گجرات کے نظام تعلیم سے ملتا جلتا قائم ہو جائے چنانچہ ملتانی سفیر کو ان سب امور کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ہدایات دی گئیں تھیں۔ قاضی محمد کو سلطان حسین نے ہدایت کی کہ جب وہ سلطان مظفر سے رخصت ہونے لگے تو اس سے عرض کر کے گجرات کی عمارات کی سیر کرنے کی اجازت حاصل کرلے جب قاضی محمد احمد باد پہنچا تو اسنے تحفے وہدایہ پیش کر کے رخصت کے وقت گجرات کی عمارات کی سیر کی استدعا کی جس پر سلطان مظفر نے اپنے خدمتگار کو ہمراہ بھیج کر قاضی محمد کو گجرات کی عمارات کی سیر کرادی جب قاضی محمد گجرات سے ملتان آیا اور سلطان حسین لنگاہ کو تمام مطلوبہ معلومات بہم پہنچادیں اور اس نے چاہا کہ سلاطین گجرات کی عمارات کی خوبیوں کا کچھ ذکر کرے لیکن اس نے خود کو انکی تعریف سے قاصر پایا اور گستاخانہ عرض کی کہ اگر مملکت ملتان کی تمام آمدنی ایک محل کی تعمیر پر صرف کر دی جائے تو معلوم نہیں کہ تب بھی ویسی عمارت پوری تعمیر ہو سکے گی یا نہیں

سلطان حسین اس بات کو سننے سے رنجیدہ اور مغموم ہوا عماد الملک وزیر اعظم نے ہمت کر کے عرض کی کہ حضور کی سلطنت تاقیامت قائم رہے آپ کے رنج کا سبب معلوم نہیں ہوا سلطان حسین لنگاہ نے کہا کہ میرے رنج کا سبب یہ ہے کہ میں بادشاہ کہلاتا ہوں لیکن بادشاہی کی حقیقت سے محروم ہوں اگرچہ قیامت کے دن میرا حشر بھی بادشاہوں کے ساتھ ہو گا وزیر اعظم عماد الملک نے کہا بادشاہ کو اس بات کا رنج نہیں کرنا چاہیے اس وجہ سے کہ خداوند کریم نے ہر مملکت میں ایک بزرگی رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری مملکتوں سے معزز و محترم ہوتی ہے

اگرچہ گجرات دکن مالوہ بنگالہ کی مملکتیں زرخیز ہیں اور عیش و عشرت کے سامان وہاں اچھی طرح میسر ہیں لیکن مملکت ملتان مردم خیز ہے اس لئے ملتان کے بزرگ جہاں کہیں گئے ان کا عزت و احترام کیا گیا الحمداللہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا قدس سرہ کے طبقہ عالیہ سے چند لوگ موجود ہیں جو تمام کمالات کے مالک ہیں شیخ یوسف قریشی کی سلطان بہلول لودھی بے حد عزت کرتا تھا۔(ن ۳۰) اسی وجہ سے سلطان بہلول لودھی نے اپنی لڑکی کا رشتہ ان کے بیٹے سے کیا اس کی کس قدر عزت ہوتی ہے ان کو اور لوگوں پر ترجیح دی جاتی ہے اس طرح بخاری خاندان کے چند بزرگ اوچ اور ملتان میں موجود ہیں جو ظاہری و باطنی کمالات سے متصف ہیں اور حاجی عبدالوہاب کے فلسفہ و فکر میں کامل ہیں علماء کے طبقہ میں مولانا فتح اللہ اور ان کے شاگرد مولانا عزیز اللہ موجود ہیں جو ملتان کے باشندے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ہزاروں شاگرد ہیں (ن ۳۱) ایسے بزرگوں کے وجود پر ملتان تو کجا اہل ہندوستان کو فخر کرنا چاہیے جب اس قسم کی دلاویز باتیں وزیر اعظم نے کیں تو سلطان حسین لنگاہ کے دل سے کبیدگی دور ہو گئی (ن ۳۲)

سلطان حسین لنگاہ کی تخت سے دست برداری

جب سلطان حسین لنگاہ بوڑھا ہو گیا تو اسے اس بات کا سخت احساس ہو گیا کہ اس

کے قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں اور ایک حکمران کو جس قدر ذہنی اور جسمانی طاقت کا حامل ہونا چاہیے اس میں وہ طاقتیں مفقود ہو گئی ہیں تو اس نے ایک روز اپنے کاروبار حکومت سے دست برداری کا اعلان کر دیا اور اپنے بڑے لڑکے فیروز خان کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور خود ایک عام شہری کی طرح زندگی بسر کرنی شروع کر دی اور گوشہ نشین ہو کر ہمہ وقت قال اللہ و قال رسول کا شغل اختیار کر لیا اور علماء فضلاء کی مجلس میں بیٹھنے لگا اور عبادت الٰہی میں بے حد مصروف ہو گیا(۳۴)

حواشی باب چہارم

ا:۔ مقالہ "اچ" مطبوعہ پاکستان کواٹرلی سال ۱۹۵۵ء

۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۳:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۴:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۱

۵:۔ پندرھویں صدی میں دریائے سندھ اپنے موجودہ راستے سے بیس کوس مشرق میں موجودہ تھل کے وسط میں بہتا تھا اور لیہ مظفر گڑھ اور علی پور کے علاقے کی اراضیات اور بستیاں اور شہر جو آج کل سندھ کے مشرقی کنارے پر واقع ہیں اس صدی میں مغربی کنارے پر تھیں دریائے سندھ نے اٹھارویں صدی میں اچانک راستہ تبدیل کر لیا اور کافی علاقہ جو دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر تھا وہ مشرقی کنارے پر آگیا اور دریائے سندھ اس کے بعد متواتر اپنے مغربی کنارے کا کٹاؤ کرتا آتا ہے جس کے نتیجہ میں ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ غازی خان کے قدیم شہر دریا برد ہو چکے ہیں پندرھویں صدی میں کوٹ کروڑ اور دھنکوٹ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقعہ تھے آئین اکبری کی رو سے اکبر کے دور میں کوٹ مٹھن کے مقام پر دریائے سندھ وادی سندھ کے دوسرے دریاؤں ستلج وغیرہ سے نہ ملتا تھا بلکہ اچ کے بالمقابل شہر سلطان کے پاس دریائے سندھ دریائے پنجند سے ملتا تھا اور علی پور تحصیل کا پورا علاقہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقعہ تھا اچانک سال ۱۷۸۷ء میں دریائے سندھ اپنا سابقہ راستہ تبدیل کر کے اپنے موجودہ راستے پر چلا آیا اس سلسلہ میں تفصیل ملاحظہ کریں مظفر گڑھ گزیٹر سال ۱۹۰۸ء باب نمبر ا صفحات ۵، ۶

۶:۔ دودائی بلوچ ایک رند بلوچ باپ اور سرا ماں کے بطن سے پیدا ہوئے بڑھے پھلے پھولے ملاحظہ ہو گزیٹر ڈیرہ غازی خان صفحہ ۲۱

۷:۔ مرقع ملتان صفحہ ۲۰

۸:۔ اغلباً شہاب الدین کی بغاوت دہلی کی حکومت کی سازش سے ہوئی کیونکہ انہی دنوں دہلی کی طرف سے باربک شاہ لودھی نے ملتان پر حملہ بھی کر دیا تھا۔

۹:۔ سلطان بہلول لودھی کا دادا ملک بہرام لودھی شاہو خیل علاقہ روہ کوہ سلیمان سے ہندوستان میں آیا اور ملک مردان دولت کا ملازم ہو گیا اور محلہ کمنگراں ملتان میں گھر بنا لیا وہ ملک مردان دولت کے توسط سے ترقی کرتے کرتے ملتان کا گورنر بن گیا جب ملتان کی حکومت ملک بہرام کے پاس نہ رہی تو وہ ملتان میں ہی رہائش پذیر ہو گیا اس کے ملک سلطان' ملک کالا' ملک فیروز' ملک محمد' ملک، خواجہ' کل پانچ بیٹے تھے جو باپ کے مرنے کے بعد ملتان میں ہی رہے باپ کا منصب ملک سلطان کو ملا سید خضر خان جب ملتان کا گورنر تھا تو ملک سلطان اس کی فوجوں کا کماندار تھا اس نے ایک لڑائی میں یقبل خان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تو سید خضر خان اس پر بے حد مہربان ہو گیا جب سید خضر خان ہندوستان کا بادشاہ ہو گیا تو اس خاندان کے دن پھرے سید خضر خان نے ملک سلطان کو اسلام خان کا لقب دیکر گورنر سرہند مقرر کیا اور وہ امیر الامراء کے عہدہ پر فائز ہو گیا اسلام خان نے اپنے بھتیجے ملک بہلول کو اپنا منہ بولا بیٹا' بنایا داماد' بنایا اور اپنا جانشین بنایا جس نے اسلام خان کی وفات کے بعد بے حد ترقی کی اور جلد امیر الامراء میر بخشی ہندوستان خانخانان اور پورے ہندوستان کے بست وکشاد کا مالک ہو گیا اور جب آخری سید بادشاہ دل برداشتہ ہو کر تارک الدنیا ہونے لگا تو اس نے حکومت دہلی ملک بہلول لودھی کے حوالے کر دی بالتفصیل مطالعہ کے لئے تاریخ خان جہان لودھی اور تاریخ فرشتہ جلد اول صفحات ۵۴۵ تا ۵۵۰ ملاحظہ کریں

۱۰:۔ گزیٹر ضلع ڈیرہ غازی خان سال ۹۸-۱۸۹۳ء صفحہ ۲۱ + ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت ایشوری پرشاد صفحہ ۳۱۸

۱۱:۔ طبقات اکبری صفحہ ۵۱۱ جلد سوئم

۱۲:۔ طبقات اکبری کی بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ لنگاہ دور میں ملتان کے شمال میں ایک عید گاہ تھی جیسے آج کل ملتان کے شمال میں موجودہ عید گاہ ہے موجودہ عید گاہ سال ۱۷۳۵ء/۱۱۴۸ھ کو مشہور تورانی سردار عبدالصمد خان دلیر جنگ نے محمد شاہ رنگیلا کے دور حکومت میں جب وہ گورنر ملتان تھا تعمیر کرائی جو مغل فن تعمیر کا شہکار ہے اغلباً موجودہ عید گاہ کی جگہ پر کوئی پرانی عید گاہ لنگاہ دور کی ہو گی جس کو عبدالصمد خان نے از سر نو تعمیر کرا دیا ملتان کی موجودہ عید گاہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں ملتان کی ابتدائی تاریخ از سید محمد لطیف صفحہ ۶۷

۱۳:۔ اس عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملتان ان دنوں دریائے چناب کے غربی کنارے پر آباد تھا اور علاقہ سندھ ساگر سے آتے ہوئے ملتان پہنچنے کے لئے صرف دریائے سندھ کو عبور کرنا پڑتا تھا کہ ملتان آجاتا تھا اور دریائے چناب ملتان کے جنوب مشرق میں بہتا تھا یا طبقات اکبری کی یہ عبارت غلط ہے

۱۴:۔ طبقات اکبری کے مطابق شاہ حسین لنگاہ نے جنگ کے روز تمام فوج کو پیادہ پا ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سب سے پہلے پیدل ہو گیا اور حکم دیا کہ تمام فوج تین تین تیر دشمن کی طرف چلائے جب پہلی مرتبہ بلوہ ہزار تیر یک لخت چلے تو دشمن تیروں کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا اس دور میں جنگجو سوار عموماً جنگ کے وقت پیادہ پا ہو کر دشمن سے لڑتے تھے خصوصاً راجپوتوں کا طریقہ جنگ اسی طرح تھا اور سواروں کے رسالہ کے مشترکہ حملہ کا رواج نہ تھا ملاحظہ کریں نوٹ پیادہ پا لڑائی از ایلیٹ اینڈ ڈاسن تاریخ ہندوستان جلد اول صفحہ ۵۳۵ اور طبقات اکبری کی بالا عبارت ملاحظہ کریں جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۵:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۶:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۷:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۲ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۱۸:۔ تاریخ فرشتہ کے مطابق سیت پور سے دھن کوٹ تک تمام علاقہ بلوچوں کو عطا ہوا اس کے علاوہ دریائے سندھ کے کنارے وہ علاقہ بھی بلوچوں کو عطا ہوا جو بلوچستان سے ملحق تھا ملاحظہ ہو جلد چہارم صفحہ ۳۸۸ **دھنکوٹ میانوالی میں اب بھی کھنڈرات کی صورت میں ہے۔**

۱۹:۔ نہڑوں کی سیت پور کی آزاد حکومت پر کافی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے نہر ناغر افغان بھی ہو سکتے ہیں اور نہڑوئی بلوچ بھی لیکن مورخین متفق ہیں کہ ان کو نہڑ (بھیڑیا) عرف عام میں ان کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے کہا جاتا تھا اور وہ شاہو خیل لودھی افغان تھے اور اسلام خان لودھی کی اولاد سے تھے یہ ملتانی پٹھان تھے اور متی افغانوں کی ایک شاخ سے تھے اس زمانے میں دریائے سندھ شہر سلطان کے قریب اچ کے بالکل سامنے پنجند سے ملتا تھا اور نہڑوں کا علاقہ سیت پور علی پور وغیرہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقعہ تھا اس طرح انکی سلطنت اچ سے ہڑند شرقاً غرباً واقعہ تھی اور شمالاً

جتوہا سیت پور سے شکار پور تک پھیلی ہوئی تھی کشور بھی ان کی حدود سلطنت میں واقعہ تھا وہ لنگاہوں کے بڑے مضبوط اتحادی تھے انکی رعایا کی اکثریت بلوچوں پر مشتمل تھی اور وہی انکے بازوئے شمشیر زن تھے اسلام خان لودھی بانی خاندان کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا اس کے بعد اسلام خان کے پوتے قاسم خان سلیم خان اور طاہر خان مشترکہ حکمرانی کرنے لگے لیکن جلد ہی آپس میں لڑ پڑے اور سلطنت کو آپس میں تقسیم کرلیا موجودہ تحصیل علی پور کا سالم علاقہ طاہر خان نہر کے حصہ میں آیا جس نے سیت پور کو اپنا صدر مقام بنایا وہ پسندیدہ اطوار کا مالک تھا اور سخی طاہر خان کہلاتا تھا اس کی زندگی تک سیت پور کی حکومت مضبوط رہی بعد ازاں نااہل جانشینوں کے ہاتھوں اور مخدوم سیت پور اور ڈیرہ غازی خان کے میرانی حکمرانوں کی درازہ دستیوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ خاندان حکومت سے محروم ہو گیا سیت پور میں سخی طاہر خان کا مقبرہ اور مسجد نہروں کے دور حکومت کی یادگار کے طور پر باقی ہے ارغونوں سے مقابلے کے لئے اس خاندان نے لنگاہوں کی بے حد امداد کی تھی

۲۰۔ بعد میں سلطان حسین لنگاہ کے پوتے سلطان محمود کے دور میں حاجی خان میرانی نے لنگاہ سلطان کی ملازمت ترک کر کے آزاد حکومت قائم کی جس کا صدر مقام ڈیرہ غازی خان تھا

۲۱۔ گزیٹر ڈیرہ غازی خان سال ۱۸۹۷ء ر ۱۸۹۳ء حاجی خان نے ڈیرہ غازی خان کا شہر ۱۴۸۴ء میں آباد کیا

۲۲۔ سمہ قبیلہ سندھ کا حکمران خاندان تھا یہ قبیلہ سکھر اور ٹھٹھہ کے درمیان آباد تھا اور یہ لوگ اصلاً یادیو چندر بنسی راجپوت تھے جب حکمران ہوئے تو جمشید کی اولاد کہلانے لگے سال ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ء کو یہ قبیلہ سمرا خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر کے سندھ کا حکمران ہوا اور انہوں نے ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۱ء تک سندھ پر حکومت کی جب ارغونوں نے ان سے سندھ چھین لیا

۲۳۔ جام نظام الدین المعروف جام نندا سمہ ۸۶۶ھ مطابق ۱۴۶۱ء میں جام سنجر کی وفات کے بعد سندھ کا حکمران ہوا اس نے اڑتالیس سال حکومت کی اس کا دور حکومت سنہری دور شمار ہوتا ہے اس کے بیٹے جام فیروز کے دور میں سال ۹۱۷ھ مطابق ۱۵۱۱ء میں شاہ بیگ ارغون نے سندھ پر حملہ کر کے کچھ علاقے ہتھیا لئے اور آہستہ آہستہ سال ۹۲۷ھ مطابق سال ۱۵۲۱ء تک تمام سندھ پر قابض ہو کر سمہ حکومت کا خاتمہ کر دیا

۲۴:۔ تاریخ فرشتہ کی رو سے جام بایزید اور جام ابراہیم دونوں بھائی تھے اور جام نظام الدین عرف
حکمران سندھ اپنی قوم کے سرداروں سے خوف کھاتا تھا اور گاہے بگاہے ان کا قلع قمع کرتا رہتا
ملاحظہ کریں جلد چہارم صفحہ ۳۸۹

۲۵:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۴

۲۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۳۳

۲۷:۔ طبقات اکبری جلد سوئم ۵۱۴

۲۸:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۴

۲۹:۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۸۹ جلد چہارم

۳۰:۔ اگر شیخ یوسف قریشی کے ساتھ رائے سہرہ لنگاہ نے دغابازی کی ہوئی ہوتی تو ملتانی سفیر سلطان
حسین لنگاہ کے سامنے شیخ یوسف قریشی کی تعریف ہرگز نہ کرتا

۳۱:۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۹۰ جلد چہارم

۳۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۶

۳۳:۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۹۱ جلد چہارم

باب پنجم

سلطان فیروز لنگاہ

لطان حسین خان کی گوشہ نشینی کے بعد اس کا بڑا بیٹا سلطان فیروز شاہ کے نام سے ملتان
ں تخت نشین ہوا اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور وزارت کا قلمدان حسب سابق
والملک کے سپرد رہا(۲) سلطان فیروز لنگاہ نا تجربہ کار تھا اس کی تمام قوتوں پر نفسانی
اہشات غالب اور مسلط تھیں نیز وہ سخاوت کے خاندانی وصف سے بھی محروم تھا وہ نا
ں بدکردار اور پکا ستمگر تھا سلطان حسین لنگاہ کو اپنے آخری دنوں میں اپنے وزیر
والملک پر بے حد اعتماد تھا سلامت روی اور انسان دوستی کے جذبے سے سرشار ہونے
ں وجہ سے سلطان حسین لنگاہ اپنے وزیر اعظم عمادالملک کے بیٹے بلال کو اس کے بچپن
ے بے حد چاہتا تھا اور بلال بھی اپنے حسن سیرت و صورت کی وجہ سے پوری لنگاہ مملکت
ں بہت مقبول تھا سلطان فیروز بچپن سے بلال سے سخت حسد کرتا تھا اسے ناحق یہ خوف
کہ کہیں وزیر اور اس کا بیٹا اپنے اثر و رسوخ اور مقبولیت کی وجہ سے سلطنت نہ ہتھیا
ں یا اس کے باپ کو اس کی نالائقیوں کی وجہ سے اس سے بدراہ نہ کرلیں

وزیر کے بیٹے بلال کا قتل ناحق

چنانچہ بلال کے بارے میں جوں جوں لوگوں میں مقبولیت بڑھتی گئی سلطان فیروز کا
ہ اور غیض و غضب میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا آخر ایک روز اس نے اپنے غلاموں
ں سے ایک سے کہا کہ بلال شاہی دولت پر قبضہ کرکے فتنہ انگیزی کرنا چاہتا ہے اور
وں کو اپنے موافق کر رہا ہے اور خود سلطنت پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے سلطنت کی
لحت یہ ہے کہ فتنہ سے پہلے مفسد کا سد باب کر دینا چاہیے اس پر وہ بد بخت غلام بلال

کے قتل پر آمادہ ہو گیا

بلال ایک روز مغرب کی نماز کے بعد ملتان شہر میں گلیوں سے ہوتا ہوا گھر آرہا تھا کہ
اس غلام نے کمین گاہ سے نکل کر ایک تیر بلال کے سینہ میں مارا جو پیوست ہو گیا اور بلال
ختم ہو گیا۔ بلال کے خون ناحق پر ملتان کے باشندگان نے بہت افسوس کیا اور رائے عامہ
سلطان فیروز لنگاہ کے خلاف ہو گئی اور سلطنت میں سخت بے چینی پھیل گئی(ن ۲)

سلطان فیروز لنگاہ کا قتل

بوڑھا وزیر اعظم عماد الملک نے اپنے بیٹے کے خون ناحق پر بہت شور مچایا اور بہت داد
فریاد کی لیکن کسی نے نہ سنی آخر تھک ہار کر غصہ سے مغلوب ہو کر اس نے خود بدلہ لینے
کی ٹھانی۔ اور کچھ عرصہ بعد وزیر اعظم نے موقع پا کر سلطان فیروز شاہ کو زہر دلوا کر قتل
کرادیا(ن ۲) اور اپنے لڑکے بلال کے خون ناحق کا بدلہ لے لیا سلطان فیروز لنگاہ کا عرصہ
حکومت ایک سال اور چند دن تھا

حواشی باب پنجم

۱:۔ طبقات اکبری میں وزیر کا نام عمادالملک لونک درج ہے لیکن کسی دوسری تاریخ میں لونک عرف کا ذکر نہیں ہے احمد نبی خان نے بوبک تحریر کیا ہے جسکے فارسی میں معنی ہدہد۔ دوشیزہ اور احمق کے ہیں

۲:۔ تذکرۃ الملتان کی رو سے محمود خان پسر سلطان فیروز کو جب سلطان حسین خان نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو وہ سال ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلطان فیروز کو اس سال زہر دیکر مارا گیا ملاحظہ صفحہ ۵۶

باب ششم

سلطان حسین لنگاہ بار دوئم

جب ضعیفی اور گوشہ نشینی کے دوران سلطان حسین لنگاہ کو بیٹے کے قتل کا صدمہ پہنچا اور اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو اس میں صبر کی طاقت نہ رہی فریاد و واویلا کرتا تھا اور زار زار اور ہائے ہائے کر کے روتا تھا آخر لوگوں نے سمجھا بجھا کر اسے دوبارہ نظام حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے پر آمادہ کر لیا جس پر اس نے مملکت کی حفاظت اور بیٹے کا انتقام لینے کی غرض سے پھر اپنے نام کا خطبہ پڑھایا اور سلطنت سے دست برداری کا حلف توڑ کر امور مملکت اپنے ہاتھ میں دوبارہ لے لئے اس نے محمود خان پسر سلطان فیروز خان لنگاہ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا اور حسب سابق عماد الملک کو وزیر کے عہدہ پر برقرار رکھا اور اس سے مصلحتاً مطلق رنجش و کلفت کا اظہار نہ کیا (ح ۱)

وزیر اعظم عماد الملک کی گرفتاری

سلطان حسین لنگاہ نے جب سلطنت کے امور پر مکمل گرفت حاصل کر لی تو اس نے چند روز کے بعد جام بایزید حاکم شور کوٹ کو بلایا اور خلوت میں اسے کہا کہ تم میرے ماموں ہو اور تمہیں میرے دردِ دل کا بخوبی علم ہے ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اس نمک حرام عماد الملک سے ہم اپنا انتقام لیں جام بایزید نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا اور رخصت ہو گیا ملتان شہر سے باہر آنے کے بعد اس نے رات کو اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ سلطان صبح کو لشکر کا معائنہ کرنا چاہتا ہے تیاری کی جائے اور تمام لشکر تیار ہو کر سلطان کے در دولت پر صبح کو حاضر ہو صبح کو تمام لشکر ہتھیار بند ہو کر جام بایزید کی سرکردگی میں در دولت پر حاضر ہو گیا سلطان کو اطلاع کی گئی جس پر سلطان نے وزیر اعظم عماد الملک سے کہا

کہ جا کر جام بایزید کے لشکر کا صحیح طریقے سے معائنہ کرو جب عمادالملک محل سے باہر
معائنہ کے لئے آیا تو جام بایزید کے آدمیوں نے عمادالملک کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر کر دیا(ن ۴)

جام بایزید کی وزارت عظمی پر تقرری

جب سلطان حسین لنگاہ نے عمادالملک سے چھٹکارا حاصل کر لیا تو اپنے ماموں جام
بایزید کو وزارت عظمی کا عہدہ تفویض کر کے خود امور سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا نیز جام
بایزید کو اپنے پوتے اور ولی عہد محمود خان بن فیروز خان کا اتالیق بھی مقرر کر دیا تاکہ اس
کی امور مملکت کے سلسلہ میں خوب تربیت ہو سکے (ن ۳)

سلطان حسین خان لنگاہ کی وفات

سلطان حسین لنگاہ کی صحت کافی عرصہ سے دگرگوں تھی لیکن بیٹے کی ناگہاں موت
اور سلطنت کے کاموں کی پریشانیوں کی وجہ سے جسمانی حالت مزید خراب ہو گئی چنانچہ
سلطان حسین لنگاہ شکستہ دل ناآسودہ ۲۶ صفر ۹۰۸ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۵۰۲ء کو اتوار کے روز
اس جہان فانی سے عالم عقبی کو سدھارا (ن ۴) اس کی سلطنت کی مدت ایک قول کے
مطابق چونتیس ۳۴ سال اور دوسرے قول کے مطابق چھتیس ۳۶ سال ہوئی

سلطان حسین لنگاہ کی شخصیت پر ایک نظر

سلطان حسین لنگاہ ایک ہمہ صفت موصوف شخص تھا وہ نہ صرف خود عالم فاضل تھا
بلکہ علم و ادب کو پھیلانے کا دلدادہ تھا اس نے ملتان میں اپنے دور حکومت میں بڑے

عالیشان مدرسے (ح ٥) قائم کئے جہاں وقت کے علماء فضلاء طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے تھے وہ عدل و انصاف سخاوت کے وصف سے مکمل طور آراستہ تھا اس کے دور حکومت میں مخلوق خدا مطمئن اور آرام سے زندگی بسر کرتی تھی اور ملتان کی آزاد مملکت تمام برصغیر میں قابل رشک جگہ بن گئی تھی وہ صاحب جرات سیاست و شوکت و دبدبہ تھا وہ تلوار کا دھنی تھا اور اس نے اپنی عسکری طاقت بڑھانے میں بے حد کوشش کی اس طرح سے وہ اس قابل ہو گیا کہ ہندوستان کی مرکزی حکومت باوجود بسیار کوشش کے اس کا بال بھی بیکانہ کر سکی وہ جس طرف اپنا لشکر بڑھاتا تھا فتح و نصرت اس کے قدم چومتی تھی وہ علماء فضلاء کی صحبت کو پسند کرتا تھا اور ان کی سرپرستی کرتا تھا وہ صحیح العقیدہ شخص تھا اور شریعت پر پابندی کی کوشش کرتا تھا آخری عمر میں اس کا زہد کمال درجہ کو پہنچ گیا وہ خوف خدا سے زار و قطار روتا تھا وہ جب اس دنیا سے رخصت ہوا تو اس کی مملکت اس کے باپ کے دور سے دوگنی وسیع ہو چکی تھی اور خزانے پر تھے ہر طرف امن و امان تھا رعایا خوشحال تھی اور تمام ہمسایہ حکمرانوں سے تعلقات برادرانہ تھے اس لحاظ سے اس کا دور حکومت لنگاہ حکمرانوں میں سنہری دور حکومت قرار دیا جا سکتا ہے

حواشی باب ششم

۱:۔ بحوالہ حاشیہ نمبر ۲ باب پنجم سلطان حسین لنگاہ دوسری بار سریر آرائے سلطنت سال ۸۹۸ھ مطابق ۱۴۹۲ء میں ہوا اس طرح اس نے دوسری بار دس سال حکمرانی کی

۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۷

۳:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۸

۴:۔ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۳۹۱ ایک اور قول کے مطابق سلطان حسین لنگاہ ۹۰۴ھ مطابق ۱۴۹۸ء کو فوت ہوا ملاحظہ ہو طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۷

۵:۔ ہندوستان میں ترویج تعلیم (انگریزی) از این این لا صفحہ ۱۰۵

باب ہفتم

سلطان محمود خان لنگاہ

جب سلطان حسین لنگاہ کی تجہیز و تکفین کی رسوم ادا ہو گئیں تو دوسرے روز پیر کے دن ستائیس صفر المظفر ۹۰۸ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۵۰۲ کو وزیر اعظم جام بایزید نے امراء و اکابر اور اشراف کے مشورہ سے اور سلطان حسین لنگاہ مرحوم کی وصیت کے مطابق محمود خان پسر سلطان فیروز خان لنگاہ جسے اس کے والد کی وفات کے بعد سلطان حسین لنگاہ نے ولی عہد نامزد کیا تھا تخت سلطنت لنگاہ پر متمکن کیا وہ لنگاہوں کا چوتھا حکمران تھا(ح ۱)

سابق وزیر اعظم عمادالملک کا قتل

تخت نشین ہوتے ہی سلطان محمود خان لنگاہ نے سب سے پہلے سابق وزیر اعظم عمادالملک کے قتل کا حکم جاری کیا بوڑھا اور نیک سلطان حسین خان لنگاہ باوجود یکہ عمادالملک کو اپنے بیٹے سلطان فیروز کا قاتل سمجھتا تھا وہ عمادالملک کی سابقہ خدمات اور خدا خوفی کی وجہ سے اس کے قتل پر تیار نہ ہوا اور اسے قید میں رکھا لیکن نوجوان سلطان اقتدار میں آتے ہی اپنے غیض و غضب پر قابو نہ رکھ سکا اور اپنے والد کے خون کے عوض سابق وزیر اعظم کو قید سے نکلوا کر تلوار کے گھاٹ اتار دیا(ح ۲) اور بوڑھے عمادالملک کو قید و بند کی مصیبتوں اور اس ناہنجار دنیا کی آلائشوں سے ہمیشہ کے لئے پاک اور آزاد کر دیا

سلطان محمود لنگاہ اور قوم لنگاہ کی چیرہ دستیاں

سلطان محمود لنگاہ کی بچپن میں سلطان فیروز لنگاہ کی لاپرواہیوں کی وجہ سے صحیح طور پر تربیت نہ ہوئی تھی سلطان حسین خان امور سلطنت میں اسقدر مگن تھا کہ وہ اپنی اولاد کو نہ سنوار سکا سلطان فیروز لنگاہ کی ناعاقبت اندیشی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہ لہو ولعب میں اسقدر غرق تھا کہ اس نے اپنے بیٹے کی تربیت کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی اور جلد ہی فوت ہو گیا سلطان حسین لنگاہ جب دوسری بار سلطان فیروز لنگاہ کے قتل کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا تو اسے اپنے جانشین کی فکر ہوئی اس کا پوتا محمود خان اس وقت تک محل سراء میں کنیزوں کے قبضہ میں تھا اسے دادا محل سراء سے باہر لایا اور اس کی تربیت اپنے ماموں اور وزیر اعظم جام بایزید کے سپرد کر دی یہ معلوم نہیں کہ سلطان محمود خان کی تربیت میں جام بایزید کس قدر کامیاب ہوا لیکن جب سلطان محمود خان مطلق العنان حکمران ہو گیا تو اس نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اس میں بوئے سلطانی نام کی کوئی چیز نہ تھی سنجیدہ امور مملکت میں ذرا بھر دلچسپی نہ لیتا تھا اس کا زیادہ وقت ناچ گانے استہزاء ہنسی مذاق اور ٹھٹھہ مخول میں گذرتا تھا پرانے ملازموں کے ساتھ وہ ایسے عملی مذاق کرتا تھا کہ وہ عاجز آکر خانہ نشین ہو گئے نالائق اوباش نوجوان بھانڈ اور مسخرے اس کے گرد جمع ہو گئے اور وہ کم عمری اور نا سمجھی کی وجہ سے وزیر اعظم جام بایزید اور دوسرے بزرگوں کی نصیحتوں اور مشوروں کو ایک کان سے سنتا تھا اور دوسرے کان سے اڑا دیتا تھا (ح ۲) چنانچہ جب حکمران کا یہ وطیرہ ہو گیا تو اہلکاران سلطنت اور لنگاہ امراء مادر پدر آزاد ہو گئے اور نظام سلطنت درہم برہم ہونے لگا اور لنگاہ قوم کے امراء چیرہ دست ہو گئے اور انہوں نے لوگوں پر ظلم و ستم کرنے شروع کر دئے اور ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ ہو گیا اور بوڑھا وزیر اعظم جام بایزید بالکل بے اثر و بے اختیار ہو گیا اور کاروبار سلطنت چوپٹ ہو گیا

ماموں بھانجے کا قتل

ملتان شہر میں دو سید تھے ایک ماموں تھا دوسرا بھانجا تھا دونوں عابد زاہد تھے اور اپنے

حسن سلوک کی وجہ سے شہر میں بے حد مقبول تھے ان کا امور سلطنت اور ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن ایک روز سلطان محمود خان لنگاہ کے ایک ہم قوم حواری نے معمولی سی بات پر دونوں کو بے دردی سے قتل کر دیا (ح ۴) ملتان شہر میں اس ظالمانہ فعل پر سخت کہرام مچا لوگوں نے بہت شور مچایا اور سلطان کو اس قتل پر دلدوز فریاد دی لیکن سلطان نے اپنے لنگاہ حواری کو کوئی سزا نہ دی جس کی وجہ سے لوگوں میں عظیم بے اطمینانی پیدا ہو گئی اور نظام سلطنت پر ان کا اعتبار اٹھ گیا اور شرفا اور معززین سلطنت نے نفرت سے خانہ نشینی اختیار کر لی اور شریف درباری سلطان کے سامنے جانے سے انکاری ہو گئے

وزیر اعظم جام بایزید سے مخالفت کا آغاز

سلطان محمود خان لنگاہ کے بدمعاش کمینے درباری آہستہ آہستہ اس پر حاوی ہو گئے اور اسنے شریفوں کی پرورش ترک کر دی جب اوباشوں نے اس کے مزاج پر پوری طرح قبضہ کر لیا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی راہ میں سب سے بڑا کانٹا وزیر اعظم جام بایزید ہے اس کانٹے کو نکالنے کے لئے انہوں نے طے کیا کہ سلطان کو وزیر اعظم سے لڑا دیا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے جام بایزید کے بارے میں جھوٹے قصوں کا طوفان کھڑا کر دیا گیا اور سلطان کے کان جام بایزید کے خلاف بھرے گئے ان دنوں جام بایزید ملتان شہر سے ایک فرسخ (ح ۵) کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے اپنے ڈیرہ پر رہائش پذیر تھا اور شہر میں نہیں آتا تھا اور تمام سرکاری امور اور ملکی معاملات وہیں بیٹھے طے کیا کرتا تھا اور اس طرح اپنے اوقات خوش اسلوبی سے گزارتا تھا (ح ۶) جام بایزید کو اس کے خلاف سلطان کے حواریوں کی سازش کا بھی علم تھا اور جو جھوٹے الزامات مرتب کئے جا رہے تھے وہ ان کے بارے میں بھی بخوبی جانتا تھا لیکن اس کا اعتماد اپنی استعداد پر ذرا بھر متزلزل نہ ہوا

ہوا

اس زمانے میں ایک دن جام بایزید نے بعض قصبات کے تحصیلداروں کو معاملہ سرکار کی وصولی کے سلسلہ میں اپنے ڈیرہ پر طلب کیا چونکہ ان میں سے بعض تحصیلداروں نے سرکشی کی تھی لہٰذا جام بایزید نے ان کے سر منڈوا کر ان کی ملتان شہر میں تشہیر کرادی چغل خوروں نے سلطان محمود سے جا کر کہا کہ جام بایزید نے سلطان کے وفادار ملازموں کی اہانت اور سزا دہی شروع کر دی ہے اور اس نے شاہی دربار میں رعونت کی وجہ سے آمدورفت بند کر دی ہے اپنا دربار ڈیرہ پر لگاتا ہے اور اپنے بیٹے عالم خان کو دربار سلطانی میں بھیج دیتا ہے مصلحت سلطنت اسی میں ہے کہ مجلس میں عالم خان کی اہانت کی جائے تاکہ جام بایزید کی عوام میں وقعت کم ہو جائے اور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل و خوار ہو جائے اور اس پر سلطان کی ناراضگی ظاہر ہو(ح۔)

عالم خان کی درگت

جام بایزید کا بیٹا عالم خان ایک قابل نوجوان تھا اور اپنے ہم عصروں میں حسن سیرت و صورت میں ممتاز تھا اتفاق سے ایک روز عالم خان سلطان محمود کے سلام کے لئے آیا وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ حاسدوں نے سلطان محمود کے ساتھ ملکر اس کے خلاف کیا سازش کی ہوئی ہے جب وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو سلطان کے حواریوں میں سے ایک نے اس سے پوچھا کہ فلاں فلاں تحصیلدار کی کیا خطا تھی جو جام نے ان کے سر کے بال منڈوا کر ان کی شہر میں تشہیر کرائی ہے

انصاف تو یہ ہے کہ اس کے بدلہ میں تیرے سر کے بال منڈوا دئے جائیں چونکہ اس قسم کے نامناسب الفاظ عالم خان نے کبھی نہیں سنے تھے لہٰذا یہ الفاظ اس کو ناگوار گزرے اس نے سلطان کے حواری کو مخاطب کر کے کہا کہ اے بدبخت تیری یہ مجال کہ سلطان کی مجلس میں تو میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرے ابھی عالم خان کی بات ختم نہ

ہوئی تھی کہ دربار میں اطراف و جوانب سے بارہ آدمی نکل آئے اور عالم خان پر ٹوٹ
پڑے انہوں نے عالم خان کی پگڑی اتار کر اسے خوب لاتوں اور مکوں سے پیٹا عالم خان نے
اپنی جان بچانے کے لئے اپنا پیش قبض بمشکل میان سے نکالا اور پیش قبض والا ہاتھ اونچا
کیا سلطان محمود ساتھ ہی کھڑا عالم خان کی پٹائی کا تماشا دیکھ رہا تھا اس دارو گیر میں عالم
خان کے خنجر کی نوک سلطان کی پیشانی پر لگی سلطان چیخ مار کر گر پڑا سلطان کے گرتے ہی
اس کے حواریوں نے عالم خان کو چھوڑ دیا اور سلطان کی طرف متوجہ ہو گئے عالم خان
بحالت مفروبی جان بچانے کے لئے ننگے سر بھاگا جب وہ سلطان کے محل کے دروازہ پر پہنچا
تو دیکھا کہ اس کو تالا لگا ہوا ہے اس نے جس طرح ہو سکا طاقت سے دروازہ کو توڑ دیا اور
باہر نکل آیا جہاں اس نے اپنے ملازم سے لنگی لیکر سر پر باندھی اور گھر کا رخ کیا (ح ۸)

جام بایزید کی بغاوت اور لنگاہ سلطنت میں خلفشار

عالم خان جب وزیر اعظم جام بایزید کی خدمت میں پہنچا اور جو کچھ گزری تھی اس کا
ماجرا بیان کیا تو وزیر اعظم کو بہت افسوس ہوا وزیر اعظم نے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا کہ تو
نے جو حرکت کی ہے وہ دونوں جہاں میں شرمندگی کا باعث ہے اب چونکہ جو فعل سرزد کر
چکے ہو اس کا کوئی مداوا نہیں کیا جا سکتا تیر کمان سے نکل چکا ہے لہٰذا تم نہایت عجلت سے
شور کوٹ چلے جاؤ (ح ۹) اور وہاں موجود تمام فوج کو میرے پاس بھیج دو تاکہ ہم سے پہلے
سلطان محمود اپنے لشکر کو تیار کر کے حملہ آور نہ ہو جائے عالم خان اسی وقت عجلت سے
شور کوٹ روانہ ہو گیا اور جب شور کوٹ سے اس کا لشکر آ گیا تو جام بایزید نے نقارہ بجوا کر
شور کوٹ کا قصد کیا

سلطان محمود کو جب جام بایزید اور اس کے لشکر کی اس نقل و حرکت کا علم ہوا تو اس
نے بھی اپنی فوج چند امراء کی سرکردگی میں جام کے تعاقب پر مامور کر دی جام بایزید نے
جب دیکھا کہ سلطان کی فوج سر پر آ پہنچی ہے تو وہ واپس پلٹا اور تعاقب کرتی ہوئی سلطانی

فوج پر حملہ آور ہو گیا اور طرفین کے کار آزما جوان جنگ کرتے ہوئے خاک و خون میں مل گئے آخر کار جام بایزید نے سلطانی فوج کو شکست دیکر بھگا دیا اور خود تیزی سے شور کوٹ کی طرف روانہ ہو گیا

سلطان سکندر لودھی کا معاہدہ صلح سے انحراف اور جام بایزید کی ناحق طرفداری

شور کوٹ پہنچتے ہی جام بایزید نے علی اعلان بغاوت کا اظہار کرتے ہوئے سلطان سکندر لودھی والئے ہندوستان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور جو کچھ اس کے ساتھ گزری تھی ایک عریضہ میں لکھ کر اپنی طرف سے تابعداری کے اعلانات کے ساتھ سلطان سکندر لودھی کے پاس دہلی روانہ کر دیا سلطان سکندر لودھی نے لنگاہ حکمرانوں کے ساتھ سابقہ تعلقات کا لحاظ نہ کیا اور جو سلطان حسین لنگاہ کے دور میں دونوں سلطنتوں کے مابین معاہدہ دوستی و عدم مداخلت طے ہوا تھا اس کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے محسن کش جام بایزید کے خط ملتے ہی اس کو تسلی و تشفی و امداد کے وعدوں بھرا خط لکھا اور ایک خلعت فاخرہ بھی روانہ کی نیز ایک شاہی حکم نامہ پنجاب کے گورنر دولت خان لودھی کو روانہ کیا جس میں اس کو ہدایت کی گئی تھی کہ ہرگاہ جام بایزید نے ہم سے پناہ طلب کی ہے اور ہمارے نام کا خطبہ اس کے علاقے میں پڑھا گیا ہے لہٰذا اس علاقے کو اپنا علاقہ سمجھتے ہوئے وہاں کے حالات سے باخبر رہو اور جب جام بایزید کو تمہاری امداد و اعانت کی ضرورت پڑے تو امداد فراہم کرنے میں ذرا بھر دریغ نہ کرو اور فی الفور لشکر لیکر جام بایزید کے پاس چلے جاؤ (ح ۱۰)

سلطان محمود خان لنگاہ بھی اس پخت وپز سے بے خبر نہ تھا اس نے چند روز تیاری کرنے کے بعد ایک مضبوط لشکر سے شور کوٹ کی تسخیر کا آغاز کیا جام بایزید اور عالم خان نے سلطان کے پہنچنے سے پہلے شور کوٹ سے دس کوس باہر جنگ کے لئے اپنی فوجیں آراستہ کرلیں اور فریقین میں خونریز جھڑپیں شروع ہو گئیں جو کچھ دن جاری رہیں کہ اسی

اثناء میں جام بایزید کی دعوت پر دولت خان لودھی گورنر پنجاب فوجیں لیکر جام بایزید کی امداد کے لئے پہنچ گیا جام نے چند معتبر لوگوں کو سلطان محمود لنگاہ کی خدمت میں بھیج کر صلح جنبانی کا آغاز کیا بالاخر دولت خان لودھی کی کوشش سے صلح کی صورت نکل آئی شرائط صلح کے مطابق جام بایزید نے شور کوٹ کے علاقے میں قابض و متمکن رہنا تھا اور فریقین کے مابین جنگ بندی ہونی تھی دولت خان لودھی نے سلطان محمود لنگاہ کو صلح کی رو سے ملتان روانہ کیا اور خود جام بایزید کو قلعہ شور کوٹ پہنچا کر لاہور واپس چلا گیا لیکن یہ صلح دیرپا ثابت نہ ہوئی اور فریقین میں کچھ دنوں کے بعد فتنہ و فساد پھر برپا ہو گیا (ح ۱۱)

علماء ملتان کی ملتان سے شور کوٹ ہجرت

سلطان قطب الدین لنگاہ اور سلطان حسین لنگاہ علماء کے سرپرست اور حامی تھے وہ علماء کو دور و نزدیک سے ملتان بلاتے تھے ان کے معقول مواجب مقرر کرتے تھے۔ اور انہیں روزگار زندگی سے بے پرواہ کر دیتے تھے۔ ہر وقت علماء کی صحبت سے تمتع حاصل کرتے تھے۔ سلطان حسین تو غلو کی حد تک علماء کا والا و شیفتہ تھا۔ چنانچہ اس دور کے کافی معروف علماء لنگاہ دربار سے منسلک ہو گئے۔ اور ہر طرف علم و فضل کا چرچا تھا۔ سلطان محمود خان لنگاہ لہو و لعب میں اس قدر غرق تھا کہ اسے علمی سرپرستی کا ہوش نہ رہا اس کے اوباش درباری بات بات پر علماء کی تذھیک سے نہ چوکتے تھے جس کی وجہ سے علماء نے لنگاہ دربار میں جانا بند کر دیا جس پر ان کے مواجب کی ادائیگی میں بھی بے قاعدگی پیدا ہو گئی اور دربار سے منسلک علماء کی جان کے لالے پڑ گئے۔ جام بایزید جو اپنی ذات سے کریم تھا وہ علماء و صلحاء پر بہت مہربانی کیا کرتا تھا چنانچہ جب اسے ملتان کے علماء کی حالت زار کا علم ہوا تو اس نے مخالفت کے دور میں شور کوٹ سے ملتان کے علماء صلحاء کیلئے وظیفے اور تنخواہیں مقرر کر دیں جس پر ملتان کی حکومت نے برا منایا اور علماء کی جان خطرہ میں پڑ گئی اس پر کافی علماء نے مولانا عزیز اللہ تلبنوی جو اپنے وقت کے بحر العلوم تھے کی سرکردگی میں

ر کوٹ کا رخ کیا جہاں جام بایزید نہایت تعظیم سے علماء کو شہر میں لایا اور بے حد تکلف
ے اپنی حرم سراء میں لے گیا مولانا عزیز اللہ اور دیگر علماء کے ہاتھ دھلوائے اور اس پانی
ر برکت کے خیال سے مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیا اور علماء صلحا اور فضلاء کی
ر و معاش کا انتظام کر کے انہیں فکر معاش سے آزاد کر دیا (ح ۱۲)

میر چاکر خان رند کی ملتان میں آمد

سال ۱۵۱۸ء اور ۱۵۱۹ عیسوی کے مابین سبی کے حصول کے لئے جام نندا اور شاہ بیگ
رغون کے مابین لڑائیاں ہوئیں جس میں جام فیروز سمہ کو شکست ہوئی اور شاہ بیگ
غون نے سبی پر قبضہ کر لیا (ح ۱۳) میر چاکر خان رند نے ان محاربات میں شاہ بیگ ارغون
ساتھ دیا تھا اسے امید تھی کہ نیا حکمران سبی کی حکومت اس کے سپرد کر دے گا
ن اسے جلد مایوسی ہوئی اور شاہ بیگ ارغون نے سبی کا انتظام اپنے پاس رکھا جس پر
کر خان حالت مایوسی میں ترک وطن کر کے ملتان سلطان محمود لنگاہ کے دربار میں اپنے دو
ں میر شہداد اور میر اللہ داد (ح ۱۴) کے ہمراہ آیا۔ وہاں سہراب خان دودائی عروج پر تھا جو
ر چاکر خان رند سے مخاصمت رکھتا تھا چنانچہ اس نے سازش کر کے میر چاکر خان کی لنگاہ
بار میں پذیرائی نہ ہونے دی میر چاکر اپنے کثیر ساتھیوں کے ساتھ ملتان میں کچھ عرصہ رہا
ن جب اس نے دیکھا کہ سلطان محمود لنگاہ اس کی طرف توجہ نہیں دے رہا اور اس کے
سب منشاء اور مرتبہ اس کی سرپرستی اور عزت افزائی نہیں ہو رہی تو اس نے اپنے
تھیوں کے ساتھ ملتان سے کوچ کیا اور شور کوٹ جام بایزید کے پاس چلا گیا جس نے میر
ر اور اس کے ساتھیوں کی عزت افزائی کی اور ان کے گذارے کے لئے معقول
گیریں اور اراضیات عطا کر دیں (ح ۱۵) لیکن میر چاکر رند (ح ۱۶) شور کوٹ پر سلطان محمود لنگاہ
ے آئے دن کے حملوں کی وجہ سے زیادہ عرصہ شور کوٹ میں نہ رہ سکا اور وہاں سے
یائے راوی کے پار حدود سلطان سکندر لودھی میں چلا گیا جہاں دہلی کے حکمران نے

ست گرہ (حال ضلع ساہیوال) میں اس کی جاگیر مقرر کردی اور وہ فارغ البالی سے گذر بسر کرنے لگا اس طرح سلطان محمود لنگاہ کی لاپرواہی اور اس کے دربار کی سازشوں کی وجہ سے ملتان کی لنگاہ حکومت میر چاکر خان رند جیسے جنگجو جرنیل اور رندوں کی مضبوط عسکری طاقت کی اعانت سے محروم ہو گئی

ارغونوں کا سندھ پر قبضہ اور اس کے ملتان پر اثرات

جام نظام الدین عرف جام نندا والئے سندھ طویل عرصہ حکومت (ح ۱۷) کرنے کے بعد سال ۹۱۴ھ مطابق ۱۵۰۸ء میں اس جہاں فانی سے عالم عقبے کو سدھارا اس کے دور حکومت میں سندھ کی حکومت اور ملتان کی لنگاہ حکومت کے مابین تعلقات مثالی تھے۔ اور دونوں فریقین ایک دوسرے کی سرحدات کا لحاظ کرتے تھے اور اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کرتے تھے جام نظام الدین کی زندگی میں ہی قندھار سے شاہ بیگ ارغون نے حدود سندھ میں مداخلت کر کے لاکھڑا۔ چانڈوکا اور سندھجا کے علاقے لوٹ لئے تھے جس پر جام نظام الدین نے ایک بڑی فوج سے ارغونوں پر حملہ کیا اور درہ قریب کے مقام پر ارغونوں کو شکست فاش دیکر بھگا دیا اس لڑائی میں شاہ بیگ ارغون حاکم قندھار کا بھائی سلطان محمد مارا گیا (ح ۱۸) ارغون چنگیز خان کی اولاد میں سے تھے شاہ بیگ ارغون کا والد ذوالنون امیر بصری ارغون کی اولاد میں سے تھا جو ارغون خان ترخان ولد آبا کا خان ولد ہلاکو خان ولد تولی خان ولد چنگیز خان خاقان کا بیٹا تھا۔ یہ تیموریوں کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ذوالنون ارغون تیموری سلطان حسین مرزا والئے ہرات کے دربار سے منسلک تھا اور اپنی بہادری اور ذہانت کی وجہ سے اس کا بے حد چہیتا تھا اس نے ذوالنون ارغون کو غور زمینداور اور قندھار کا حاکم مقرر کیا جس نے وہاں کے شرپسند قبائل کو قابو میں کر کے امن و امان قائم کر دیا جب شیبانی خان نے ہرات پر حملہ کیا تو ذوالنون ارغون شیبانی خان کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا شاہ بیگ ارغون ہوا۔ ذوالنون ارغون

اپنی زندگی میں علاقہ شال اور مستونگ پر قبضہ کر چکا تھا۔ بادشاہ ظہیر الدین بابر کے قندھار پر دباؤ کی وجہ سے ارغونوں نے جب قندھار کی حکومت اپنے ہاتھ سے جاتی دیکھی تو انہوں نے ایک دوسرا مستقر قائم کرنے کے لئے سبی کی فتح کا ارادہ کیا چنانچہ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے شاہ بیگ نے ۱۵۱۹ء میں سبی کو فتح کر لیا اور سندھ پر تاخت و تاراج کا آغاز کیا جام فیروز الدین عرف جام نندا کی وفات کی وجہ سے سندھ میں نظام حکومت ابتر ہو چکا تھا جام فیروز کی حکومت کی مخالفت میں کئی سرکردہ لوگ مصروف عمل تھے چنانچہ سندھ کے اندرونی خلفشار کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شاہ بیگ نے سال ۱۵۲۰ء میں ٹھٹھہ کو فتح کر لیا (ح ۱۹) اور جام فیروز سے سندھ کا علاقہ نصف نصف کرنے کا معاہدہ کر لیا لیکن یہ صلح دیرپا ثابت نہ ہو سکی اور فریقین کے مابین حالت جنگ قائم ہو گئی اسی اثنا میں شاہ بیگ ارغون اگست ۱۵۲۴ء میں فوت ہو گیا اس کا بیٹا مرزا شاہ حسن ارغون اس کا جانشین ہوا جس نے نومبر ۱۵۲۴ء کو جام فیروز کو شکست دیکر سالم سندھ پر قبضہ کر لیا (ح ۲۰) اس طرح سے ارغونوں کی سلطنت کی حدیں لنگاہ حکومت کی حدود سے ملحق ہو گئیں اور جام نظام الدین کے دور میں جو حالت امن سندھ اور ملتان کی حکومتوں کے مابین قائم چلی آتی تھی وہ ختم ہو گئی

ملتان کی حکومت اور سندھ کے ارغون حکمرانوں کے مابین تصادم کا آغاز

جب مرزا شاہ حسن نے پورا سندھ فتح کر لیا تو اس نے اپنی مملکت کی شمالی سرحد کی طرف توجہ دی چنانچہ وہ ہالا سے ہوتا ہوا دسمبر ۱۵۲۴ء میں بھکر آیا تو اسے اس کے شمالی سرحدی شہر میرپور متھیلو کے مہر قبیلہ کے لوگوں نے لنگاہوں کی حدود میں رہنے والے ڈاہر اور ماچھی قبائل کے لوگوں کی چیرہ دستی اور آئے دن کی چوری چکاری کی شکایت کی اس سے پہلے سمہ دور میں ایسے مسائل اور شکایات سمہ حکمرانوں کے بھکر کے کاردار لنگاہوں کے اچ کے کاردار آپس میں صلح صفائی و گفت و شنید سے طے کر لیتے تھے

اب مرزا شاہ حسن نے ان شکایات کے سدباب کے لئے گفت و شنید کی بجائے فوج کشی
ارادہ کیا اور اس نے میر فاضل کو کلتاش کے بڑے بیٹے بابا احمد کو فوج دیکر حدود ملتان میر
مداخلت کرنے اور ڈاھر اور ماچھی قبائل کو سبق سکھانے کے لئے مامور کیا بابا احمد فوج تیا
کر کے حدود ملتان میں واقع بھٹہ واہن اور اوباڑہ کے نواح میں حملہ آور ہوا اور مال
مویشی لوٹ کر میرپور ماتھیلو کو واپس لوٹ گیا ڈھر قبیلہ کے لوگ لنگاہوں کے قلعہ سیورائی
کے بلوچ قلعہ دار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکو ارغونوں کی دراز دستی اور لوٹ
کھسوٹ سے آگاہ کر کے استدعا کی کہ جب تک ارغونوں کے سدباب کے لئے پیش دستی
نہ کی جائے گی وہ ایسا ہی کرتے رہیں گے اس پر سیورائی کے بلوچ لشکر نے اپنے سردار کی
سرکردگی میں میرپور ماتھیلو کے مہروں پر حملہ کر کے ان کی گوشمالی کی اسی اثناء میں بابا احمد کو
اس حملہ کی اطلاع ملی تو وہ بلوچوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اوباڑہ کے قریب دونوں
لشکروں کے مابین تصادم ہوا اور بلوچوں کو شکست ہوئی اور بابا احمد ڈاہر قبیلہ کے لوگوں کو
گرفتار کر کے لے گیا مرزا شاہ حسن ارغون نے علاقہ ملتان میں مزید دراز دستی کرتے
ہوئے کنڈائی اور ولہار کے قلعوں پر بھی فوج کشی کی اور وہاں آباد بلوچوں کی گوشمالی کی اور
واپسی پر ارغونوں کے اس لشکر نے اوباڑہ کے علاقے کے ماچھیوں کو خوب لوٹا اور بابا احمد
نے اوباڑہ پر قبضہ کر کے ارغونوں کی سلطنت میں شامل کر لیا لیکن ان تمام زیادتیوں کے
باوجود سلطان محمود لنگاہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور ارغونوں کے سدباب کے
لئے کوئی چارہ جوئی نہ ہوئی۔

انہی دنوں سیلاب کے موسم میں میرپور متھیلہ کے قریب مرزا شاہ حسن کے کافی
اونٹ محمد فراش کی نگرانی میں چراگاہوں میں آئے ہوئے تھے جب اس بات کا علم لنگاہوں
کی رعایا کو ہوا تو ارغونوں کی لوٹ کھسوٹ کے بدلے میں سیورائی کے بلوچ ڈیرہ آور اور فتح
پور کے جاٹ جمعیت بنا کر ارغونوں کے علاقے میں آئے اور مرزا شاہ حسن کے اونٹ پکڑ
کر لنگاہوں کے علاقے ڈیرہ آور لے گئے جب یہ خبر بکھر میں پہنچی تو کہرام مچ گیا جس پر بابا
احمد تین سو سواروں کی سرکردگی میں تیزی سے دن رات تعاقب کرتا ہوا ڈیرہ آور جا پہنچا

اور اونٹ چوروں کو قتل کر کے اونٹ بر آمد کر کے واپس بکھر لوٹا جب وہ بھٹہ واہن کے قریب پہنچا تو سیورائی کے بلوچوں نے اس کا راستہ روک لیا جس پر دونوں فریقین کے مابین شدید تصادم ہوا اور بابا احمد سخت زخمی ہو کر میدان جنگ سے منہ موڑ کر واپس لوٹا جیسے ہی وہ میرپور متھیلو کے قریب پہنچا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا اور اس کی روح قفس عنصری سے عالم عقبیٰ کو سدھاری (ح ۲۱)

ابوالفتاح کا لنگاہوں کے علاقہ پر حملہ اور ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین حد بندی

جب بکھر میں بابا احمد کی موت کی اطلاع ملی تو ارغونوں کو سخت صدمہ ہوا خصوصا بابا احمد کے بھائی ابوالفتاح یہ خبر سن کر بے تاب ہو گیا اس نے مرزا شاہ حسن ارغون سے لنگاہ علاقے پر حملہ کی اجازت چاہی تاکہ بھائی کی موت کا بدلہ لیا جاسکے مرزا شاہ حسن نے اسے حملہ کی اجازت دے دی لیکن ابوالفتاح کے لڑکپن کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے سسر میر قاسم کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی اس مہم میں ابوالفتاح کا ساتھ دے۔ سب سے پہلے میر ابوالفتاح نے میر قاسم کی ہمراہی میں جا کر میرپور متھیلو سے اپنے بھائی کی لاش حاصل کی اور اسے تدفین کے لئے بکھر روانہ کیا۔ پھر چند روز وہاں حملہ کے لئے مناسب موقع کی تلاش میں ٹھہرا رہا تا آنکہ ایک روز موقع ہاتھ آگیا اور وہ رحمو ڈہر اور بلوچوں کی ایک بڑی جمعیت پر حملہ آور ہوا اور انہیں قتل کرتا ہوا اور لنگاہ علاقے میں بڑھتا ہوا مئومبارک (ح ۲۲) کے قلعہ تک جا پہنچا جہاں بلوچوں کے ساتھ اس کی خوفناک جنگ ہوئی اور بلوچوں کو شکست فاش ہوئی آخر کار فریقین کے مابین صلح ہو گئی اور طے پایا کہ آئندہ لنگاہوں کی رعایا لوٹ کھسوٹ نہیں کرے گی اور ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین بھٹہ

واہن حد شہری (ح ۲۳) اس روز سے میر ابو الفتاح اپنے بھتیجے میر محمد قلی کے ہمراہ بھیشہ واہن میں رہائش پذیر ہو گیا ایک رات اطلاع ملی کہ بلوچ اوباڑہ سے جانور چرا کر لے جا رہے ہیں میر ابو الفتاح ہتھیار بند ہو کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ہوا بے حد گرم تھی اسے لو لگ گئی اور وہ راستے میں ہی ہلاک ہو گیا اس حادثہ کا مرزا شاہ حسن کو سخت صدمہ ہوا اور وہ ملتان کے لنگاہوں سے بدلہ لینے کے لئے تل گیا (ح ۲۴)

بابر بادشاہ کے پاس ملتان کی رعایا کی شکایت

جس زمانے میں ارغونوں اور لنگاہوں کے مابین سرحد پر عسکری تصادم ہو رہے تھے ملتان کے لنگاہ حکمران کا زیادہ وقت عیش و عشرت میں گزر رہا تھا جام بایزید کی بغاوت کے بعد وہ شور کوٹ کے علاقے سے ہاتھ دھو چکا تھا سندھ کی سرحد پر اس کی رعایا پر ارغونوں کے ہاتھوں جو کچھ گزر رہی تھی اس کو اس کی بھی کچھ پرواہ نہ تھی اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے اس کی اپنی قوم لنگاہ بے حد چیرہ دست ہو گئی تھی اور انہوں نے رعایا پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا ان دنوں ظہیر الدین بابر بادشاہ نے کابل فتح کر کے پنجاب پر ترک و تاز کا آغاز کیا ہوا تھا اور ہندوستان کو فتح کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا جب اس نے پہلی مرتبہ لاہور فتح کیا (ح ۲۵) تو ملتان کے لوگوں کا ایک وفد جو ملتان کے معززین اور سرکردہ لوگوں پر مشتمل تھا اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے قوم لنگاہ کے مظالم کی داستان بابر بادشاہ کے گوش گذار کر کے عرض کی کہ وہ ملتان کی طرف توجہ کر کے انہیں لنگاہوں کے ظلم سے چھٹکارا دلائے اس پر بابر بادشاہ نے مرزا شاہ حسن ارغون کو ملتان پہنچ کر وہاں کی رعایا کی دادرسی کرنے کا حکم صادر کیا (ح ۲۶)

مرزا شاہ حسن کی ملتان پر حملہ کی تیاری

مرزا شاہ حسن بابر بادشاہ کی طرف سے ملتان پر حملہ کی ہدایت ملنے سے پہلے ملتان فتح

کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور موقع کی تلاش میں تھا اس حکم نے مہمیز کا کام کیا اور اس نے ملتان پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں اس سلسلہ میں اپنی سرحدوں کو چھوڑ کر ملتان کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے وہ سبی کے قلعہ جہاں پر اس کے اتحادیوں ارغونوں تکدری اور ہزارہ قبائل کے اہل و عیال رہتے تھے کو محفوظ کرنا چاہتا تھا اور اپنی رعایا کے ان بلوچوں کے خلاف تادیبی کاروائی کرنا چاہتا تھا جو ممکن طور پر اس کی اپنے علاقہ سے غیر حاضری پر اس کے علاقہ میں بدامنی پھیلا سکتے تھے چنانچہ وہ سیدھا سبی گیا وہاں سبی کے قلعہ میں اپنے اتحادیوں کے بال بچوں کی حفاظت کے لئے ایک ہزار سوار تعینات کئے سبی کے قلعہ کی قلعہ بندیوں کو مستحکم کیا اور اپنے اتحادیوں کے ہر قسم کے خدشات دور کر کے مطمئن کر دیا وہاں سے وہ سیدھا یلغار کرتا ہوا رند اور بگٹی بلوچوں (ن ۲۷) پر حملہ آور ہوا اور انہیں اسیر و مطیع کیا اور پھر گرفتار شدہ بلوچوں سے قول و قرار لیکر انہیں آزاد کیا اور انکے وڈیروں اور سرداروں کو اپنے ساتھ ضمانت کے طور پر لیکر بکھر آیا اور ملتان پر حملہ کی تیاریاں عروج پر پہنچا دیں

حواشی باب ہفتم

۱:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۸

۲:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۰

۳:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ نمبر ۵۲

۴:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۷

۵:۔ تین میل کی مسافت اور ہر میل چار ہزار گز کا اور گز چوبیس انگشت کا یعنی چھ مٹھی کا ہوتا تھا

۶:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۸

۷:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۹

۸:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۹ ۔ میرے خیال میں چونکہ طبقات اکبری کا مصنف خواجہ نظام الدین احمد ارغونوں کا حامی ہے لنگاہوں کے بارے میں اس کی اطلاع من و عن تسلیم نہیں کی جا سکتی ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عالم خان نے کسی بات پر طیش کھا کر سلطان محمود خان پر ناکام قاتلانہ حملہ کیا اس سلسلہ میں وزیر اور عالم خان کی گفتگو پر غور فرمائیں

۹:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۰

۱۰:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۰

۱۱:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱

۱۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱

۱۳:۔ ملاحظہ فرمائیں بلوچ اور بلوچستان از جسٹس میر خدا بخش مری صفحہ ۱۷۷

۱۴:۔ بعض مورخین نے میر الہ داد کا نام میر شاھک بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو تحفہ اکبر شاہی صفحہ ۳۴

۱۵:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۱ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۷۵

۱۶:۔ چاکر خان رند سال پیدائش ۱۴۶۸ء تاریخ وفات ۱۵۵۶ء بحوالہ میر خدا بخش مری صفحہ ۱۷۵

۱۷:۔ طبقات اکبری کے مطابق جام نندا نے باسٹھ سال حکومت کی ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۰۰

۱۸:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۵۰

۱۹:۔ تاریخ معصومی کی رو سے یہ واقعہ ۱۱ محرم ۹۲۷ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ کو ہوا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۴

۲۰:۔ ایلیٹ اور ڈاسن جلد اول صفحہ ۴۹۰ کی رو سے سندھ کی سمہ حکومت کا خاتمہ سال ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۱ء میں ہوا لیکن تاریخ معصومی کے مطابق نومبر ۱۵۲۴ زیادہ معتبر ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۳ سے ۱۴۴

۲۱:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۱۹۹

۲۲:۔ رحیم یار خان سے چھ میل شمال مشرق میں واقعہ ہے

۲۳:۔ اس سے پہلے حد اوباڑہ تھی

۲۴:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۰

۲۵:۔ یہ واقعہ مرزا شاہ حسن کے بھکر فتح کرنے کے بعد ہوا

۲۶ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۷

۲۷:۔ مرزا شاہ حسن بلوچوں کو لنگاہوں کا اتحادی سمجھتا تھا

۲۸:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۶

باب ہشتم

ملتان کی حدود میں مرزا شاہ حسن کا پہلا حملہ (ح ۱)

جب مرزا شاہ حسن کو اپنی جنگی تیاریوں کے بارے میں یقین ہو گیا تو اس نے سال ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۴-۲۵ء حدود ملتان کی طرف کوچ کیا۔ منزل بہ منزل بڑھتا ہوا جب وہ سیورائی کے قلعہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے اس قلعہ کے ارد گرد تمام علاقہ برباد کر دیا جس پر قلعہ میں موجود کچھ بلوچوں نے راہ فرار اختیار کی لیکن کچھ قلعہ بند ہو کر مقابل آراء ہوئے۔ سیورائی کا قلعہ اپنی بلندی اور مضبوطی کی وجہ سے اس نواح میں سب سے اہم قلعہ شمار ہوتا تھا۔ مرزا شاہ حسن خود تو ایک جھیل کے کنارے چھاؤنی لگا کر بیٹھ گیا اور سلطان محمود خان (ح ۳۰) کو قلعہ پر حملہ کا حکم دیا۔ بلوچوں نے ان حملہ آوروں کا قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور ان کے دو سو جوان کام آئے اس شکست نے بلوچوں کو بے حوصلہ کر دیا وہ قلعہ سے نکل کر فرار ہو گئے اور سلطان محمود خان نے قلعہ پر قبضہ کر لیا دوسرے روز صبح کو جب مرزا شاہ حسن کو یہ خوش خبری سنائی گئی تو وہ جھیل سے اٹھ کر قلعہ کے نزدیک آیا اور اس نے قلعہ کو تباہ کرنے کا حکم دیا چنانچہ وہ قلعہ ارغونوں نے ایک ہفتہ کے اندر زمین کے برابر کر دیا سیورائی کے قلعہ کو تباہ کرنے کے بعد مرزا شاہ حسن مئو مبارک کے قلعہ کی طرف متوجہ ہوا اور مئو مبارک کے قریب جھیل کے کنارے منزل انداز ہوا۔ اور قلعہ مئو کا سختی سے محاصرہ شروع کر دیا (ن ۳)

چند روز بعد مرزا شاہ حسن سے قلعہ مئو سے قدوۃ العارفین مرشد الطالبین شیخ روح اللہ (ح ۴) جو قطب المحققین و غوث الواصلین شیخ حماد قریشی کے فرزند تھے ملنے کے لئے تشریف لائے اور بوقت ملاقات انہوں نے محاصرہ کی وجہ سے اہل قلعہ کی عاجزی اور پریشانی کا ذکر کیا۔ اس پر مرزا شاہ حسن نے مرزا مسکین ترخان کو حکم دیا کہ وہ کچھ آدمیوں کے ساتھ قلعہ مئو کے اندر جائے اور قلعہ میں سامان رسد کا جائزہ لے اور قلعہ سے

لنگاہوں اور بلوچوں کا صفایا کر دے صرف ان لوگوں کی جان بخشی کرے جو حضرت شیخ حماد قریشی کے مزار میں پناہ لے لیں۔ مرزا مسکین ایک معقول جمعیت کے ساتھ قلعہ مئو کے اندر گیا اور صرف ان لوگوں کو کچھ نہ کہا جنہوں نے خانقاہ مذکور میں پناہ لی ہوئی تھی باقی تمام لنگاہ اور بلوچ سپاہیوں کو گرفتار کر کے لایا اور مرزا شاہ حسن کے روبرو پیش کیا(ح ۵)

مرزا شاہ حسن دو تین روز قلعہ مئو کے باہر ٹھہرا رہا اس کے بعد وہ قلعہ مئو کو ملاحظہ کرنے کے لئے قلعہ کے اندر داخل ہوا جہاں وہ حضرت شیخ روح اللہ قریشی کی خدمت میں بھی حاضر ہوا اور اس بزرگ سے یہ یقین دہانی حاصل کی کہ وہ اس کے ملازمین کے کاموں میں مداخلت نہیں کریں گے اور مرزا شاہ حسن کے مخالفین کی امداد سے بھی احتراز کریں گے۔ اس موقع پر شیخ روح اللہ قریشی نے مرزا شاہ حسن سے رحمو ڈہر کی جان بخشی کی استدعا کی لیکن مرزا شاہ حسن نے کہا کہ چونکہ اس کے آدمیوں نے سلطان محمود خان بکھری کے دو بھائی قتل کئے ہیں اس لئے یہ مسئلہ اس سے متعلق ہے۔ بعد میں اس نے رحمو ڈہر کو طلب کیا۔ رحمو ڈہر گردن میں تلوار لٹکا کر جان بخشی کا امیدوار بن کر اپنے قصوروں پر پشیمان ہو کر اس کے سامنے حاضر آیا۔ اس موقع پر سلطان محمود خان نے رحمو ڈہر کے قصوروں کو معاف کر دیا جس پر رحمو ڈہر نے اپنی بھتیجی کا رشتہ سلطان محمود خان کے لئے تجویز کیا جسے سلطان محمود خان نے قبول کر لیا چنانچہ جام جیون ڈہر کی دختر سلطان محمود خان کے حرم میں داخل کر دی گئی(ح ۶)

قلعہ مئو سے مرزا شاہ حسن نے قبیلہ لاڑ کے علاقے نوشہرہ (**ججہ**) کا رخ کیا اور ہراول کے طور پر پانچ سو سپاہیوں کا دستہ محب ترخان کی سرکردگی میں اس طرف روانہ کیا اور خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گیا جہاں وہ لاڑ قبیلہ کے علاقے میں خیمہ گزین ہو گیا۔ جہاں ملتان کا ایک اہم عہدہ دار بندہ ڈہر نے آکر اطاعت قبول کر لی۔ مرزا شاہ حسن نے اس کو خلعت فاخرہ عطا کر کے سلطان محمود خان بکھری کے ماتحت کر دیا وہاں سے مرزا شاہ حسن نے اچ کا رخ کیا(ح ۷)

فتح اچ

جب مرزا شاہ حسن اچ کے نزدیک پہنچا تو اس کے آنے سے پہلے ملتان سے لنگاہ سردار ایک لشکر کثیر کے ساتھ اچ کو بچانے کے لئے آئے ہوئے تھے ملتان کی فوج مرزا شاہ حسن کی فوج سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اور اس میں لنگاہوں کے علاوہ بلوچ اور نہر قبیلہ کے لوگ بھی شامل تھے بلکہ ملتان کے لشکر کے ہراول کی سرداری نہروں کے سپرد تھی مرزا شاہ حسن نے اپنی فوج کے میمنہ کی سرداری محمد مسکین ترخان اور مرزا عیسے ترخان کے سپرد کی جبکہ میسرہ کی کمان میر فرخ میر ایلکا ارغون کے سپرد کی اور فوج کا ہراول سلطان محمود خان اور سلطان مقیم بیگلو کے حوالے کر دیا اور قلب میں مرزا شاہ حسن خود اور اس کی امداد کے لئے میر فرخ ارغون سلطان قلی بیگلو مقرر ہوئے(ن ۸) اور میر محمود سربن (ن ۹) اور میر ابو مسلم کو طلایہ پر معمور کیا

جب یہ دونوں طاقتور فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو مرزا شاہ حسن کی فوج نے جنگ کی ابتداء کی۔ لنگاہ اور بلوچوں نے ان پر تیروں کی بارش شروع کر دی لیکن مرزا شاہ حسن کے میمنہ نے اپنے سامنے دشمنوں کو میدان سے بھگا دیا اور میسرہ نے بھی دشمن پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ دشمن بے ترتیب ہو گیا بہلول رائے زادہ (ن ۱۰) اور بہت سے دوسرے لوگ میسرہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے مرزا شاہ حسن نے ان کے قتل کا حکم دیا اور ملتان کا لشکر میدان سے پسپا ہو کر اچ کی قلعہ بندیوں کی پناہ میں چلا گیا اور قلعہ بند ہو کر مقابل آراء ہوا۔

مرزا شاہ حسن نے اب اچ کے قلعہ کی طرف توجہ دی اور زبردست حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ توڑ دیا اور محصورین کو دو بدو مقابلہ پر مجبور کر دیا محصورین قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر مرزا شاہ حسن کی فوج پر تیر اور پتھر برسانے لگے اور جان توڑ کر دفاع کیا اس پر مرزا شاہ حسن نے لنگاہ سرداروں کے سر نیزوں پر محصورین کو دکھانے کے لئے بلند کئے تو

محصورین حوصلہ ہار کر قلعہ کی دیواروں اور برجوں سے کود کر جان بچانے کے لئے بھاگنے لگے مرزا شاہ حسن نے ان کے اور شہر کے تمام مکینوں کے قتل عام کا حکم دیا اور شہر میں داخل ہو کر قتل عام اور لوٹ مار کا آغاز کیا چنانچہ اس روز اچ کے کافی شہری قتل ہوئے اور لوٹ مار کا بازار خوب گرم ہوا آخر کار مرزا شاہ حسن کی خدمت میں اچ کے معززین کا ایک وفد جو سید زین العابدین بخاری، شیخ ابراہیم، شیخ اسماعیل، قاضی ابوالخیر اور قاضی عبیدالرحمان پر مشتمل تھا حاضر ہوا اور شہر کے لوگوں کی مظلومیت کے بارے میں عرض کی جس پر مرزا شاہ حسن نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ آج کے بعد اچ کے لوگوں کو کچھ نہ کہا جائے قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے اور جو لوگ حکم سے سرتابی کریں ان کے سر نیزوں پر چڑھائے جائیں اس کے بعد مرزا شاہ حسن نے اچ کے قلعہ اور عمارتوں کو مسمار کرنے کا حکم صادر فرمایا جس پر فی الفور عمل ہوا اس کے بعد برباد شدہ عمارتوں کی لکڑی کشتیوں میں رکھوا کر بکھر روانہ کر دی (ن ۴)

سلطان محمود لنگاہ کی جنگی تیاریاں

جب اچ کی فتح کی خبر ملتان پہنچی تو سلطان محمود لنگاہ خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اس نے ارغونوں کے سد باب کے لئے جنگی تیاریوں کے سلسلہ میں اپنے تمام اتحادیوں۔ بلوچوں۔ جتوں۔ رندوں۔ دودائیوں کورائیوں۔ چانڈیوں اور نہروں اور دوسرے سپاہیوں کا لشکر جمع کرنے کے لئے قاصد روانہ کر دئے اور ایک ماہ کے اندر اس کے جھنڈے تلے ایک لاکھ سوار کار آزماء جمع ہو گئے اور سلطان محمود لنگاہ بہت کروفر سے ملتان سے باہر آیا اور دریائے ستلج کی طرف رخ کیا مرزا شاہ حسن کو جب سلطان محمود لنگاہ کی فوجی تیاریوں کی اطلاع ملی تو وہ دریائے ستلج کے کنارے خیمہ زن ہو گیا (ن ۴)

مرزا شاہ حسن اور سلطان محمود لنگاہ کے مابین صلح

جب دریائے ستلج کے کنارے پر دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن تھے تو سلطان محمود

لنگاہ نے صلح کے لئے کوششوں کا آغاز کیا (ن ۱۳) اس سلسلہ میں سلطان محمود لنگاہ نے حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے اس وقت کے سجادہ نشین مخدوم شیخ بہاؤ الدین قریشی کو سفیر بنا کر صلح کی گفتگو کے لئے مرزا شاہ حسن کے پاس بھیجا اور مولانا بہلول کو جنکی علمی استعداد مسلمہ تھی اور جو حسن عبارت اور ادائے مقاصد میں بے نظیر زمانہ تھے شیخ بہاؤالدین کے ہمراہ روانہ کیا جب دونوں سفیر مرزا شاہ حسن کے لشکر گاہ میں پہنچے تو مرزا شاہ حسن ملتان کے سفیروں کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ جب ملتان کے سفیروں نے عرض مدعا کیا تو مرزا شاہ حسن نے جواب میں کہا کہ میری ملتان کی طرف آنے کی غرض و غایت سلطان محمود کی تربیت اور غوث الاعظم شیخ بہاؤ الدین ذکریا ملتانی علیہ رحمت کی زیارت ہے مولانا بہلول نے عرض کی سلطان محمود لنگاہ کی تربیت حضرت اویس قرنی کی طرح ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت اپنی روحانیت سے فرمائی تھی۔ مرزا شاہ حسن کو شیخ بہاو الدین قریشی کے اپنے پاس آنے اور تکلیف کرنے کا بہت خیال تھا۔ چنانچہ ان کے بار بار کہنے پر مرزا شاہ حسن نے صلح پر آمادگی ظاہر کر دی اور فریقین کے مابین معمولی رد و کد کے بعد عہد نامہ صلح لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا "چونکہ گھارہ واہ یعنی ستلج ملتان اور بکھر کی مملکتوں کے مقبوضہ جات کے مابین بہتا ہے اس وجہ سے آج کے بعد دونوں حکمران اس حد سے آگے نہیں بڑھیں گے" معاہدہ صلح پر دستخطوں کے بعد شیخ بہاؤالدین قریشی ملتان کی طرف روانہ ہونے لگے تو مرزا شاہ حسن نے مخدوم شیخ بہاؤ الدین قریشی کی خدمت میں نو گھوڑے اونٹوں کی قطار اور دیگر نقد و جنس ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ اور مخدوم قریشی کو بے حد راضی خوشی روانہ کیا (ن ۱۴)

حکومت ملتان کے ملازمین میں بددلی

سلطان محمود لنگاہ حکومت ملتان کے عمال میں مقبول نہ تھا طبقہ امراء بھی اس کے غلط

طور طریقوں کی وجہ سے نالاں تھا چنانچہ ارغونوں کے ساتھ صلح کے بے حد مفر اثرات مرتب ہوئے اور حکومت ملتان کی اسقدر بے رعبی ہوئی کہ حکومت ملتان کے ملازمین اور امراء ارغونوں کی طرف دیکھنے لگے چنانچہ اسی اثناء میں سلطان محمود لنگاہ کا ایک اہم ملازم اقبال خان راہ وفا کو ترک کر کے مرزا شاہ حسن ارغون کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس نے اس کی خیر خواہی کا اظہار کیا اور ارغونوں کی ملازمت کا خواستگار ہوا جسے مرزا شاہ حسن نے بخوشی قبول کر لیا اور اسے کافی توجہ سے سرفراز کر کے اس کی ملازمت کی استدعا قبول کر لی اقبال خان نے تو کھل کر ایسی حرکت کی تھی لیکن دیگر اہم منصب داروں اور ملتان کی حکومت کے عمال نے خفیہ طور پر مرزا شاہ حسن سے رابطے قائم کر لئے جن میں لنگر خان لنگاہ اور قوام خان لنگاہ پیش پیش تھے (ح ۱۵)

مرزا شاہ حسن کی واپسی

جب مرزا شاہ حسن نے سلطنت لنگاہ میں نفاق کا بیج بو دیا تو اس نے سندھ واپسی کی تیاری شروع کی اور اپنے عمال کو اچ میں دوسرا قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا (ح ۱۶)

سلطان محمود لنگاہ کی اچانک وفات

جب مخدوم بہاؤالدین قریشی اور مولانا بہلول مرزا شاہ حسن کے ساتھ معاہدہ صلح طے کر کے دریائے گھارا کے کنارے سلطان محمود لنگاہ کی لشکر گاہ میں واپس آئے اور اسے شرائط صلح سے مطلع کیا جسے سلطان محمود لنگاہ نے قبول نہ کیا رات کو سلطان محمود لنگاہ اچانک فوت ہو گیا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ لنگر خان لنگاہ نے اپنے آقا کو زہر دے دی (ح ۱۷) سلطان محمود خان کی وفات ۹۳۱ھ مطابق ۱۵۲۵ء / ۱۵۲۴ء میں ہوئی اس کی سلطنت کی معیاد تیئس سال ہوئی

مرزا شاہ حسن کا ڈیرہ آور پر حملہ اور کامیابی اور سندھ واپسی

مرزا شاہ حسن کو جیسے ہی سلطان محمود لنگاہ کی موت کی خبر ملی اس نے سندھ واپس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور سلطان محمود لنگاہ کی موت کو ملتان کی فتح کا سبب سمجھا اسی اثناء میں قوام خان لنگاہ اور لنگر خان (ح ۱۸) جو سلطان محمود لنگاہ کے امیر الامراء تھے فرار ہو کر مرزا شاہ حسن سے جا ملے اور ملازمت کے خواہاں ہوئے جسے مرزا شاہ حسن نے خوشی سے قبول کیا اور ان کی ان کے حسب منشاء خاطر مدارت کی انہوں نے ملتان کے مقبوضات پر مرزا شاہ حسن کا قبضہ کرانے کا بیڑا اٹھایا اس موقع پر اقبال خان لنگاہ نے جو ملتان سے بھاگ کر مرزا شاہ حسن کی ملازمت اختیار کر کے خیر خواہی دکھا چکا تھا مرزا شاہ حسن کی خدمت میں عرض کی کہ ڈیرہ آور کے قلعہ میں سابقہ سلاطین کے زبردست خزانے مدفون ہیں (ح ۱۹) اور سلطان محمود لنگاہ کا بھی تمام خزانہ اس قلعہ میں محفوظ ہے لہٰذا اس قلعہ کو فتح کیا جائے قوام خان اور لنگر خان نے بھی اس کی تائید کی چنانچہ مرزا شاہ حسن نے ڈیرہ آور کے قلعہ دار غازی خان (ح ۲۰) کی دلجوئی کے لئے ایک فرمان جاری کیا جس میں یہ تحریر تھا کہ اچ میں ہمارا قیام ہے اور گھارا دریا کے اس طرف کی تمام مقبوضات ہماری سلطنت کا حصہ ہیں اس لئے مناسب ہے کہ تم قلعہ کے سارے باشندوں سمیت اطاعت قبول کر کے بلا تاخیر ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ لیکن غازی خان نے اس خط کی پرواہ نہ کی اور قلعہ کو مضبوط کرنے پر توجہ دیکر مرزا شاہ حسن کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ اور حکومت ملتان سے وفادار رہا آخر یکم رجب سال ۹۳۲ھ مطابق ۱۳ اپریل ۱۵۲۶ء صبح کے وقت مرزا شاہ حسن نے حکم دیا کہ اس کا لشکر ایک ماہ کی رسد پائی غلہ فراہم کر کے ڈیرہ آور کی مہم کے لئے روانہ ہو اس کے علاوہ سنبل خان خاص خیلوں (ح ۲۱) پیادوں۔ سواروں اور توپچیوں کو ہمراہ لیکر ڈیرہ آور کے قلعہ کو جا کر چاروں طرف سے گھیر لے اور خیمہ زن ہو کر قلعہ کے گرد مورچے تقسیم کرے اور انتہائی کوشش کے ساتھ محاصرہ کا

کرے اور قلعہ کو حاصل کرنے کے لئے جنگ شروع کردے۔
قلعہ ڈیر آور ایک ایسا قلعہ تھا کہ جو بلندی اور مضبوطی میں سد سکندری کو مات دیتا
ور یہ قلعہ ایک ایسے بیابان میں واقعہ تھا جہاں پانی نہ ملنے کی وجہ سے پرندوں کی نگاہیں
ہمیشہ بادلوں کی منتظر رہا کرتی تھیں (ح ۲۲)
محاصرہ شروع ہونے کے تیسرے دن ارغونوں نے تین سو کنوئیں کھود کر لشکر کے
وافر مقدار میں پانی مہیا کردیا۔ چوتھے دن مرزا شاہ حسن خود بھی اچ سے پہنچ گیا اور
رہ میں شدت پیدا ہو گئی جب محاصرہ کو کچھ مدت گزر گئی تو اہل قلعہ کی حالت تنگ
نے لگی اور انہیں کہیں سے بھی کوئی کمک یا مدد نہ پہنچ سکی۔ محاصرہ کے طول پکڑنے کی
سے سامان رسد کی اس قدر قلعہ میں کمی ہوئی کہ انتہائی کوشش کے باوجود قلعہ والوں
لا ہوا چمڑہ بھی میسر نہ آتا تھا۔
اس اثناء میں سنبل خان کی زیر سرکردگی ارغونوں نے دو طرف سے سرنگ لگا کر
کے سامنے والی فصیل اور برجی مسمار کردی جب قلعہ کے لوگوں نے موت کو سامنے
تو انہوں نے ارغونوں پر آگ کی ہانڈیاں اور انگارے پھینکنے شروع کردئے اور جنگ
حد شدید شروع ہو گئی جس پر ارغونوں نے ڈھالوں کو سر پر باندھا اور ہلہ کر کے قلعہ
فصیلوں اور برجیوں پر جا پہنچے۔ اہل قلعہ نے اپنے جسم کی آخری رمق تک خوب
کیا بیشتر قتل اور زخمی ہو گئے اور باقی گرفتار کرلئے گئے مرزا شاہ حسن کو بے شمار
اور دفینہ ہاتھ آیا اس نے خزانہ اور دفینہ شمار کرنے کے لئے معتمد افراد مامور کئے۔
وسری صبح کو کثیر مقدار سونا سپاہیوں میں تقسیم کر کے باقی اپنے خزانہ میں محفوظ کیا اور
گاڑیوں پر لدوا کر براستہ اچ بکھر روانہ ہو گیا اور پندرھویں دن بکھر جا پہنچا جہاں
فتوحات اور عظیم خزانہ کے دستیاب ہونے کی خوشی میں جشن مسرت منایا اور لوگوں کو
ل کیا (ح ۲۳)

حواشی باب ہشتم

۲۹:۔ تذکرۃ الملتان کی رو سے مرزا شاہ حسن کے حدود ملتان پر پہلے حملے سے لیکر سقوط ملتان تک
تین سال کا عرصہ لگا

۳:۔ تاریخ معصومی کی رو سے اس معرکہ میں سلطان محمود خان نے اپنے ہاتھوں سے تیس بلوچوں ک
قتل کیا

۴:۔ شیخ روح اللہ قریشی اپنے وقت کے مرتاض روحانی پیشوا تھے آپ حضرت جلال سرخ بخاری ک
خلیفہ تھے اور سہروردی سلسلہ طریقت سے نسبت رکھتے تھے آپ کا مزار پر انوار متو مبارک میں مرج
خلائق ہے

۵:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۷

۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۷:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۸:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۹

۹:۔ سربن افغانوں کا قبیلہ ہے ملاحظہ ہو قیس عبدالرشید کی اولاد کی تفصیل تاریخ خان جہاں لود
میں

۱۰:۔ لنگاہ شہزادے رائے کہلاتے تھے اس لئے یہ شاہی خاندان کا فرد معلوم ہوتا ہے۔

۱۱:۔ تاریخ معصومی ۲۱۰

۱۲:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۱

۱۳:۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ملتان کے حکمران طبقے میں دو پارٹیاں بن چکی تھیں ایک پارٹی
کے حق میں تھی اور دوسری جنگ کے حق میں قائم ہو چکی تھی سلطان محمود صلح والی پارٹی کے زیر ا
نہ تھا۔

۱۴:۔ تاریخ معصومی ۲۱۲

۱۵:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۳

۱:۔ اس قلعہ کو آج بھی اچ مغلہ کہتے ہیں

۱:۔ مصنف تاریخ معصومی نے سلطان محمود لنگاہ کی اچانک وفات کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
شیخ شجاع بخاری نے کہ جو سلطان حسین لنگاہ کا داماد تھا اور جسے امور ملکی و مالی میں بڑا اقتدار حاصل
کسی موقع پر کنیزوں اور خواص میں سے بعض سے خیانت کی تھی یہ خبر جب سلطان محمود لنگاہ کے
م میں آئی تو وہ سخت غضبناک ہوا جس کی وجہ سے متعلقہ لوگوں نے اپنی زندگی کو سلطان محمود لنگاہ کی
وت پر منحصر سمجھ کر اپنے سردار کو ہلاک کردینے پر کمرباندھی اور سارے حقوق فراموش کر کے زہر
ہل کو جو اس کے خزانے میں دوسروں کے لئے رکھا ہوا تھا اس پر استعمال کیا جس کا آدھا گھونٹ
یتے ہی وہ ایسا بیہوش ہوا کہ پھر اسے ہوش نہ آیا" ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۱ تاریخ معصومی کی یہ کہانی اس لئے
قابل یقین ہے کہ سلطان محمود لنگاہ ایک ماہ سے ملتان سے باہر آکر لشکر گاہ میں فوج کے ساتھ مقیم تھا
یخ شجاع بخاری کو اچانک زہر دینے کا خیال کیسے ہو گیا معلوم یہ ہوتا ہے کہ شرائط معاہدہ صلح پر
لطان محمود لنگاہ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس پر وہ لوگ جو ارغونوں سے ہر حال میں صلح چاہتے تھے
ور مرزا شاہ حسن سے رابطہ رکھتے تھے انہوں نے صلح کے کام کو بگڑتے دیکھ کر رات کو ہی سلطان
حمود لنگاہ کا کام تمام کر دیا اور مرزا شاہ حسن سے جا کر مل گئے آئندہ واقعات اس کی تائید کرتے ہیں
اس سلسلہ میں طبقات اکبری جلد سوئم بھی زیر مطالعہ رکھیں

۱۸:۔ طبقات اکبری میں لنگر خان کے نام کے ساتھ لنگاہ کا لاحقہ درج نہیں ہے ملاحظہ ہو طبقات
اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۳ نور احمد خان فریدی اُسے بلوچ قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو تاریخ ملتان جلد دوئم صفحہ ۴۵

۱۹:۔ قلعہ ڈیرہ آور چولستان کے وسط میں آبادیوں سے کافی دور ہزاروں سالوں سے محفوظ مقام سمجھا جاتا
رہا ہے ہر دور میں اس میں خزانوں کے دفن ہونے کا تذکرہ ملتا ہے کافی حملہ آور ان خزانوں کی تلاش
میں اس قلعہ کے لئے سرگرداں رہے ہیں اور کئی حکمران اس میں لاحاصل کھدائیاں کرتے رہے ہیں
بہاولپور کے آخری عباسی حکمران بھی حصول دفینہ کے سلسلہ میں کھدائیاں کرتے رہے ہیں معلوم نہیں
لنگاہوں نے ملتان سے اتنا دور اس قلعہ میں اپنے خزانے کیوں دفن کئے ہوئے تھے۔

۲۰:۔ معلوم نہیں یہ شخص غازی خاں میرانی ہے جس کے والد حاجی خان نے لنگاہوں کے باجگزار
کے طور پر اپنے بیٹے کے نام پر ڈیرہ غازی خان کا شہر آباد کیا تھا

۲۱:۔ مرزا شاہ حسن کے ہم قوم ارغون ترکوں اور منگولوں پر مشتمل فوج خاص خیل کہلاتی تھی یہ فو
خاصہ یعنی CAMMANDO TROOPS تھے

۲۲:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۳

۲۳:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۵

باب نہم

سلطان حسین لنگاہ ثانی

جب سلطان محمود لنگاہ کی والدہ کو صبح کو سلطان کی اچانک حسرت ناک موت کا علم ہوا تو اس عصمت ماب خاتون نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ اس منزل پر قیام کرے۔ اس سانحہ کو دو تین دن پوشیدہ رکھیں تاکہ سلطنت میں افراتفری نہ پھیلے ہم صورت حال اسی اثناء میں سنبھال لینگے لیکن سلطان کی ناگہاں وفات کی خبر کو چھپایا نہ جاسکا جس سے لنگاہ قبیلہ کے سردار پریشان ہو کر بھاگ بھاگ کر ملتان جانے لگے ناچار والدہ مذکور سلطان محمود لنگاہ کی نعش کو لیکر ملتان پہنچی اور تدفین کے مراسم طے کر کے سلطان محمود کا بیٹا جو بالکل کمسن تھا اسے سلطان حسین ثانی کا لقب دیکر اپنا بادشاہ بنایا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا جملہ سرداران اور عمال حکومت نے نئے بادشاہ کی اطاعت قبول کی شیخ شجاع الملک بخاری جو سلطان حسین خان لنگاہ اول مرحوم کا داماد تھا کو عہدہ وزارت پر فائز کیا گیا۔ (۱)

حکومت ملتان میں انتشار

شیخ شجاع الملک بخاری لنگاہ سرداروں میں مقبول نہیں تھا اسے وزارت کا عہدہ شاہی خاندان کی با اثر خواتین خصوصا مرحوم سلطان کی بیوہ کے اثر کی وجہ سے ملا تھا۔ نیا وزیر لنگاہوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی سرپرستی کرتا تھا اور شاہی خاندان سے رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے مغرور اور مستبد تھا۔ چنانچہ مرحوم سلطان کے رشتہ داروں اور لنگاہ امراء کے مابین عداوت اور مناقشے پیدا ہو گئے اور امراء خود سر ہو کر اطاعت سے روبہ انحراف کر گئے کم عمر سلطان حسین لنگاہ ثانی شیخ شجاع الملک بخاری اور شاہی خاندان کی

عورتوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گیا۔ کسی کو بھی یہ خیال نہ تھا کہ مرزا شاہ حسن کسی وقت ملتان پر حملہ آور ہو سکتا ہے نیز مرزا شاہ حسن نے حکومت ملتان کے ملازمین سے جو ساز باز کر رکھی تھی اسکے سد باب کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی جارہی تھی ہر طرف سخت بدامنی بے اطمینانی انتشار اور ظلم و جور کا دور دورہ ہو گیا ان حالات میں امراء ممتاز افراد اور عوام کسی دوسرے حکمران کے متلاشی ہوئے اور جس کا بھی جو دل میں آیا اس نے وہی کیا(ح ۲)

لنگر خان کی ملتان پر حملہ کے لئے مرزا شاہ حسن کو دعوت

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کچھ لوگ جو ملتان میں اہم عہدوں پر فائز تھے وہ لنگاہ حکمرانوں سے ذاتی عناد کی وجہ سے یا اپنے طبعی سفلہ پن کی وجہ سے ملتانیوں کے مفادات سے غداری کرتے ہوئے کافی عرصے سے حکومت ملتان کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اس سلسلہ میں وہ قبل ازیں وفد بنا کر بابر بادشاہ کی خدمت میں بھی حاضر ہو چکے تھے (ح ۲) اور اسے ملتان پر حملہ کرنے کی دعوت دے چکے تھے جب مرزا شاہ حسن نے حدود ملتان میں پہلی مرتبہ مداخلت کی اور اچ تک بڑھ آیا تو ان لوگوں نے اس سے بھی رابطے قائم کر لئے اور ملتان میں مرزا شاہ حسن کی ایک حامی پارٹی وجود میں آگئی اس پارٹی کا سرغنہ لنگر خان تھا اس نے مرزا شاہ حسن کے پہلے حملہ کے موقع پر ملتان اور اس کے مقبوضات پر مرزا شاہ حسن کو قبضہ کرانے کی حامی بھرلی تھی سلطان محمود لنگاہ کی اچانک وفات نے اس کے ناپاک ارادوں کے لئے مہمیز کا کام کیا اور نئے سلطان کے تقرر پر نظام حکومت میں بد نظمی نے اسے اس قدر دلیر اور شیر بنا دیا کہ وہ سندھ چلا گیا اور مرزا شاہ حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتان کے دگرگوں انتظامی حالات سے اسے مطلع کر کے اس سے التماس کی کہ وہ ملتان پر حملہ آور ہو کر لوگوں کو مصیبتوں سے نجات دلائے مرزا شاہ حسن تو پہلے ہی تاک میں تھا اس نے سابقہ معاہدہ کو پس پشت ڈال کر ملتان پر حملہ کی

تیاری شروع کر دی

مرزا شاہ حسن ارغون کا ملتان پر دوسرا حملہ

مرزا شاہ حسن نے ملتان پر دوسرے حملے کے آغاز سے پہلے سال ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۶ء کے آخری ایام میں مرزا مسکین ترخان کو بطور ہراول سندھ سے ملتان کی طرف روانہ کیا (ح ۴) اور چند یوم کے بعد خود بھی ملتان کی طرف روانہ ہوا جب ملتان کے لنگاہوں کو مرزا شاہ حسن کے برے ارادوں کا علم ہوا اور ارغون فوج حدود ملتان کے نزدیک پہنچی تو سلطان حسین ثانی کی دادی فکر مند ہوئی اس نے عمدۃ المشائخ شیخ اسماعیل قریشی سے صلاح کی اور انتظام سلطنت کی کمزوری اور امراء کی بدنیتی کا ذکر کر کے صلح کی کوشش کی طرف مخدوم قریشی کو متوجہ کیا۔ حضرت شیخ نے بطور سفیر یہ خدمت انجام دینا قبول کیا اور مرزا شاہ حسن کے لشکر کی طرف روانہ ہوئے مرزا شاہ حسن اسوقت مئو مبارک میں خیمہ زن تھا جہاں مخدوم شیخ اسماعیل قریشی نے اس سے ملاقات کی مرزا شاہ حسن شیخ اسماعیل سے بے حد تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا اور بطور مہمانی بہت کچھ نقد و جنس شیخ کے ملازموں کو عطا کئے جب شیخ اسماعیل نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کیا تو مرزا شاہ حسن نے زیادہ توجہ نہ دی اور گفتگو بے نتیجہ رہی اور مرزا شاہ حسن نے شیخ اسماعیل کو اپنے لشکر میں روکے رکھا ناچار شیخ اسماعیل نے لنگر خان لنگاہ کو کہا کہ مرزا حسن کو کہو کہ اگر ملتان نہیں جانے دیتا تو مجھے ٹھٹھہ میں اپنے عزیزوں کے پاس جانے دے اس پر لنگر خان لنگاہ نے مرزا سے عرض کی چونکہ شیخ اسماعیل کے عزیز و اقارب ٹھٹھہ میں ہیں اگر حکم ہو تو وہ ٹھٹھہ روانہ ہو مرزا شاہ حسن نے لنگر خان کی درخواست قبول کر کے شیخ کو سندھ جانے کی اجازت دے دی اور ٹھٹھہ کے نواح میں ایک موضع حضرت شیخ کو جاگیر کے طور پر عطا کیا (ح ۵)

جب شیخ کی سفارت ناکام ہو گئی تو مرزا شاہ حسن منزلیں طے کرتا ہوا ملتان کی طرف روانہ ہو گیا جب مرزا شاہ حسن کا لشکر ملتان کے نزدیک پہنچا تو لنگر خان نے مرزا کے لشکر

کی امداد سے ٹھٹھہ گھلواں پر حملہ کیا اور وہاں سے کثیر غلہ مویشی اور دیگر اشیاء لوٹ کر مرزا کے لئے لایا(ح ۶) ارغونوں کا لشکر جب ملتان کے قریب پہنچ گیا تو لنگاہوں میں ہراس پیدا ہو گیا اور وہ سب جہاں بھی تھے ملتان میں آکر جمع ہو گئے اور صلح کے لئے آخری کوشش کے طور پر انہوں نے لنگاہ سلطان کے ایک نابالغ بھائی کو وزیر شیخ شجاع بخاری کے بھائی کے ہمراہ مرزا شاہ حسن کی خدمت میں بھیجا اور اطاعت و فرمانبرداری قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی مرزا شاہ حسن نے ان پر نوازشیں کر کے کہا اپنے بھائی سے جا کر کہو کہ وہ قلعہ سے باہر آکر ہم سے ملے اور اطاعت قبول کرے تاکہ ہماری ہر طرح کی مہربانیوں سے تمتع حاصل کر سکے ہم قلعہ اس کے حوالے کر کے سندھ واپس چلے جائیں گے لنگاہ سلطان کا بھائی اور اس کے ساتھی قلعہ ملتان میں واپس گئے اور مرزا شاہ حسن کا پیغام سنایا لیکن کسی نے اس پیغام پر کان نہ دھرا اور قلعہ سے باہر آکر مرزا شاہ حسن سے ملاقات نہ کی(ح ۷) اور ارغون لشکر کے مقابلے اور مدافعت کے لئے کمر ہمت باندھ کر ملتان کے لنگاہوں نے زور شور سے حربی تیاریاں شروع کر دیں(ح ۸)

محاصرہ ملتان

جب مرزا شاہ حسن نے دیکھا کہ ملتان کے حکمران صلح پر آمادہ نہیں ہیں تو اس نے بڑھ کر ملتان کے شہر اور قلعہ کا محاصرہ کا آغاز کر دیا محاصرہ کو چند روز گزرے تھے کہ ملتانی قلعہ کے دروازے کھول کر اچانک باہر نکلے اور محاصرین پر تیر و تبر و شمشیر سے شدید حملے کر کے بہتوں کو قتل کر دیا(ح ۹) اس واقعہ پر مرزا شاہ حسن کے غضب کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے قلعہ کے مشرق میں شمسی دروازہ کے سامنے اپنا خیمہ نصب کیا اور قلعہ پر دباؤ بڑھانے کے لئے قلعہ کے چاروں طرف مورچے تقسیم کر کے محاصرہ میں شدت پیدا کر دی ملتانیوں نے بھی دفاع ملتان میں کوئی کسر نہ چھوڑی دونوں جانب سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ روزانہ زور شور سے جنگ ہوتی تھی اور ملتانیوں نے بے مثال مدافعت

کا جذبہ دکھایا اور قلعہ سے نکل کر کئی مرتبہ ارغونوں پر حملہ کیا اور ان کے مورچے تہس نہس کر دئے اور ان کو جانی نقصان پہنچایا۔

قلعہ ملتان اپنی مضبوطی میں برصغیر میں ضرب المثل تھا لیکن قلعہ میں سامان رسد زیادہ نہ تھا جب چند ماہ محاصرہ کو گزرے اور مرزا شاہ حسن نے محاصرہ چھوڑ کر جانے کا نام نہ لیا اور قلعہ میں کھانے پینے کے سامان میں قلت پیدا ہو گئی تو محصورین میں بے دلی کے آثار پیدا ہو گئے اور فوج کے سپاہی بھوک سے عاجز آکر شیخ شجاع بخاری وزیر جو کہ محاصرہ کی جان تھا کے پاس آئے اور کہا کہ ابھی تک ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں اور ہمارے جسموں میں کافی طاقت ہے اور ہم میں جنگ کرنے کی پوری قوت موجود ہے بہتر یہی ہے کہ فوجوں کو ترتیب دیکر ایک آخری حملہ قلعہ سے باہر نکل کر غنیم پر کرنا چاہیے ممکن ہے کہ ہماری فتح ہو جائے طویل محاصرہ اور قلعہ داری تو کسی کمک یا بیرونی مدد کی امید پر ہوتی ہے جس کی موجودہ حالات میں آپ کو علم ہے کہ کسی طرف سے توقع نہیں ہے قلعہ میں حالت محصوری میں تڑپ تڑپ کر مرنا عبث ہے آخری حملہ کرنے کی اجازت دیں ملتانی جوانوں کو اپنی ہوس مٹانے دیں

شیخ شجاع بخاری نے اس مجلس میں سپاہیوں کے سرپنچوں کو تو کوئی جواب نہ دیا اور ان کو ٹال دیا لیکن تنہائی میں معتبر سرداروں کو بلا کر کہا کہ ابھی تک سلطان حسین لنگاہ ثانی کی حکومت پائیدار نہیں ہے اور منافقت عام ہے اگر ہم سب جنگ کے ارادہ سے قلعہ سے نکل کر حملہ آور ہوں تو گمان غالب ہے کہ اکثر لوگ مرزا شاہ حسن سے مل جائیں گے اور بہت کم لوگ باغیرت اور عزت دار ہیں جو ناموس رکھتے ہیں اور وہ لڑائی ثابت قدمی سے کریں گے اور لڑتے ہوئے شہید ہو جائیں گے

جب محاصرہ کو چند ماہ گزر گئے تو ملتان میں خوراک کا سامان ناپید ہو گیا اور قحط اور سخت گرانی پیدا ہو گئی مرزا شاہ حسن کی فوجوں نے گھیرا سخت تنگ کر کے قلعہ میں آمدورفت کے تمام راستے مسدود کر دئے اور باہر سے امداد کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا نہ کوئی اندر جا سکتا تھا اور نہ باہر آسکتا تھا اگر کوئی باہر آتا تو ارغون اس کو قتل کر دیتے رفتہ

رفتہ اہل قلعہ کی زندگی اور گزران کا یہ عالم ہو گیا کہ اگر کبھی کوئی بلی یا کتا ہاتھ آجاتا تو اسکے گوشت کو وہ حلوان(ح ۱۰) تصور کر کے کھاجاتے بیل کی سری دس تنکہ(ح ۱۱)اور ایک من ملتانی غلہ(ح ۱۱) سو تنکوں میں فروخت ہونے لگا بیشتر لوگ سوکھے چمڑوں اور بیل کی کھالوں کو جو کھانے کے قابل نہیں ہوتے ابال کر گزارہ کرنے لگے

قلعہ کی نگرانی کے لئے شیخ شجاع بخاری نے اپنا ایک معتمد رجادہ ماچھی(ح ۱۲)کو مقرر کیا ہوا تھا اس کے ماتحت تین ہزار دیہاتی پیادہ قلعہ کی حفاظت اور اندرونی امن و امان قائم کرنے کے لئے مقرر تھے رجادہ ماچھی کے ذمہ سامان خوراک اکٹھا کرنا بھی تھا محاصرہ کی تنگی اور خوراک کی کمی کی وجہ سے وہ باشندگان شہرو قلعہ پر بہت سختی کرتا تھا اسے جس گھر میں اناج ہونے کا ذرا بھر شک ہوتا فی الفور جاکر اس گھر کو لوٹ لیتا اس نامناسب روش سے تنگ آکر لوگ لنگاہوں کی بادشاہت کا زوال چاہنے لگے اور اس قدر تنگ آگئے کہ قتل ہونا قبول کر کے قلعہ کی فصیلوں سے باہر خندقوں میں چھلانگ لگانے لگے پہلے پہل تو جو بھی قلعہ سے کودتا ارغون اسے قتل کر دیتے لیکن جب مرزا شاہ حسن کو محصورین کی مجبوریوں کا علم ہوا تو اس نے انکے قتل سے ہاتھ اٹھالیا(ح ۱۳)

سقوط ملتان شہر

جب مصیبت انتہا کو پہنچ گئی اور محاصرہ ملتان شہر اور قلعہ کو ایک سال سے زائد عرصہ(ح ۱۴) گزر گیا اور ملتانی آخری سانس لے رہے تھے تو ۱۱ ربیع الثانی(ح ۱۵) سال ۹۳۳ھ مطابق جنوری ۱۵۲۷ء کو ارغون فوج نے شہر پر زبردست حملہ کا آغاز کیا کئی دن کی تیر اندازی اور کشت و خون کے بعد ایک دستہ فوج تیروں اور گرزوں کے زور سے ملتان شہر کے لوھاری دروازہ کو توڑ کر ملتان شہر میں داخل ہو گیا اور جاتے ہی نہایت بے دردی کے ساتھ قتل و غارت شروع کر دی اور سات سال سے ستر سال کا جو آدمی بھی سامنے آیا قتل کر دیا گیا اور جو بچ گئے وہ قید کر دئے گئے جس کے متعلق یہ خیال ہوا کہ یہ مالدار ہے اس

کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر سخت ایذا پہنچا کر رقمیں اینٹھتے تھے کافی لوگ درگاہ حضرت یوسف شاہ گردیزی کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہو کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوئے دس بارہ دن شہر میں لوٹ مار جاری رہی اور بے شمار جانیں مال و عزت تباہ ہوا اور کروڑوں کی دولت ارغونوں کے ہتھے چڑھی(ح ۶)

قلعہ ملتان کی فتح

دس بارہ دن ملتان شہر کو فتح ہوئے ہو چکے تھے اور قلعہ ملتان کے مدافعین پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور لنگاہ مزید دفاع سے مایوس ہو چکے تھے جب ارغون ملتان شہر کی لوٹ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنی تمام توجہ قلعہ ملتان کے حصول پر صرف کر دی آخر کار ایک رات محب ترخان کچھ فوج لیکر قلعہ کی دیوار پھلانگ کر قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا(ح ۷) قلعہ میں داخل ہو کر ارغونوں نے وہاں بھی لوٹ مار اور قتل عام شروع کر دیا اور قلعہ کی بیشتر عمارتوں کو آگ لگا دی اور خانقاہ حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی کو بھی نہ بخشا وہاں کافی لوگ پناہ گزین تھے ان کو لوٹا گیا اور خانقاہ میں بھی کافی خونریزی ہوئی اس قتل عام میں لنگاہ اور ملتانیوں کا بیشتر لشکر لڑتا ہوا مارا گیا ارغونوں کو ملتان کی لوٹ مار میں بے شمار خزانے اور جواہرات اور قیمتی سامان ہاتھ لگے تب کہیں مرزا شاہ حسن کا ایک ہفتہ بعد غصہ فرو ہوا اور اسنے باقی ماندہ اہل ملتان کو معاف کر کے مزید کشت و خون کو سختی سے منع کر دیا اور مقتولوں کو راستے سے اٹھا کر گڑھوں میں دفن کرنے کی اجازت دی(ح ۸)

جب جنگ کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو مخدوم زادہ شیخ بہاؤالدین قریشی نے سلطان محمود لنگاہ مرحوم کے بیٹے سلطان حسین لنگاہ ثانی(ح ۹) اور اس کے کم سن بھائی اور سلطان محمود لنگاہ کی دختر جو سب اس کی پناہ میں تھے کو مرزا شاہ حسن کے روبرو پیش کیا ان کی اور شاہی خاندان کے باقی ماندہ افراد کی جان بخشی کی استدعا کی مرزا شاہ حسن نے سلطان محمود لنگاہ

مرحوم کے دونوں بیٹے اور اس کی لڑکی اپنے ایک اہم امیر مرزا مسکین ترخان کے سپرد کر دیے(ح ۲۰) مرزا مسکین ترخان نے سلطان محمود لنگاہ کی لڑکی کا شرعی قاعدہ کے مطابق اپنے ساتھ نکاح ڈال لیا اور اس کے بیٹوں کو اپنی فرزندی میں لے کر سندھ روانہ کر دیا (ح ۲۱)اور شاہی خاندان کے دیگر افراد جو زندہ بچے ان کی جان بخشی کر دی شیخ شجاع بخاری. وزیر کو ہر طرح سے ذلیل کیا گیا اور اس پر نقد و جنس کی وصولی کے سلسلہ میں روزانہ تشدد کرتے تھے

ملتان شہر و قلعہ کی فتح کے بعد ملتان کے حالات

ملتان شہر و قلعہ کی فتح کے بعد مرزا شاہ حسن نے ملتان میں دو ماہ قیام کیا اس دوران اس نے شہر و قلعہ کی بربادی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا اور ملتان کی ویرانی اس حد کو پہنچ گئی کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ شہر دوبارہ کبھی آباد بھی ہو گا انہی دنوں مرزا شاہ حسن کو اپنے امراء کی عرضی پہنچی کہ کھنگر(ح ۲۲) ٹھٹھہ پر چڑھائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ وہ فی الفور ملتان سے بھکر اور پھر وہاں سے ٹھٹھہ روانہ ہو گیا(ح ۲۳)

جب مرزا شاہ حسن بھکر واپس ہونے لگا تو اس نے دوست میر آخور اور خواجہ شمس الدین ماحونی کو دو سو سوار' سو پیادے اور توپچی دے کر ملتان کا انتظام سپرد کر دیا اور لنگر خان لنگاہ(ح ۲۴) کو انکا امدادی مقرر کر دیا لنگر خان نے ملتان کی آبادی اور معموری پر بہت توجہ دی لٹے پٹے لوگوں کو دلاسا اور مالی امداد دیکر ان کی تالیف قلب کی اور ملتان کو پھر سے آباد کر دیا

شہر آشوب ملتان

ملتان نے ویسے تو اپنی طویل تاریخ میں بہت سے مصائب جھیلے ہیں معلوم تاریخ کی.

رو سے سکندر اعظم کے حملے محاصرہ اور قتل عام سے لیکر محمد بن قاسم کے محاصرے اور قتل عام اور پھر چنگیز خان کے منگول کمانداروں کے محاصرے الغ خان خلجی کا محاصرہ امیر تیمور کے پوتے پیر محمد کے طویل محاصرے کے تجربات سے ملتان دو چار ہو چکا تھا لیکن سندھ کے ارغونوں کے ایک سال سے زائد عرصہ محاصرہ اور سقوط ملتان کے بعد قتل عام آگ لوٹ مار بے عزتی اور تباہی بربادی کی مثال رہتی دنیا تک لوگوں کو یاد رہے گی اس محاصرہ کے دوران ملتان کے لوگوں نے دفاع ملتان میں بڑی جان فشانی دکھائی تھی اور سخت کمزور اور سقیم حالت میں بھی ہتھیار نہ ڈالے تھے اور مرزا شاہ حسن کی گھیرے میں لینے والی فوج پر قلعہ سے نکل کر تابڑتوڑ حملے کئے تھے اور ان کو جانی نقصان پہنچایا تھا جس کا مرزا شاہ حسن اور اس کے وحشی ارغونوں کو سخت غصہ تھا برصغیر میں ان کے نفوذ کے بعد کسی جگہ پر بھی ان کا اس طرح جانفشانی اور شدت کے ساتھ مقابلہ نہیں ہوا تھا نہ ہی انہیں اس سے پہلے کسی بھی مخالف کے ہاتھوں اس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچا تھا نہ ہی اتنے طویل محاصرہ کا انکو کبھی سامنا کرنا پڑا تھا محاصرین نے جب طویل عرصہ تک مشکلات کا سامنا کیا تو ملتان پر فتح حاصل کرنے کے بعد محصورین سے اس کا وحشیانہ بدلہ لیا گیا اور لوگوں کو بے دریغ قتل کیا گیا عمارتوں کو آگ لگا دی گئی عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور مال و دولت لوٹ کر لوگوں کو محتاج کر دیا گیا(۲۵) محاصرہ کی ابتداء میں ملتان کے مدافعین طویل محاصرہ کے لئے تیار نہ تھے سامان رسد کا ذخیرہ بھی طویل محاصرہ کی ضرورت کے لئے مکتفی نہ تھا چنانچہ اہل ملتان نے خوراک کی کمی کی وجہ سے محاصرہ کے دوران کافی مصائب برداشت کئے نیز حکمرانان ملتان نے خوراک کی دستیابی کے سلسلہ میں چیرہ دستی کا مظاہرہ بھی کیا جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اس وجہ سے بھی لوگوں نے سخت مصائب جھیلے یعنی اپنے اور بیگانوں سب کے ہاتھوں ملتانیوں پر قیامت گزر گئی اس وقت ملتان کی ویرانی اس حد تک پہنچ گئی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ یہ دوبارہ کبھی آباد ہو سکے گا اور جب ملتان فتح ہو گیا اور سات آٹھ روز کے کشت خون کے بعد مرزا شاہ حسن کا غصہ فرو ہوا تو ملتان کے شرفاء پر مظالم کا ایک اور سلسلہ شروع ہوا تمام سفید پوش معززین جنکے

مکانات سے ذرا بھر خوش حیثیتی کا اظہار ہوتا تھا ان کو باندھ کر لاتے تھے ان کو ٹکٹکیوں پر کھینچ کر کوڑے مارے جاتے اور ان سے رقم بٹور کر جان بخشی کی جاتی تھی ان مظالم سے صرف شاہی خاندان کے افراد حکمران طبقے کے لوگ ہی دو چار نہ ہوئے بلکہ ملتان کے تاجر اہل حرفہ یا جو بھی قتل عام کے بعد زندہ بچایا جنکی دولت کے بارے میں حق یا ناحق کسی نے چغلی کھائی اس ظلم کا شکار ہوا اور ان مظالم کے خلاف اس وقت ماسوائے ایک سندھی بزرگ مخدوم شیخ بلال رحمت اللہ علیہ جن کا زہد و تقوی میں کوئی ہم سر نہ تھا اور جو ٹلٹی کے رہنے والے تھے کسی اور نے آواز بلند نہ کی انہوں نے ملتان پر مرزا شاہ حسن کے مظالم کے بارے میں سن کر بے ساختہ فرمایا مرزا شاہ حسن ظالم ہے۔جب یہ کلام مرزا شاہ حسن کے گوش گزار ہوا اور جب مرزا ملتان فتح کر کے واپس سندھ پہنچا تو اس نے جبرا" حضرت مخدوم بلال کو اپنی مجلس میں طلب کیا اور ان کی سخت بے ادبی کی لیکن مخدوم صاحب نے مرزا شاہ حسن کے منہ پر برملا کہا پہلے تمہیں ظالم کہا تھا اب میں تمہیں اظلم (بڑا ظالم) کہتا ہوں(ح ۲۶) یہ احتجاج اس وقت ملتان سے سینکڑوں میل دور ایک سندھ کی باشعور اہم سماجی شخصیت کی طرف سے تھا جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ملتان کس قسم کے مصائب سے دو چار ہوا اور مرزا شاہ حسن نے کتنے مظالم کئے لیکن آج تک ملتان کے کسی شخص کی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ بھی ان مصائب کا تذکرہ کرتا یا نظم یا نثر میں ملتان کے ان مصائب پر کوئی شہر آشوب ہی لکھدیتا

حواشی باب نہم

۱:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۵

۲:۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۸

۳:۔ ملاحظہ فرمائیں باب ہفتم یہ واقعہ سلطان محمود لنگاہ کے ابتدائی دور میں ہوا

۴:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۵

۵:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۶

۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۶

۷:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۷

۸:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۲۱۷

۹:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۷

۱۰:۔ بکری کے تازہ پیدا شدہ میمنے کو کہتے ہیں

۱۱:۔ چاندی کا سکہ جس کا وزن ۱۷۲ چاول تھا اس سکے کا نام بعد میں شیر شاہ سوری نے روپیہ رکھ دیا

۱۲:۔ بعض تاریخوں میں جادہ یا جادو ماچھی بھی تحریر ہے

۱۳:۔ تاریخ معصومی ۲۱۸

۱۴:۔ طبقات اکبری کی رو سے محاصرہ ایک سال اور کئی مہینے جاری رہا ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۲۵

۱۵:۔ تاریخ معصومی میں یہ تاریخ درج ہے اس بات پر سب ملتانی مورخ متفق ہیں کہ محاصرہ ایک سال سے زائد عرصہ تک جاری رہا تھا اور طبقات اکبری سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے اس طرح سے سقوط ملتان اغلباً دسمبر ۱۵۲۷ء یا جنبوری ۱۵۲۸ء میں ہوا صحیح تاریخ جنوری ۱۵۲۸ء معلوم ہوتی ہے جس کی تائید تذکرۃ الملتان سے بھی ہوتی ہے

۱۶:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۸

۱۷:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹

۱۸:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹

۱۹:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۹

۲۰:۔ تذکرۃ الملتان کے مطابق سلطان حسین لنگاہ ثانی گرفتار ہونے کے کچھ عرصہ بعد مرگیا اس کا عرصہ حکمرانی آٹھ سال تھا ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸ لیکن اتنا طویل عرصہ حکمرانی درست معلوم نہیں ہوتا زبدۃ التواریخ کی رو سے سلطان حسین لنگاہ ثانی گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا تھا جو غلط معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۷ سلطان حسین لنگاہ ثانی کا عرصہ حکومت اندازاً دو سال تھا

۲۱:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۳۶

۲۲:۔ کھنگر گرنار کاٹھیا واڑ کے حکمرانوں کا خاندانی لقب تھا جو ذات کے جریجہ راجپوت تھے

۲۳:۔ تذکرۃ الملتان کی رو سے مرزا شاہ حسن کا حدود ملتان پر حملے کی ابتداء سے لیکر سقوط قلعہ ملتان تک تین سال کا عرصہ صرف ہوا جس میں ایک سال سے زائد محاصرہ ملتان پر صرف ہوئے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸

۲۴:۔ تذکرۃ الملتان میں لنگر خان کی بجائے لشکر خان لنگاہ کا نام درج ہے صفحہ ۵۸ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی شخص کے دو مختلف نام ہیں میں نے ملتان کے مورخ کی تائید میں لشکر خان ہی لکھا ہے۔ لشکر خان کو ہی لنگر خان سمجھیں

۲۵:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۳۶

۲۶:۔ ذخیرۃ الخوانین صفحہ ۱۷۷ بحوالہ مقالہ رجال السند شہید بلال سمون از غلام محمد لاکھو (ماہانہ السند اسلام آباد) شمارہ مئی ۹۳

باب دھم

لشکر خان لنگاہ کا دور حکومت

مرزا شاہ حسن کے ملتان سے جانے کے بعد کچھ عرصہ تک خواجہ شمس الدین اور لشکر خان لنگاہ ایک دوسرے سے ملتان کے انتظام کے سلسلہ میں تعاون کرتے رہے لیکن چند ماہ میں لشکر خان لنگاہ نے ملتان میں کافی طاقت حاصل کر لی اور عسکری لحاظ سے اسقدر مضبوط ہو گیا کہ اسے ارغون دستہ فوج کی ذرا بھر پرواہ نہ رہی اور جب ملتان کے نظم و ضبط پر اس کی گرفت بے حد مضبوط ہو گئی تو اس نے ایک روز خواجہ شمس الدین اور ارغون دستہ فوج کو بزور ملتان بدر کر دیا اور تنہا ملتان پر حکومت کرنے لگا (ح ۱)

جب ملتان سے ارغونوں کا عمل دخل ختم ہو گیا تو لشکر خان لنگاہ نے ملتان کی تعمیر و ترقی کی طرف توجہ دی اس کی شبانہ روز محنت اور توجہ سے ملتان پر طویل محاصرہ اور تباہی کے اثرات کچھ عرصے میں رفع ہو گئے اور ملتان دوبارہ آباد ہو گیا (ح ۲)

ملتان بادشاہ دہلی کی حکومت کے تحت

لشکر خان لنگاہ نے ہمت کر کے ارغونوں کے اثر سے کامل طور پر ملتان کو آزاد تو کرا لیا لیکن اسے پتہ تھا کہ اگر ارغونوں نے ملتان کی بازیابی کے لئے کوشش کی تو وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا چنانچہ اس نے ارغونوں سے بچاؤ کے لئے دہلی کے حکمرانوں کا سہارا ڈھونڈھا جب ۷ اپریل ۱۵۲۶ء کو بابر بادشاہ نے سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دیکر سلطنت ہندوستان حاصل کر لی اور پنجاب بابر کے قبضے میں چلا گیا تو اس موقع پر لشکر خان لنگاہ نے سندھ کے ارغونوں کے سدباب کے لئے بابر بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی اور ملتان سے روانہ ہو کر بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی

ملازمت اختیار کرلی (ح ۳) جب مرزا شاہ حسن کو لشکر خان لنگاہ کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے بھی صوبہ ملتان بابر بادشاہ کے حوالے کرنے کی عرضداشت بابر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کردی (ح ۴)

سال ۹۳۴ھ / دسمبر ۱۵۲۷ء کو بابر بادشاہ نے اپنے بیٹے مرزا عسکری کو ملتان جاگیر کے طور پر عطا کیا لیکن لشکر خان لنگاہ کو حسب سابق نظامت ملتان کے عہدہ پر بحال رکھا تاکہ وہ مرزا عسکری سے تعاون جاری رکھے لیکن جلد ہی ملتان کی انتظامی بہتری کے لئے بابر نے یہ صوبہ مرزا عسکری سے لیکر جمادی الثانی ۹۳۵ھ مطابق فروری ۱۵۲۹ء کو مرزا کامران کو جاگیر میں دے دیا (ح ۵) لیکن مرزا کامران ان دنوں کابل اور قندھار کے انتظام میں مصروف تھا اس لئے اس نے بابر کی زندگی میں ملتان کا انتظام نہ سنبھالا اس پر بابر نے ایک اور افسر محمد کو کتاش کو لشکر خان لنگاہ کی معاونت کے لئے اپنا نمائندہ بنا کر ملتان بھیجا اور ان دونوں نے ملتان پر سال ۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۹ء تک بلوچوں کی یلغاروں کا دلیری سے مقابلہ کیا اور حصول ملتان کے لئے بلوچوں کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔

جب بابر بادشاہ فوت ہو گیا اور ہندوستان کی سلطنت (ح ۶) ہمایوں بادشاہ کے قبضہ و اختیار میں آگئی (ح ۷) تو ہمایوں بادشاہ نے کابل قندھار کے صوبے اپنے بھائی مرزا کامران کی جاگیر میں دے دیئے (ح ۸) لیکن مرزا کامران نے کابل سے آکر جب لاہور پر قبضہ کر لیا تو اسنے لوگوں کو بھیج کر لشکر خان لنگاہ کو ملتان سے اپنے پاس لاہور بلایا (ح ۹) لشکر خان لاہور پہنچا اور مرزا کامران کی خدمت میں حاضر ہوا مرزا نے ملتان کے عوض اسے کابل میں جاگیر عطا کی اور لاہور میں رہائش کے لئے کچھ عمارتیں اور اراضی مختص کی جہاں اسنے رہائش اختیار کرلی وہ جگہ دائرہ لشکر خان کے نام سے معروف ہوئی اور لاہور کا معروف محلہ ہے (ح ۱۰) اس وقت سے ملتان مرزا کامران کی عملداری میں آگیا یہ واقعہ اندازاً" سال ۱۵۳۰ء مطابق ۹۳۸ھ میں ہوا پس ملتان پھر دہلی کے سلاطین کے قبضہ میں آگیا اور اس کی بیانوے سالہ آزادی کا خاتمہ ہو گیا۔

حواشی باب دھم

۱:۔ ملتان پر خواجہ شمس الدین یعنی ارغونوں کی حکومت گیارہ ماہ رہی ملاحظہ ہو تاریخ معصوی صفحہ ۲۲۰

۲:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۷

۳:۔ تاریخ معصوی صفحہ ۲۲۰

۴:۔ تاریخ معصوی صفحہ ۲۲۰

۵:۔ بابر نامہ جلد دوئم صفحہ ۶۴۵

۶:۔ بابر نامہ جلد دوئم صفحہ ۶۳۸

۷:۔ سال ۱۵۳۰ء مطابق ۹ جمادی الاول ۹۴۳ھ

۸:۔ طبقات اکبری جلد دوئم صفحہ ۵۵ معلوم ہوتا ہے کہ مغلوں کے ابتدائی دور میں ملتان حدود صوبہ پنجاب میں واقعہ تھا اکبر کے دور میں ملتان علیحدہ صوبہ بنا دیا گیا

۹:۔ مرزا کامران کابل اور قندھار کے صوبوں پر راضی نہ تھا اس نے دریائے سندھ کو عبور کر کے لاہور کو فتح کر لیا اور تمام پنجاب کو اپنے دائرہ اختیار میں لے آیا ملاحظہ فرمائیں مسلمانوں کی حکومت از ایشوری پرشاد صفحہ ۲۹۸

۱۰:۔ اس محلہ کو گزر لنگر خان کہتے ہیں تاریخ فرشتہ میں یہی نام درج ہے نیز کابل میں جاگیر عطا ہونے کی بجائے طبقات اکبری میں خطہ بابل میں جاگیر عطا ہونے کا حوالہ ہے ملاحظہ ہو جلد سوئم صفحہ ۵۲۷ یہی لنگر خان لشکر خان بھی کہلاتا تھا میں نے تذکرۃ الملتان میں درج نام کی پیروی کرتے ہوئے لنگر خان کو لشکر خان ہی لکھا ہے فی الحقیقت لنگر خان کو قصبہ پائل ضلع پٹیالہ (پٹیالہ سے ۳۲ میل دور قصبہ) بطور جاگیر عطا کیا گیا ملاحظہ ہو شیر شاہ از قانونگو صفحہ ۳۶۷ یہ محلہ گزر لنگر خان خانقاہ شاہ چراغ نزد ہائی کورٹ کے نزدیک تھا۔

باب یازدھم

عروج بخشو خان لنگاہ

مرزا کامران نے تقریباً دس سال ملتان کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا تھا کہ ۱۷ مئی ۱۵۴۰ء مطابق ۱۰ محرم ۹۴۷ھ (ح ۱) کو شیر شاہ سوری نے بلگرام کی لڑائی میں دریائے گنگا کے کنارے ہمایوں بادشاہ کو شکست فاش سے دو چار کر دیا اور آگے بڑھ کر آگرہ اور دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد تخت سلطنت پر جلوس کیا اور جلد ہی ہمایوں کے تعاقب میں پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا ہمایوں کی شکست نے مغلوں کے پاؤں ہندوستان سے اکھیڑ دئے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں بال بچوں سمیت شمال کی طرف بھاگنے لگے اور لاہور میں ایک ابنوہ کثیر اکٹھا ہو گیا شیر شاہ سوری جیسے سیاستدان بادشاہ کو پتہ تھا کہ مغلوں کی طاقت شمال میں مرزا حیدر سلطان کی سرکردگی میں کشمیر میں مجتمع ہو رہی ہے مغرب میں کابل میں کامران مرزا مغل مہاجرین کی کافی تعداد کو پناہ دے رہا ہے جو مستقبل میں خطرہ کا باعث ہو سکتے ہیں جنوب میں سندھ میں مغلوں کے رشتہ دار اور خانہ زاد ارغون شاہ حسن مضبوطی سے حکومت کر رہا ہے اور کافی جمعیت کا مالک ہے اور ہمایوں شکست سے دو چار ہونے کے بعد بیس میل روزانہ کی رفتار سے سندھ کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ اس نے کچھ فیصلے فی الفور کئے اور کچھ فیصلے اس نے دور رس نتائج کو مد نظر رکھ کر کئے اس نے فی الفور اپنے دو بہترین جرنیلوں خواص خان اور برہم جیت گوڑ کو ہمایوں اور بھاگتے ہوئے مغلوں کے تعاقب میں روانہ کیا اور خود آہستہ آہستہ ان کے پیچھے روانہ ہوا اس نے اپنے ان دو جرنیلوں کو ہدایت کی کہ وہ مغلوں کو دباتے جائیں اور انہیں نکلنے نہ دیں اور لڑائی کی نوبت نہ آنے دیں ۲۳ جون ۱۵۴۰ء کو ہمایوں بھاگتا ہوا سرہند پہنچ گیا اور وہاں سے وہ مارا

مارا لاہور پہنچا لیکن وہاں اس کے بھائی بند یعنی عسکری سلطان مرزا کامران مرزا ہندال یادگار ناصر مرزا دیگر مرزا اور خوانین کسی متفقہ حکمت عملی پر آمادہ نہ ہو سکے اور جس کسی کا جدھر دل آیا ادھر روانہ ہو گئے ہمایوں نے بھائیوں کو جو بھی تجویز پیش کی انہوں نے رد کر دی (ح ۲) ناچار وہ بادل ناخواستہ لاہور سے سندھ کی طرف روانہ ہوا ہمایوں لاہور سے خوشاب پہنچا اور وہاں سے وہ ملتان کی طرف پلٹا اور چند روز میں اچ پہنچ گیا جہاں سے وہ ہندال اور یادگار ناصر مرزا کی معیت میں ۲۶ جنوری ۱۵۴۱ء کو روہڑی پہنچ گیا (ح ۳)

شیر شاہ سوری بھی ہمایوں کے پیچھے آہستہ آہستہ تعاقب میں آرہا تھا اسے پتہ تھا کہ لنگاہوں کے دور میں پورے جنوبی پنجاب میں بلوچوں کی وسیع پیمانے پر آباد کاری ہوئی ہے اور وہ اس علاقے میں کافی مقتدر ہو چکے ہیں نیز وہ کوہ سلیمان میں پٹھانوں کے ہمسائے ہیں اور ایران سے آنے اور جانے والے تمام راستے ان کے قومی وطن سے گزرتے ہیں اس نے ہمایوں کی ہندوستان واپسی کے تمام راستے مسدود کرنے کے لئے اور اپنی مملکت کے شمالی علاقہ جات میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے افغان بلوچ اتحاد کی بنیاد ڈالی اس کے خیال میں ان دو قوموں کے اتحاد سے اس کی آئندہ سلطنت کی حکمت عملی مضبوط ہو گی چنانچہ اس نے خوشاب (ح ۴) کے مقام پر بلوچوں اور افغانوں کا ایک عظیم جرگہ منعقد کیا جہاں روہ کے افغان سردار اور ڈیرہ جات کچھی اور تھل کے بلوچ سردار فتح خان دودائی اسماعیل خان اور غازی خان کی سرکردگی میں اس سے آملے اس جرگہ میں اس نے چند دور رس فیصلے کئے اس نے روہ کے افغان سرداروں کے مواجب لودھیوں کے دور کی طرح بحال کر دئے اور اسماعیل خان دودائی کو بلوچوں کا تمندار نامزد کر کے تمام بلوچوں کو اپنی فوج کی فہرست سپاہیاں میں شامل کر کے ان کی شاہی فوج کی طرح خزانہ سے تنخواہ مقرر کر دی (ح ۵) اس طرح سے اس نے پانچ ہزار کار آزما بلوچ سواروں کا اپنی فوج میں اضافہ کر لیا اور دریائے سندھ اور جہلم کے درمیان اس نے بلوچوں کی آباد کاری کی مزید حوصلہ افزائی کر کے ایک مضبوط بلوچ خطہ تشکیل دے دیا تاکہ روہ کے افغان بھی دریائے سندھ سے پار اس کی مملکت کی طرف ترک تازنہ کر سکیں اب خوشاب سے اس نے

ہمایوں کے پیچھے جاتے ہوئے ملتان کا رخ کیا چنانچہ وہ سال ۱۵۴۱ء کے موسم گرما کے شروع میں ملتان کے نواح میں پہنچ گیا(ح ۶) یہاں اس نے لنگاہوں کو دوبارہ اقتدار کی امید دلائی اور سندھ کے ارغونوں سے انتقام لینے کے لئے مدد کا وعدہ کیا لنگاہ سردار ملتان کی حکومت کے خواستگار تھا لیکن ان کے بازو شمشیر زن بلوچ تھے لیکن بلوچوں نے چرب زبانی سے شیر شاہ کو مجبور کر دیا کہ وہ ملتان کا انتظام ان کے حوالے کر دے

شیر شاہ سوری کو بلوچوں کی طاقت کا خوب اندازا تھا وہ اس وقت بلوچوں کو ناراض نہ کر سکتا تھا۔ بلوچ تین گروہوں میں اندرونی طور پر بٹے ہوئے تھے ایک گروہ جو تعداد اور طاقت میں زیادہ تھا غازی خاں میرانی کے ماتحت اور دوسرا گروہ جو زیادہ طاقتور نہیں تھا فتح خان دودائی کے ماتحت تھا اور تیسرا گروہ ست گھرہ کے سردار چاکر خان رند کے تابع تھا یہ تینوں سردار ایک دوسرے سے حسد کرتے تھے چنانچہ شیر شاہ سوری ملتان کے گرد و نواح میں ایک ماہ مقیم رہنے کے بعد برسات شروع ہونے سے پہلے ملتان سے جب لاہور روانہ ہونے لگا تو اس نے ملتان کا انتظام فتح خان دودائی بلوچ کے سپرد کر دیا(ح ۷) اور اوچ کے بخشو خان لنگاہ جو خاندان لنگاہ کی کھوئی ہوئی عظمت کی آخری یادگار تھا کو اپنے پاس بلا کر دریائے ستلج کے پار حدود سندھ تک کے تمام علاقے کا انتظام سپرد کر دیا اور سندھ کے ارغونوں سے بدلہ لینے کے سلسلہ میں اپنی اعانت کا یقین دلایا(ح ۸)

بخشو خان لنگاہ شیر شاہ کی ملتان آمد سے بہت پہلے دریائے ستلج کے کنارے بچی کھچی لنگاہ طاقت کے سہارے اپنی ذاتی کوشش سے اس قابل تھا کہ ہمایوں جیسے بادشاہ کو اثناء راہ میں امداد دے سکتا تھا(ح ۹) اور ہمایوں کی شکست کے بعد جنوبی پنجاب میں جو طوائف الملوکی ہوئی اس میں جن سرداروں نے نام پیدا کیا ان سب میں وہ ممتاز تھا لیکن اس کی ابتدائی زندگی پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں شیر شاہ سوری نے ملتان آ کر اس کی معقول سرپرستی کی تھی اسے شمالی سندھ کی فتح کی مہم کا علمبردار بنایا تھا اور پنجاب کے گورنر ہیبت خان نیازی کو ہدایت کی تھی کہ وہ بخشو خان لنگاہ کی امداد کر کے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے(ح ۱۰)

بخشو لنگاہ اور شیر شاہ سوری کا اتحاد اور اس کے نتائج

شیر شاہ سوری نے اپنے ملتان کے دورے کے دوران بخشو لنگاہ کی سرپرستی کر کے لنگاہوں کے دل جیت لئے تھے جس کا بلوچوں کو رنج تھا۔ لنگاہ سردار اور خان اور زمیندار جو ملتان کو اپنا وطن سمجھتے تھے بلوچوں کے ملتان کے انتظام سے خوش نہ تھے۔ فتح خان اور اس کے بلوچوں کو بھی گذشتہ پچاس سال سے ملتان سے اس قدر انسیت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ بھی اس کو اپنا وطن سمجھتے تھے چنانچہ ان دو قبائل کی باہمی آویزش سے ملتان کے حالات ٹھیک نہ تھے ملتان کے بلوچوں نے لنگاہوں اور چاکر خان رند سے مقابلے کے لئے کوٹ قبولہ کے فتح خان جاٹ سے اتحاد کیا ہوا تھا اور یہ سب ملکر لاہور اور ملتان کے مابین لکھی جنگل (ن۱) میں لوٹ کھسوٹ کرتے تھے ملتان میں فتح خان دودائی بلوچ کا نظام حکومت خراب تھا بلوچوں کے عرصہ حکومت میں ملتان میں خوشحالی اور فارغ البالی پیدا نہ ہو سکی تھی رعایا بلوچوں کے ظالمانہ رویے سے تنگ تھی (ن ۲) جس پر شکایات ملنے پر شیر شاہ سوری نے ملتان کے بلوچوں اور کوٹ قبولہ کے فتح خان جاٹ کے خلاف کاروائی کرنے کے لئے ۱۵۴۳ء کا سال چنا (ن ۳)

بخشو خان لنگاہ کا ملتان کے نزدیک قلعہ کی تعمیر

شیر شاہ سوری کی سیاسی حکمت عملی تازہ بتازہ بدلتے ہوئے سرحدی حالات کے پیش نظر اس بات کی متقاضی تھی کہ ملتان جیسا اہم مقام اس کے اپنے قبضہ میں رہے چنانچہ اس نے بلوچوں کے ساتھ اپنے اتحاد کی طویل حکمت عملی پر نظر ثانی کرتے ہوئے ملتان کے بلوچوں پر دباؤ بڑھانے کے لئے بخشو خان لنگاہ کو ملتان کے قریب قلعہ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جس پر بلوچوں نے برا منایا لیکن بخشو خان لنگاہ نے ان کی مخالفت کے

باوجود ملتان کے بالکل قریب جام پور میں (ح ۱۴) ایک مضبوط قلعہ تعمیر کر لیا اور ملتان کے لوگوں کو ترغیب و تحریص و دباؤ دیگر ملتان سے نقل مکانی کرا کے اس قلعہ میں لا کر آباد کیا اور ملتان کی معموری آبادی اور رونق میں کافی کمی کر دی (ح ۱۵) بلکہ ملتان کے حکمرانوں کے لئے آئے دن کی مداخلت سے حکومت کرنا محال کر دیا

لاہور کے صوبیدار کا جنوبی پنجاب پر حملہ اور اس میں لنگاہوں کی اعانت

سال ۱۵۴۳ء کے موسم سرما میں شیر شاہ سوری نے لاہور کے صوبہ دار ہیبت خان نیازی کو لکھا کہ وہ فی الفور ملتان اور لاہور کے درمیان تمام متمرد لوگوں کا خاتمہ کرے اور ملتان کو بلوچوں کے تصرف سے آزاد کر کے دوبارہ آباد کرے (ح ۱۶) جس پر ہیبت خان نیازی نے نہایت تیزی سے لاہور سے کوچ کیا اور ست گھرہ کے مقام پر میر چاکر رند کے سر پر جا پہنچا میر چاکر رند شیر شاہ سوری کی پنجاب میں آمد پر اطاعت قبول کر چکا تھا اور صوبہ لاہور کا جاگیر دار تھا ہیبت خان نے اسے حکم دیا کہ وہ فی الفور اپنی فوج اور رسالہ کو لیکر دیپال پور پہنچے اور وہاں معائنہ اور فوج شماری اور گھوڑوں کی داغ بندی کرائے نیز وہاں سے ہی لاہور کے صوبیدار نے بخشو خان لنگاہ کو حکم بھیجا کہ وہ اپنی فوج کو لیکر مشرق کی طرف کوچ کرتا ہوا فی الفور دیپال پور کے نزدیک اس سے آکر ملے (ح ۱۷) یہ احکامات صادر کرتے ہی ہیبت خان نے تیزی سے کوچ کیا اور چوالیس میل کے فاصلہ پر واقع پاکپتن میں دو روز میں پہنچ گیا چند دنوں میں جب وہاں پر چاکر خان رند اور بخشو خان لنگاہ اپنے لشکر لیکر حاضر ہو گئے تو ان کی فوج شماری اور داغ بندی کے بعد اس متحدہ لشکر نے سب سے پہلے فتح خان جاٹ جس نے لکھی جنگل (ح ۱۸) کے تمام علاقہ کو تباہ کیا ہوا تھا اور لاہور اور ملتان سے دہلی جانے والی تمام سڑکوں پر لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا تھا اور اس کے ظلم و تشدد کی شکایتیں متواتر دربار میں پہنچ رہی تھیں جس کا صدر مقام کوٹ قبولہ تھا (ح ۱۹) جس کے امدادی ملتان کے بلوچ تھے اس کے خلاف کاروائی کا آغاز کیا لیکن فتح خان جاٹ کو جیسے ہی

مخالفین کی نقل و حرکت کی اطلاع ملی (ح ۲۰) وہ جان بچانے کے لئے بھاگا لیکن ہیبت خان نیازی اس سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا کیونکہ فتح خان جاٹ کے ساتھ اس کے اہل و عیال تھے چنانچہ اس نے کہروڑ اور فتح پور کے درمیان ایک کچے قلعہ میں پناہ لیکر مقابلہ کی ٹھانی اور اپنے ملتان کے بلوچ اتحادیوں کو اپنی امداد کے لئے طلب کیا جس پر فتح خان دودائی بلوچ نے خود تو ملتان سے حرکت نہ کی لیکن اپنے نائب سیدو خان (ح ۲۱) کو تین سو بلوچ جنگجوؤں کے ساتھ اس کی امداد کے لئے بھیج دیا اب فتح خان جاٹ اور سیدو بلوچ نے ملکر قلعہ کے دفاع کے لئے بڑی جانفشانی دکھائی لیکن آخر کار حضرت بابا فرید شکر گنج کے اس وقت کے سجادہ نشین شیخ ابراہیم کی معرفت ہیبت خان سے صلح کی استدعا کی جس پر شیخ ابراہیم نے ہیبت خان سے گفت و شنید کر کے فتح خان جاٹ

اور سیدو خان بلوچ کو حفظ و جان کا صاف وعدہ لے دیا تو دونوں قلعہ سے نکل کر ہیبت خان کے روبرو حاضر ہو گئے اس پر ہیبت خان نے دونوں کو گرفتار کر لیا جب سیدو خان کو اپنے ساتھ دغا کا احساس ہوا تو وہ اپنے ایک ملازم کی امداد سے ہیبت خان کی قید سے نکل کر بھاگا (ح ۲۲) لیکن دوسرے روز بخشو خان لنگاہ نے اس کا تعاقب کر کے بلوچ سردار کو گرفتار لیا اور ہیبت خان نیازی کے حوالے کر دیا ہیبت خان نے ان دو بد نصیبوں کی قسمت کو اس قدر پوشیدہ رکھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ ان کے ساتھ آخر کار کیا بیتی اور جب شیخ ابراہیم نے ہیبت خان نیازی کو اپنا حفظ جان کا وعدہ یاد دلایا تو اس نے کہا کہ میں تو شیر شاہ کا فرماں بردار خادم ہوں جو اس کا حکم ہوتا ہے وہی کرتا ہوں (ح ۲۳)

فتح خان جاٹ اور سیدو خان بلوچ کے خاتمہ کے ساتھ ہی ہر طرف امن و امان ہو گیا اور ملتان کے بلوچ بھی سہم گئے اور ستلج کے کنارے آباد قبائل نے کئی سالوں سے ستلج اور راوی کے درمیان لوٹ مار کا جو سلسلہ شروع کیا ہوا تھا اس کا خاتمہ ہو گیا

ملتان کی فتح

فتح خان جاٹ کا قضیہ چکا کر ہیبت خان نیازی بخشو خان لنگاہ کی معیت میں تیزی سے

ملتان کی طرف بڑھا اور شیر شاہ کے حکم کے بموجب ملتان پر چڑھائی کر دی فتح خان دودائی اور اس کے بلوچ تو پہلے ہی شیر شاہی لشکر کی کامیابیوں سے سہمے ہوئے تھے انہوں نے ابتداً لڑائی تو زبردست کی لیکن زیادہ دن شیر شاہی لشکر کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھا گئے اور ملتان شیر شاہ کے قبضے میں آگیا(ح ۲۴) اور شیر شاہ نے اپنے ملتان کے گزشتہ قیام میں جو سکیم سوچی تھی وہ پایہ تکمیل کو پہنچی شیر شاہ کے فرمان کے مطابق سیت پور کا علاقہ جو غازی خان میرانی نے ہتھیایا ہوا تھا ناہروں کو واپس دے دیا گیا اور یہ علاقہ افغان آباد کاری سے دوبارہ افغانی علاقہ بنا دیا گیا(ح ۲۵) ہیبت خان نیازی کو اعظم ہمایوں کا خطاب عطا کیا گیا اور اسے ملتان اور لاہور دونوں صوبوں کا صوبے دار مقرر کر دیا گیا بخشو خان لنگاہ کو وہ سب علاقہ واپس دے دیا گیا جو بلوچوں نے اس سے چھین لیا ہوا تھا اور اسے اوچ اور ستلج کے مشرقی کنارے پر حدود سندھ تک تمام علاقے کا زمیندار مقرر کر دیا گیا(ح ۲۶) ہیبت خان نیازی نے فتح جنگ خان کو جو پنجاب کا نائب صوبیدار تھا ملتان کا انتظام سپرد کر دیا جس نے ملتان کو بڑی لگن سے دوبارہ آباد کیا اور رعایا کے ساتھ اتنی ہمدردی اور مروت کا سلوک کیا کہ ملتان لنگاہ حکومت کے زمانے سے بھی زیادہ فارغ البال سرسبز و شاداب ہو گیا(ح ۲۷)

بخشو خان لنگاہ کا شمالی سندھ پر حملہ (ح ۲۸)

ملتان کی فتح اور جنوبی پنجاب پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے بعد شیر شاہ کے لئے وادی سندھ کے جنوب کی طرف دوسرا قدم شمالی سندھ کی فتح تھا جہاں بھکر اور سہون جیسے مشہور قلعے تھے اور مغلوں کے بھائی بند ارغون مضبوطی سے حکمرانی کر رہے تھے اور شیر شاہ کے لئے خطرہ کا باعث ہو سکتے تھے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس مہم کا بیڑہ بخشو خان لنگاہ نے اٹھایا ہوا تھا اور شیر شاہ نے ہیبت خان نیازی صوبیدار پنجاب اور ملتان کے عمال

حکومت کو اس کی مکمل امداد و حمایت کا فرمان جاری کیا ہوا تھا چنانچہ بخشو خان لنگاہ نے شمالی سندھ کی فتح کا منصوبہ بنانے کے لئے اپنے گرد لنگاہ بلوچ ناہر اور دیگر افغان قبائل کے جنگجو جمع کر لئے اور بکھر کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے جاسوس اور دیگر ہوشیار آدمی شمالی سندھ کی طرف روانہ کر دئے (ح ٢٩) اب اسے وہاں کی متواتر خبریں ملنے لگیں اسے معلوم ہوا کہ راجپوتانہ کی طرف سے ہمایوں کے سندھ کی طرف نقل و حرکت کی اطلاع پا کر مرزا شاہ حسن ٹھٹھہ میں مقیم ہو کر ہمایوں سے ممکنہ تصادم کی تیاری کے لئے اپنی قوت مجتمع کر رہا ہے اور اپنے لشکر کے تمام امراء اس نے اپنے گرد بلا کر بٹھائے ہوئے ہیں تاکہ مبادا کوئی ہمایوں کے ساتھ نہ جا کر مل جائے۔ چنانچہ یہ خبر سن کر بخشو خان لنگاہ نے بکھر پر حملہ کے لئے ایک فوجی مہم منظم کرنی شروع کر دی اپنے تمام اتحادیوں سے امداد طلب کر لی ملتان کے ناظم کو مطلع کیا + ناہروں سے کمک مانگی۔ بلوچوں سے امداد خواہ ہوا۔ جب ہر طرف سے لوگ آگئے تو اسنے دو دستے ترتیب دئے ایک دستہ فوج کو دریائے سندھ کے راستے روانہ کرنے کا ارادہ کیا اور دوسرا دستہ فوج اپنی سرکردگی میں خشکی کے راستے اچ سے بکھر روانہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

جب مناسب تعداد میں کشتیاں فراہم ہو گئیں تو اس میں سے کچھ پر سامان رسد لادا اور پچاس کشتیوں پر سواروں کو اپنی روانگی سے پہلے متعین کر کے ان سواروں کو حکم دیا کہ "تیزی کے ساتھ اچ سے روانہ ہو کر آدھی رات کے وقت بکھر کے قلعہ کے گرد پہنچ جاؤ اور جاتے ہی فصیلوں اور برجوں پر چڑھ جاؤ۔ انکے ساتھ ایک سو گرز بردار سپاہی روانہ کئے جنکو یہ حکم دیا کہ بکھر کے قلعہ پر پہنچ کر جاتے ہی قلعہ کا دروازہ توڑ کر آمد و رفت کا راستہ کھول دو (ح ٣٠)

چنانچہ ١٥ جمادی الثانی مطابق ١٤ ستمبر ١٥٤٣ء (ح ٣١) کو بخشو خان لنگاہ کا وہ دستہ جو دریائے سندھ کے راستے کشتیوں پر بکھر روانہ ہوا تھا جمعہ کے روز آدھی رات کو بکھر کے قلعہ کے نزدیک پہنچ گیا اور انہوں نے قلعہ بکھر کے سکھر کے بالمقابل دروازہ کو آگ لگا

دی بخشو خان لنگاہ کے فوجی دستہ کی نقل و حرکت اور شور و غوغا سے قلعہ کے محافظین جاگ گئے اور شہر کے لوگ بھی شور سن کر انکی امداد کے لئے آ گئے جنہوں نے قلعہ کی دیواروں اور برجوں پر چڑھ کر حملہ آوروں پر تیروں اور پتھروں سے حملہ کر کے مدافعت شروع کر دی۔ قلعہ کے مدافعین کی تعداد کم تھی لیکن سلطان محمود خان ارغون کی والدہ جاگ گئی اور وہ جراءت کر کے سکھر والے دروازے پر پہنچ گئیں۔ قلعہ کے مدافعین نے اس خاتون کی ہدایت پر کثیر مقدار میں سرکیاں اور بوریاں اکٹھی کر کے اور انہیں تیل میں بھگو کر اور آگ لگا کر دیواروں سے بخشو خان لنگاہ کے آدمیوں پر انکو پھینکنا شروع کر دیا مدافعین نے اس طرح قلعہ اور حملہ آوروں کے درمیان آگ کی دیوار کھڑی کر دی جس پر حملہ آور پریشان ہو کر اپنی کشتیوں کی طرف بھاگے اس موقع پر میر جانی ترخان۔ حمزہ بیگ اور قاضی قاضن کے بیٹے قاضی عیسی نے باہر نکل کر حملہ آوروں پر شدید حملے کئے حملہ آور کچھ تو آگ میں جل مرے کچھ دریا میں غرق ہو گئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے (ح ۳۱)

اسی اثناء میں دوپہر کو بخشو خان لنگاہ کی سرکردگی میں خشکی کے راستے روانہ فوجی دستہ نقاروں کی گونج میں قلعہ بکھر کے سامنے نمودار ہوا (ح ۳۲) بخشو خان کا یہ خیال تھا کہ اسکا وہ دستہ فوج جو دریا کے راستے روانہ کیا گیا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بکھر پر قابض ہو چکا ہو گا لیکن جیسے ہی وہ بکھر کے قلعہ کے نزدیک پہنچا اسپر قلعہ کے محافظین نے توپوں سے گولہ باری شروع کر دی جس پر اسے اس بات کا احساس ہو گیا کہ اسکا دستہ فوج بکھر کی مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ناکام رہا ہے (ح ۳۳) اس پر بخشو خان لنگاہ روہڑی کی طرف پسپا ہو گیا جہاں وہ تین دن تک رہا اور بکھر کے گرد و نواح میں لوٹ مار کر کے ناکام واپس چلا گیا (ح ۳۴)

بخشو خان لنگاہ کے تذکرہ کے بعد تواریخ میں لنگاہوں کا ذکر مفقود ہو جاتا ہے۔ صرف طبقات اکبری میں بخشو خان لنگاہ کے بیٹے شاہ علی لنگاہ کا ذکر ہے جو مغلوں کے دور میں قصبہ دیسہ گجرات کاٹھیاواڑ کا شقدار تھا (ح ۳۵) اور جب اکبر بادشاہ سال ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں اس قصبہ میں پہنچا تو شاہ علی لنگاہ قصبہ سے باہر آیا اور اس نے بادشاہ سے

اخلاص و بندگی کا اظہار کیا (ح ۳۶) پھر مغلوں کے آخری دور میں جہاندار شاہ (۱۷۶۱ء - ۱۷۷۱ء) و درانی دور میں شاہ زمان درانی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۰۱ء) اور آخری مسلمان صوبیدار ملتان نواب مظفر خان سدوزئی شہید (۱۷۷۹ء تا ۱۸۱۸ء) کی سندات اور دستاویزات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ادوار میں شجاعت پور تحصیل شجاع آباد کے لنگاہ خوانین کے پاس لنگاہ خاندان کی سربراہی رہی (ح ۳۷)

حواشی باب یازدہم

۱ :۔ شیر شاہ سوری از کالکار نجن قانونگو صفحہ ۳۷۰

۲ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۹

۳ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۳۳

۴ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۶۰

۵ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۰۹

۶ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحات ۴۱۱۔۴۴۹

۷ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۴۹۔ قانونگو نے صوبیدار کی بجائے فتح خان دودائی کو فوجدار ملتان مقرر کئے جانے کے بارے میں لکھا ہے۔

۸ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۶۸

۹ :۔ آخر شعبان ۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۰ء ہمایوں شکست کے بعد سرگردان جب اچ پہنچا تو اس کے لشکر میں قحط کا سماں تھا۔ دریا عبور کرنے کے لئے کشتیاں ناپید تھیں بخشو خان لنگاہ نے غلہ سے بھری ہوئی بہت سی کشتیاں پہنچائیں اور ہمایوں کی خوب خاطر تواضع کی بادشاہ نے بخشو لنگاہ کو خان جہان کا خطاب دیا حالانکہ بادشاہت سے محروم تھا ملاحظہ فرمائیں اکبر نامہ جلد اول صفحہ ۲۹ طبقات اکبری جلد دوئم صفحہ ۷۲ شیر شاہ سوری سے اتحاد کے بعد بخشو خان لنگاہ کا رویہ ہمایوں کے ساتھ پہلے کے مقابلہ میں مخاصمانہ ہو گیا جب ہمایوں ۲۱ محرم ۹۴۹ مطابق ۲۲ جون کو جودھ پور سے واپس آتے ہوئے براستہ مئو مبارک حدود بخشو خان لنگاہ میں داخل ہوا تو اچ کے قریب سامان خوردو نوش کی سخت کمیابی کے پیش نظر بخشو خان لنگاہ سے جب غلہ مانگا گیا تو اس دفعہ اس نے شیر شاہ سوری کے ڈر سے نہ صرف امداد سے انکار کیا بلکہ مخالفت شروع کر دی ملاحظہ ہو تذکرہ جوہر آفتابچی صفحہ ۴۱۔ بخشو خان لنگاہ پر کسی نے آج تک کام نہیں کیا۔ بخشو خان لنگاہ کی آزادروی کی وجہ سے بعد میں شیر شاہ کے افسران نے اس پر فوج کشی بھی کی تاہم اچ اور ملتان کے اردگرد یعنی

یائے ستلج کے دونوں کناروں پر کافی علاقہ پر بخشو خان لنگاہ کافی عرصہ قابض رہا ملاحظہ ہو
نہ اکبر شاہی صفحہ ۳۵ ماثر رحیمی جلد دوئم صفحہ ۳۱۱
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۸۱
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۲ ، ۴۷۱
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۱
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۱
:۔ بعض مورخین نے جون پور بھی لکھا ہے لیکن ملتان شہر سے ٹھیک آٹھ میل کے
لے پر موضع جام پور میں اور آس پاس کے وسیع رقبہ پر کافی قلعہ بندیاں اور قدیم
رات کے آثار اب بھی موجود ہیں اغلباً" بخشو خان نے یہیں قلعہ تعمیر کیا تھا۔ یہ
نڈرات عربوں کے جندرود کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بعض نے ضلع رحیم یار خان میں جن
ر کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن وہ ملتان کے نزدیک نہیں ہے اس لئے وہ نہیں ہو سکتا۔
:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۸
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۴
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۱
:۔ لکھی جنگل دیپال پور کی سرکار کا حصہ تھا جس کی حد شمال مشرق میں قصور سے
وع ہو کر جنوب مغرب میں حویلی لکھا سے ہوتی ہوئی مغرب میں ہڑپہ تک چلی جاتی تھی
۔ یہ جنگل راوی اور ستلج کے درمیان بار اور سکھ بیاس کے سابقہ راستے کے ارد گرد
لات پر مشتمل تھا جو ہمیشہ سے ڈاکوؤں کی آماجگاہ چلا آتا ہے
:۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۲
:۔ شیر شاہ سوری کے تمام سوانح نگار متفق ہیں کہ چاکر خان رند فتح خان جاٹ سے
باز رکھتا تھا اور اس سے لوٹ مار کا حصہ وصول کرتا تھا اور ہیبت خان کے رعب کی
ے اس مہم میں شریک ہوا تھا۔
:۔ اس بلوچ سردار کے نام کے بارے میں قلمی نسخوں کی بد خطی اور نقل کرنے

والوں کے سہو کے وجہ سے مورخین نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں بعض نے اس کا نام
بلوچ لکھا اور بعض نے میدو بلوچ اور بعض نے منڈو بلوچ۔ لیکن شیر شاہ سوری
معروف سوانح نگار قانونگو نے تحقیق کے بعد یہ حتمی رائے قائم کی ہے کہ اس بلوچ
کا نام سیدو بلوچ تھا جو کہ درست معلوم ہوتا ہے ملاحظہ ہو شیر شاہ سوری از کالکا
قانونگو صفحہ ۴۷۵

۲۲ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۶

۲۳ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۶

۲۴ :۔ مخزن افغانی المعروف تاریخ خان جہان لودھی جلد اول صفحہ

۲۵ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۷۹

۲۶ :۔ شیر شاہ سوری از قانونگو صفحہ ۴۸۰

۲۷ :۔ تاریخ شیر شاہی صفحہ ۱۸۱

۲۸ :۔ صرف قانونگو بڑے وثوق سے بعض بالواسطہ تاریخی شہادتوں کی بنا پر لکھتا ہے
شیر شاہ سوری نے شمالی سندھ فتح کر لیا تھا حالانکہ اسکی کسی دیگر ہم عصر مورخ کی طرف
سے تائید نہیں ہوئی اور اس دور کے تمام مورخ متفق ہیں کہ بخشو خان لنگاہ کی یہ مہم نا
ہو گئی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸۲۔ شیر شاہ سوری از قانونگو + قانونگو اس دعوی کا انحصار شیر
سوری کے ایک سکہ پر کرتا ہے جو ٹیکسال واقع شیر گڑھ شق سکھر بکھر سال ۹۵۱ھ / ۱۵۵۰
مسکوکہ ہے اسکی تائید انصار زاہد کے مقالہ شیر شاہ کی ایک ٹیکسال واقعہ شیر گڑھ سکھر
بکھر مطبوعہ جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی جولائی ۱۹۶۳ء سے ہوتی ہے ایشور
پرشاد اپنی کتاب مسلمانوں کی ہندوستان میں حکومت صفحہ ۳۰۳۔ میں بھی تائید کرتا
لیکن یاد رہے کہ یہ شیر گڑھ کا قلعہ ضلع ساہی وال (سابقہ منٹگمری) میں لکھی جنگل میں
ہیبت خان نیازی نے ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے تعمیر کیا تھا۔ میں نے ہم عصر مورخین
انحصار کرتے ہوئے بخشو خان کی اس مہم کو ناکام قرار دیا ہے۔

۲۹ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۸

۳۰ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۸

۳۱ :۔ مخطوطوں میں لفظ چاشت لکھا ہوا ہے جو دن کا پہلا پہر اندازا "۹ بجے صبح کا وقت ہوتا ہے یہ کسی طور پر حملہ کے لئے مناسب وقت قرار نہیں دیا جا سکتا

۳۲ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۹

۳۳ :۔ ایسی منقسم بے ربط عسکری کوشش یقیناً" ناکام ہونی تھی حقیقتاً" دونوں فوجی دستوں کو ایک ساتھ دو طرفوں سے بھرپور حملہ کرنا چاہیے تھا ایسی صورت میں تو کامیابی کا امکان ہو سکتا تھا۔ اس سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں ایک تو شیر شاہ سوری کی اپنی فوج اس حملہ میں شامل نہیں تھی اور وہ صرف مرزا شاہ حسن ارغون کی تنبیہہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہمایوں کی امداد نہ کرے ورنہ اسکا اپنا علاقہ حملہ سے محفوظ نہیں ہے دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ بخشو خان لنگاہ کامیاب جرنیل نہیں تھا۔

۳۴ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۴۹

۳۵ :۔ قصبہ دیسہ پٹن گجرات کاٹھیاواڑ سے بیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اس شاہ علی لنگاہ کا مقبرہ شجاع آباد میں مرجع خلائق ہے

۳۶ :۔ طبقات اکبری جلد دوئم صفحہ ۲۸۸

۳۷ :۔ ملاحظہ فرمائیں سندات مندرجہ مرقع ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی صفحات ۳۶۷ تا ۳۹۰ متعلقہ لنگاہان شجاعت پور

باب دوازدہم

وسعت سلطنت

رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ بانی خاندان لنگاہ اپنی زندگی میں صرف ملتان اور اچ پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت موجودہ اضلاع ملتان لودھراں اور بہاولپور کی حدود تک قائم کر سکا تھا۔ سلطنت کے قیام کے بعد کے ابتدائی مسائل اور مخدوم قریشی سے مخاصمت اور سلطان محمود خلجی حاکم مالوہ کے ملتان پر حملے نے اسے فرصت نہ دی کہ وہ اپنی سلطنت کو مزید وسیع کرتا۔ چنانچہ جب اسکے بیٹے سلطان حسین لنگاہ اول نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو خزانہ پُر تھا اور سلطنت میں ہر طرف امن و امان تھا اور اندرونی خطرات کا مکمل سد باب ہو چکا تھا۔ مخدوم قریشی سے تعلقات دوبارہ استوار ہو چکے تھے اس لئے اس نے توسیع سلطنت کی طرف توجہ دی اس نے اپنے دور حکومت میں شور کوٹ اور جھنگ کے اضلاع فتح کر کے دریائے راوی اور چناب کے درمیان کافی علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔(ن ۱) نیز اس نے فتوحات کے سلسلہ کو سندھ ساگر دواب میں آگے بڑھا کر دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر قبضہ کر کے آج کل کے ضلع میانوالی۔ ضلع بکھر ضلع لیہ۔ نصف ضلع مظفر گڑھ تا حد شہر ملتان۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان و ضلع ڈیرہ غازیخان تا حد جام پور لنگاہ مقبوضات کا حصہ بنا دیا تھا۔ اچ کی طرف دریائے ستلج کے پار اسنے اپنی مقبوضات حدود سندھ کی طرف بڑھا کر اوباڑہ تک پھیلا دی تھیں اور سندھ کی طرف سے ممکنہ حملے کے سدباب کے لئے اس نے تھوڑے تھوڑے فاصلوں پر قلعے تعمیر کر کے بلوچوں کو آباد کر دیا تھا اس طرح سے اسکی سلطنت شمال میں (ن ۲) دھن کوٹ سے بھی آگے تک پھیلی ہوئی تھی جنوب میں اس کی حد اوباڑہ موجودہ صوبہ سندھ تک تھی۔ مشرق میں ڈیرہ آور سے آگے حدود جیسلمیر تک وہ قابض تھا اور مشرق میں ڈیرہ آور اسکی مضبوط چھاؤنی تھی اور مغرب میں کوہ سلیمان تک اسکی مقبوضات پھیلی ہوئی تھیں صرف سیت پور اور علی پور اور راجن پور سے کشمور تک کا علاقہ نہروں کے پاس تھا جو لنگاہوں کے اتحادی تھے اور دونوں حکومتوں کے مابین اسقدر دائمی یگانگت اور برادری کا تعلق قائم تھا کہ فرق معلوم نہ ہوتا تھا اور ہر بیرونی حملہ آور یا اندرونی بغاوت میں نہر لنگاہ سلطان کے ساتھ ملکر مقابل آرا ہوتے تھے اس طرح حاجی خان میرانی بھی نہایت با اعتماد باجگزار تھا جس کے مقبوضات زیریں سانگڑھ میں دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر

واقع تھے سلطان حسین لنگاہ کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں نے اپنی بداعمالیوں اندرونی خلفشار اور بیرونی حملوں کی وجہ سے آہستہ آہستہ اپنے مقبوضات کو ضائع کرنا شروع کیا سلطان محمود لنگاہ کی اپنے وزیر جام بایزید سے مخالفت کی وجہ سے چنیوٹ شور کوٹ اور دریائے چناب کے پار کے علاقے لنگاہ سلطنت سے نکل گئے ۱۵۲۴ء ر ۱۵۲۳ء میں مرزا شاہ حسن نے آہستہ آہستہ سندھ کی طرف سے لنگاہوں کے علاقے پر دست درازی شروع کی اور بڑھ کر اچ تک پہنچ گیا لیکن سلطان محمود لنگاہ نے آگے بڑھ کر ان دست درازیوں کا اپنی سرحد پر سدباب نہ کیا جس پر مرزا شاہ حسن نے اچ کو فتح کرلیا اور ملتان کی حدود میں کافی آگے بڑھ آیا آخر کار ایک نام نہاد صلح کے ذریعہ وہ لنگاہوں سے ستلج پار کی انکی تمام مقبوضات مارچ ۱۵۲۶ء میں ہتھیانے میں کامیاب ہو گیا جب سلطان محمود لنگاہ نے اس صلح کو نا قبول کیا تو اسے اسکے عمائدین نے زہر دے کر مار دیا اب ایک نابالغ بچہ سلطان حسین لنگاہ ثانی سریر آرائے سلطنت ہوا جو بیگمات اور امراء کے ہاتھوں بے بس تھا تا آنکہ مرزا شاہ حسن ارغون نے جنوری ۱۵۲۷ء کو ملتان فتح کر کے ملتان کی آزاد لنگاہ حکومت کا خاتمہ کردیا۔

لنگاہوں کو دوبارہ اقتدار بخشو خان لنگاہ کے ذریعہ ملا لیکن بخشو خان لنگاہ کی حیثیت ایک جاگیردار اور منصب دار اور اقطاع دار سے زیادہ نہ تھی جو ہمایوں اور شیر شاہ کے مابین تصادم کی وجہ سے وقتی طوائف الملوکی کی بنا پر نیم خود مختار ہو گیا تھا لیکن آخر کار اسے شیر شاہ سوری کا طوق ملازمت اپنے گلے میں ڈالنا پڑا اسکے مقبوضات یا علاقہ زمینداری میں اچ سے مئو مبارک تک اور دریائے چناب اور ستلج کے کنارے بر اضلاع لودھراں اور شجاع آباد کی اراضیات شامل تھیں اور وہ ملتان کے صوبہ دار کے ماتحت شیر شاہی منصب دار تھا۔ اسکا بیٹا شاہ علی مغل بادشاہ اکبر کے دور میں گجرات کاٹھیاواڑ میں مغلوں کا (شقدار) ملازم تھا (ج ۲) جس کے بعد لنگاہوں کا منصب داری کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا (رہے نام اللہ کا)

عہدہ داران حکومت

گذشتہ ابواب کے مطالعہ سے ملتان کی لنگاہ حکومت کے حسب ذیل عہدداران ہمارے سامنے آتے ہیں جو نظام حکومت کے ستون تھے

۱ :۔ سلطان
۲ :۔ وزیر(ح ۴)
۳ :۔ شیخ الاسلام(ح ۵)
۴ :۔ قاضی(ح ۶)
۵ :۔ ناظم ضلع یا شقدار(ح ۷)
۶ :۔ تحصیلدار(ح ۸)
۷ :۔ قلعدار(ح ۹)

لنگاہ دور میں ملتان، اچ، ڈیرہ آور، شورکوٹ، کوٹ کروڑ، مئومبارک، دھن کوٹ، سانگھڑ اہم شق یا پرگنے تھے۔

یہ بات یاد رہے کہ جہاں حکمران وزیروں کے ذریعہ حکومت کرتے ہیں وہاں حکومت تقریباً شورائی ہوتی ہے اور بادشاہ مطلق العنان نہیں ہوتا اور اسکی حیثیت HEAD OF STATE کی ہوتی ہے اور وزیر کی حیثیت HEAD OF (GOVT) کی ہوتی ہے شیخ الاسلام اور قاضی کے عہدوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملتان میں باقاعدہ نظام عدل و انصاف لنگاہ دور میں قائم تھا جو یقیناً" اسلامی شرعی نظام عدل تھا اور شیخ الاسلام اس نظام کا منبہ اور آخری عدالت اپیل تھا۔

ناظم و تحصیلدار کے عہدوں سے یہ ظاہر ہے کہ مالگزاری کا نظام لنگاہ دور میں قائم تھا اور حکومت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ زمینداروں سے وصولی معاملہ اور مالگزاری پر تھا۔

نظام حکومت اور مالگزاری

چونکہ لنگاہوں کو کوئی ہم عصر مورخ میسر نہیں آیا نہ ہی کسی ملتانی نے ان کے دور میں یا انکے دور کے بعد ان کے قریبی ادوار میں ان کے عہد پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اس لئے لنگاہوں کے نظام حکومت کے بارے میں غیر واضح مواد سامنے آیا ہے جو اسقدر مختصر ہے کہ اس سے صورت حال واضح نہیں ہوتی البتہ اس تاریکی میں ایک روشنی کی شعاع ہے جو صورت حال کچھ واضح کرتی ہے۔

جب ہیبت خان نیازی نے سال ۱۵۴۱ء کے آخر میں بلوچوں سے ملتان فتح کر لیا اور ملتان کا صوبہ شیر شاہی سلطنت کا حصہ بن گیا تو ملتان کا نظام حکومت بے حد ابتر تھا۔ ہیبت

خان نیازی نے ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد شیر شاہ سوری سے نئے نظام حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ہدایت چاہی تو استاد بادشاہان (ح ۱۰) شیر شاہ سوری نے ملتان میں نظام حکومت کے قیام کے سلسلے میں ہیبت خان نیازی کو حسب ذیل ہدایت روانہ کی۔ "ملتان کو دوبارہ آباد کرو۔ لنگاہوں کے نظام حکومت کو مفتوحہ علاقے میں دوبارہ قائم کر کے انکے رسم و رواج کے مطابق زمین کا خراج غلہ کی بٹائی سے لو اور جریب سے نہ لو" (ح ۱۱) نیز اس نے یہ ہدایت کی "ملتان کے لوگوں کو دیگر تکالیف (ٹیکسوں) سے معاف کر کے صرف لنگاہوں کی طرح پیداوار کا ¼ حصہ بطور مالگزاری وصول کرو" (ح ۱۲) لنگاہوں کے نظام حکومت اور نظام مالگزاری کے اعلیٰ معیار کے بارے میں شیر شاہ سوری کی طرف سے یہ ایک اعلیٰ اور پروقار سند ہے اس سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ لنگاہوں کا نظام حکومت ہر لحاظ سے قابل تعریف تھا۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ رعایا سے لنگاہ صرف پیداوار کا ¼ حصہ وصول کرنے کے بعد ان سے کوئی دیگر ٹیکس وصول نہ کرتے تھے۔

عسکری نظام

لنگاہ ایک مضبوط جماعت کے ساتھ سبی اور ڈھاڈھر کے علاقے سے نواح ملتان آئے یہ جماعت جو لنگاہوں اور انکے اتحادی بلوچوں افغانوں اور بروہیوں پر مشتمل تھی اس جماعت کے بل بوتے پر سال ۱۴۳۸ء میں رائے سہرا لنگاہ نے ملتان کے گورنر خانخاناں کے آدمیوں کو نکال کر ملتان پر قبضہ کر کے دہلی کے حکمرانوں کے اقتدار کو ملتان سے ختم کر دیا تھا اور اس نے سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کے لقب سے لنگاہ سلطنت کا آغاز کیا اور جلد ہی ملتان اور اچ کے گرد و نواح کے علاقے فتح کر لئے اب جب باقاعدہ حکومت قائم ہو گئی تو لنگاہ سلطان نے عسکری نظام کو قائم کرنے کا آغاز کیا۔ قبل ازیں جو مواد پیش کیا گیا ہے اسکے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لنگاہوں کی فوج کی اکثریت جاگیرداروں کی طرف سے فراہم کردہ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ کیونکہ لنگاہوں نے اپنے حامی سرداروں کو جنگی امداد سے انہوں نے اقتدار حاصل کیا تھا جو زیادہ تر بلوچوں پر مشتمل تھے بڑے بڑے زمینوں کے ٹکڑے جن کو اقطاع کہتے تھے عطا کر دئے تھے اور ان اقطاع داروں نے بوقت ضرورت جنگجو فراہم کرنے تھے۔ یہ ایک VOLUNTEER FORCE تھی اس کے علاوہ لنگاہ سلطان ایک فوج خاصہ ملازم رکھتے تھے جو ہر وقت حاضر ہوتی تھی اسکے

علاوہ خود لنگاہ قبیلہ کے لوگ لنگاہ سلطان کی امداد میں کمر بستہ رہتے تھے جو خانہ زاد کہلا
تھے۔

افواج کی اقسام

ملتان کے لنگاہوں کی فوج پیادہ، سوار، تیر انداز اور گرز بردار دستوں پر مشتمل تھی جنگ
کشتیوں کا بیڑہ اس کے علاوہ تھا جس پر سوار ہو کر لنگاہ فوج دریاؤں میں جنگی کاروائیا
کرتی تھی۔

طریقہ جنگ

ملتان کے لنگاہوں کی جنگی مشین کی کامیابی کا تمام تر انحصار تیر انداز دستوں پر ہوتا تھا۔ ج
تابڑ توڑ تیر اندازی کر کے دشمن کی صفوں کو ریزہ ریزہ کر دیتے تھے۔ لنگاہوں کی سوار فو
کو پرے باندھ کر ترکوں اور افغانوں کی طرح دشمن کی صفوں پر سواروں کے دستے
یک لخت حملہ کرنے کا ڈھنگ نہ آتا تھا وہ راجپوتوں کی طرح سوار ہو کر اپنے حدف کے
پاس پہنچ جاتے تھے جہاں وہ گھوڑے سے اتر کر دشمن پر حملہ آور ہوتے تھے(ح ۱۳) اس
طرح سے وہ گھوڑوں کی تیزی نقل حرکت اور وزن سے مفاد اٹھانے سے محروم ہو جاتے
تھے ارغونوں کو سواروں کے طریقہ جنگ میں لنگاہوں پر سبقت حاصل تھی۔ ارغون اپنے
رسالہ کے متحدہ یک لخت حملے سے لنگاہوں کی صفیں الٹ دیتے تھے جس پر لنگاہ پسپا ہو
جاتے تھے یا انکو شکست ہو جاتی تھی اور یہی ان کی بڑی عسکری کمزوری تھی۔ نیز ملتان کے
لنگاہوں کے پاس قلعہ شکن نظام ناپید تھا۔ نہ ہی توپ خانہ تھا

ملتان کے لنگاہوں کی فوج میں شامل قبائل

ملتان کے لنگاہوں کی فوج میں حسب ذیل قبائل اپنے جنگجوؤں کے ساتھ شامل
ہوتے تھے اور ان کے امدادی اور اتحادی تھے۔ اور حکمرانوں کے بازو شمشیر زن تھے لنگاہ
- نہر- میرانی- دودائی- بلوچ- کورائی- چانڈیہ- جت - رند- ڈہر- لاڑ- بگٹی- ماچھی-
سمہ- سمرہ- پٹھان- ان سب قبائل کی امداد اور اپنے ذرائع سے لنگاہ سلطان اندازاً" ایک
لاکھ جنگجو میدان میں کسی وقت لا سکتا تھا(ح ۱۴)

نظام قلعہ بندی

ملتان کے لنگاہوں نے اپنی سلطنت کے دفاع کے لئے اپنی مقبوضات میں قلعہ بندی کا مربوط نظام قائم کیا ہوا تھا جو انکی مملکت کے طول و عرض میں بنائے گئے تھے جن میں فوج تعینات ہوتی تھی جن کو ان علاقوں کی زمینداری بھی دی جاتی تھی اور وہ اس علاقے کے امن و امان اور دفاع کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ یعنی پولیس اور فوج کے فرائض بیک وقت ادا کرتے تھے جسکی وجہ سے بعض اوقات ان سے ظلم و تعدی کے واقعات سرزد ہو جاتے تھے۔

لنگاہوں کے حسب ذیل معروف جنگی قلعے تھے

ملتان ۔ شور کوٹ۔ فتح پور نزد کہروڑ (ضلع لودھراں)۔ ٹھٹھہ گھلواں (ضلع لودھراں) اچ۔ ڈیر آور۔ نوشہرہ (ججہ)۔ مئو (مبارک) سیورائی۔ بھٹہ واہن۔ اباڑہ۔ کنڈائی۔ ولہار (ح ۱۵) چنیوٹ۔ کوٹ کروڑ۔ دھن کوٹ۔ سانگڑھ۔ شہر سلطان۔ تلمبہ ان قلعوں کے انتظام قلعہ داروں کے سپرد تھے جنہیں دیوانی CIVIL اور MILITARY عسکری اختیارات حاصل ہوتے تھے اور وہ اپنی حدود کے اندر تھانیدار بھی ہوتے تھے۔ اور بوقت ضرورت فوجی مہمات کی سرکردگی بھی کرتے تھے۔ ان مضبوط قلعوں کی وجہ سے ملتان کے لنگاہ سلطان کا دبدبہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا (ح ۱۵)

تعلیمی نظام

لنگاہ دور میں ملتان میں نظام تعلیم کا بانی سلطان حسین لنگاہ اول تھا اس کی علمی وجاہت اور علم دوستی کا شہرہ دور نزدیک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں علماء۔ فضلاء ۔ مصنفین کی دریا دلی سے سرپرستی کی۔ اور تعلیم کو پھیلانے میں اس نے کافی کارہائے نمایاں سرانجام دئے ۔ اسکے حکم پر اسکی مملکت میں بہت سے مدرسے تعمیر کئے گئے جس میں قابل اساتذہ کرام طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرتے تھے۔ یہ تعلیمی نظام اس قدر عالی شان تھا کہ اس کے وزیر اعظم کا یہ دعوی کہ ملتان کا تعلیمی نظام سب سے اعلی و ارفع ہے کسی طرح بھی غلط معلوم نہیں ہوتا۔ سلطان محمود لنگاہ کے بارے میں بعض مورخین کی رائے ہے کہ اس نے اپنی تمام بداعمالیوں کے باوجود علم و ادب کی

ترویج میں بے حد کوشش کی (ح ۱۶) لنگاہوں کی علم دوستی اور علماء کی سرپرستی کی وجہ سے دور و نزدیک سے علماء نقل مکانی کر کے جوق در جوق ملتان کھنچے چلے آتے تھے اور مملکت لنگاہ کی سرپرستی میں علم و ادب کی ترویج میں مصروف ہو جاتے تھے لنگاہوں کے دور کے علماء کی فہرست کافی طویل ہے جن میں سے چند کے نام نامی درج کئے جاتے ہیں۔

مولانا فتح اللہ تلبنوی۔ مولانا عزیز اللہ تلبنوی۔ مولانا شیخ عبدالوہاب فیلسوف۔ مولانا محمد بہلول۔ مولانا عبدالرحمان جامعی (ح ۱۷) مولانا شیخ محمد ابراہیم اچوی۔ مولانا شمس الدین فقیہ ملتانی۔ مولانا سناء الدین۔ شیخ الکبیر علامہ فتح اللہ ملتانی

ان علماء کے ملتان میں اجتماع کی بنا پر سلطان حسین لنگاہ کے وزیر عماد الملک نے فخر سے کہا کہ ہر مملکت کی خداوند نے ایک بزرگی رکھی ہے ملتان کی مملکت کی بزرگی ملتان کے علماء فضلاء ہیں جن کی وجہ سے ملتان دوسری مملکتوں کے مقابلے میں معزز و محترم ہے۔ اور یہ بات انہوں نے بجا طور پر کہی (ح ۱۸)

اگر ہم اس بات کے بارے میں فیصلہ کریں کہ ملتان کا لنگاہ دور حکومت کی آج تک شہرت کس وجہ سے ہے تو ہمیں برملا کہنا پڑتا ہے کہ ملتان کا لنگاہ دور حکومت اپنی علمی فضیلت کی وجہ سے شہرت دوام حاصل کر کے تاریخ میں بلند مقام کا حامل ہوا ہے۔

حواشی باب دوازدہم

۱ :۔ ضلع جھنگ میں جہاں جہلم اور چناب آپس میں ملتے ہیں وہاں تک لنگاہ حکومت پھیلی ہوئی تھی
۲ :۔ دھن کوٹ دریائے سندھ کے کنارے ایک گھاٹ اور قلعہ تھا۔ یہ کالا باغ سے ۷ میل کے فاصلے پر تھا اب تہہ آب ہو گیا ہے کھنڈر موجود ہیں۔ تزک میں بابر اسے دین کوٹ لکھتا ہے۔
۳ :۔ صوبہ کو پرگنوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اور پرگنہ کو شق کہتے تھے اور پرگنہ کا انچارج شقدار کہلاتا تھا۔ یہ انتظامی، عسکری اور پولیس کے تمام اختیار رکھنے والا افسر ہوتا تھا اسے عمل گزار بھی کہتے تھے اور یہ پرگنہ کے تمام سرکاری محاصل وصول کرتا تھا۔ اسے آجکل کا ڈسٹرکٹ کلکٹر سمجھیں۔
۴ :۔ عماد الملک لنگاہ سلطنت کا پہلا وزیر تھا جسے سلطان حسین لنگاہ نے مقرر کیا وزیر کو اس دور میں دیوانی (CIVIL) اور فوجداری (MILITARY) تمام امور سلطنت پر کامل اختیار تھا۔
۵ :۔ پہلا شیخ الاسلام شیخ جلال الدین قریشی جو خانوادہ حضرت حمیدالدین حاکم کا فرد تھا اسے عہد سلطان حسین لنگاہ اول میں مقرر کیا گیا تھا ملاحظہ کریں باب چہارم کتاب ہذا۔
۶ :۔ قاضی محمدؒ کا ذکر سلطان حسین لنگاہ کے دور میں آتا ہے اور بعد ازاں سلطان محمود لنگاہ کے دور میں قاضی ابو الخیر اور قاضی عبدالرحمن کا ذکر بھی آتا ہے۔
۷ :۔ ناظم ضلع یا شقدار کی تشریح حوالہ نمبر ۳ میں کر دی گئی ہے۔ سب سے پہلا شقدار سلطان حسین لنگاہ اول کا بھائی شہاب الدین تھا بعد ازاں جام بایزید، جام ابراہیم علی الترتیب اچ اور شور کوٹ کے شقدار مقرر کیے گئے۔ حاجی خان میرانی۔ سراب خان دودائی۔ فتح خان بلوچ بھی لنگاہ دور کے شقدار تھے اور لنگاہ حکومت کے ملازم تھے۔ شقدار پرگنہ کے تمام محاصل وصول کرتے تھے انکے ماتحت تحصیلدار ہوتے تھے۔
۸ :۔ تحصیلدار کا کام معاملہ سرکار کی وصولی تھا وہ ٹیکس وصول کرنے کا کام کرتے تھے انکا ذکر سلطان محمود خان لنگاہ کے دور میں آتا ہے۔
۹ :۔ مملکت میں لنگاہوں نے کافی دفاعی قلعے تعمیر کیے ہوئے تھے جو عسکری چھاؤنی کا کام دیتے تھے قلعدار کے فرائض میں علاقے کی تھانیداری بھی تھی۔
۱۰ :۔ ہمایوں کابل میں تھا جب اسے شیر شاہ سوری کی وفات کی اطلاع ملی تو اس کے منہ سے بے ساختہ شیر شاہ کے بارے میں یہ خطاب استاد بادشاہان نکلا۔ ہمایوں نے شیر شاہ سوری کی موت پر بے حد افسوس کیا اور جب بعض درباریوں نے اسے شیر کی موت پر مبارک باد دی تو اسے انہیں دھتکار دیا ۔ یہی اسکی عالی ظرفی تھی۔ جو خداوند کریم کی نگاہ میں قبول ہوئی اور اسکی سلطنت اسکو چودہ سال بعد

بحال ہو گئی۔

۱۱ :۔ تاریخ شیر شاہی فارسی صفحہ ۱۸۶۔ شیر شاہ سوری کے دور میں سارے ہندوستان کے کاشتہ رقبے کی پیمائش کر کے فی جریب مقررہ رقم وصولی کی جاتی تھی۔ شیر شاہ سوری نے لنگاہوں کے نظام کی پیروی میں صوبہ ملتان کی رعایا سے پیداوار میں سے حصہ وصول کرنے کا حکم دیا۔

۱۲ :۔ مخزن افغانی فارسی مطبوعہ صفحہ ۲۸۰

۱۳:۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲ نیز ایلیٹ اینڈ ڈاسن جلد اول صفحہ ۳۰ میں راجپوت سواروں کے طریقہ جنگ جس پر لنگاہ عمل پیرا تھے پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۴:۔ تاریخ معصومی صفحہ ۱۱۱ پر لنگاہ سلطان کا اسی ہزار سوار اور پیادے میدان جنگ میں لانے کا ذکر ہے لیکن تذکرہ ملتان کے مطابق دفاع ملتان میں لنگاہ ایک لاکھ سوار اور پیادے میدان میں لائے۔

۱۵:۔ اچ سے ولہار تک قلعہ جات صرف راجپوتانہ اور سندھ کی طرف سے حملوں کے سدباب کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ یہ سب صحرا میں واقعہ تھے۔ ولہار کا قلعہ سیورائی کے قلعہ کے مشرق میں جسلمیر کی سرحد کے قریب واقع تھا

۱۶:۔ پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ نجر

۱۷ مولانا نور احمد خان فریدی نے ان کا نام نامی مولانا ابراہیم جامی خلف مولانا فتح اللہ ملتانی تحریر کیا ہے۔ لیکن بخشیش سنگھ نجر نے مولانا عبدالرحمان جامی تحریر کیا ہے میں نے جامی لکھا ہے ملاخطہ فرمائیں تاریخ ملتان حصہ اول از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۳ بعض تذکروں میں مولانا ابراہیم جامع بھی درج ہے

۱۸:۔ تفصیل کے لئے ملاخطہ فرمائیں ہندوستان میں علم کی ترویج (انگریزی) از این این لا۔ صفحہ ۶۹ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۵۳۰۔ پنجاب دورہ سلطانی میں از بخشیش سنگھ نجر ۲۱۰۔ حدیقۃ الاقالیم صفحہ ۶۹۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ درس و تدریس کیلئے لنگاہ سلطنت میں علما کی قیام گاہیں مدرسے کے طور پر استعمال ہوتی تھیں جہاں طلبا [illegible] وقت امر کا انتظار ہوتا تھا۔ [illegible] عمارتوں [illegible]

باب سیزدہم

ملتان کے لنگاہ دور کی تہذیب و ثقافت

ملتان کے لنگاہ دور کی ثقافت کی جانکاری کے لئے ملتان کی لنگاہ مملکت کی ہیئت ترکیبی تاریخ و جغرافیہ۔ مذہبی و روحانی رجحانات علمی و ادبی زندگی اور اس دور کے جملہ معروضی حالات کے مطالعہ کی اشد ضرورت ہے۔ رائے سہرہ لنگاہ کی سرکردگی میں بلوچستان کے چند قبائل اپنے وطن کے معروضی حالات کے دباؤ کے تحت سرگردان ہو کر جنوبی پنجاب میں پندرھویں صدی میں وارد ہوئے اور انہوں نے دہلی کی کمزور سید بادشاہت کے دور کے اندرونی تضادات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ملتان پر قبضہ کر لیا اور انکے قائد نے سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کا لقب اختیار کر کے ملتان میں ایک آزاد سلطنت کی بنیاد ڈالی۔

لنگاہ اور انکے بلوچ بروہی اور افغان ساتھی قرون وسطی کے نیم ترقی یافتہ تہذیبی اقدار کے حامل قبائل تھے انکی آمد سے پہلے ملتان برصغیر کا ایک اہم تہذیبی مرکز تھا کئی صدیاں پہلے یہ سندھ کی برہمنی حکومت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام تھا جہاں شاہی خاندان کا اہم فرد ہمیشہ گورنر مقرر کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں ملتان عربوں کی ہندوستانی سلطنت کے شمالی صوبہ کا صدر مقام رہا جسکی رونق اور خوشحالی کو مد نظر رکھتے ہوئے عرب اُسے معمورہ کہتے تھے۔(ح ۱) ملتان کچھ عرصہ قریشیوں اور قرامطیوں کے تحت ایک آزاد حکومت کا صدر مقام بھی رہا تھا۔ کچھ عرصہ غزنویوں کی سلطنت کے ایک اہم صوبہ کا صدر مقام بھی تھا اور لنگاہوں کی آمد سے پہلے یہ دہلی کے سلاطین کے ایک صوبہ کا صدر مقام تھا(ح ۲)۔ ملتان بطور ایک قدیم انتظامی مذہبی و تہذیبی مرکز کے ایک مخصوص تہذیبی رنگ کا حامل تھا اور اسکی تہذیب پر وہ تمام تہذیبی اثرات مرتب ہو چکے تھے جو کسی صوبائی صدر مقام پر دارالسلطنت اور سلطنت کے مرکز سے دوری کے باوجود تہذیبی اختلاط و تخلیط سے عام طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ نیز ملتان وادی سندھ کے مرکز میں دریاؤں اور صحراؤں کے وسط میں

واقع ہونے کی وجہ سے دریائی صحرائی تہذیب کا شاندار نمونہ تھا۔ جس پر دہلی کی تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہو چکے تھے۔

ملتان کے اپنے حکمران طبقے۔ روحانی پیشواء۔ جاگیردار۔ اہل حرفہ مزدور اور کسان تھے۔ جن پر وادی سندھ کی صدیوں کی تہذیبی اخلاط و تخلیط کی گہری چھاپ تھی۔ ملتان کی موسیقی حضرت امیر خسرو کی پانچ سالہ سرپرستی اور صوفیاء چشت کی محنتوں کے طفیل برصغیر میں منفرد مقام رکھتی تھی۔ لنگاہوں کی آمد سے پہلے کی تیرھویں اور چودھویں عیسوی صدیوں کو ملتان کے فن تعمیر کا سنہری دور کہا جاتا ہے (ح ۳) اس سنہری دور میں لنگاہوں کی آمد سے پہلے مقابر غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی و حضرت شاہ رکن عالم و شاہ دانا شہید تعمیر ہو کر فن تعمیر کا ایسا معیار قائم کر چکے تھے۔ کہ بعد کے ادوار کسی طور پر بھی ان کے پاسنگ نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ جب لنگاہوں نے ملتان اور اسکے گرد و نواح جنوبی پنجاب میں اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے بہت پہلے ملتان ایک اعلیٰ تہذیبی و ثقافتی علاقے کا صدر مقام تھا جو ایک مخصوص و منفرد تہذیبی سرمایہ کا امین تھا۔ ملتان کا فن تعمیر کا معیار اس قدر بلند تھا کہ لنگاہ اپنی یاد میں کوئی یادگار فن تعمیر نہ چھوڑ سکے۔

لنگاہوں کی ملتان میں سلطنت کے قیام کے بعد بلوچستان سے کافی لوگ حدود ملتان میں آکر آباد ہوئے۔ وہ بالکل اجڈ تو نہ تھے یقیناً" اسلام نے انہیں بنیادی تہذیبی خدو خال عطا کر دیئے تھے لیکن پھر بھی انکے چند حکمران خاندانوں کے علاوہ باقی اکثریت لوگ جو نقل مکانی کر کے ملتان کی حدود میں آباد ہوئے وہ ملتان میں پہلے بسنے والے لوگوں سے کم تہذیب کے مالک تھے۔ وہ جب حدود ملتان میں آباد ہو گئے اور انہوں نے نئی سلطنت قائم کی تو انکی سماجی اقتصادی و ثقافتی زندگی میں انقلاب آگیا اور نئی سلطنت کی آمدنیوں میں شرکت کی وجہ سے ان کی زندگی پہلے سے بہت بہتر ہو گئی اور ملتان کی حدود میں ایک دو نسلوں کے گزرنے کے بعد وہ ملتان کے معاشرتی ماحول میں اس قدر رچ بس گئے کہ وہ جلد ہی اپنے قبائلی ورثہ کو بھول گئے اور انہوں نے اپنی کرخت قبائلی زبانوں کو ترک کر دیا اور سرائیکی اور فارسی جیسی شیریں زبانیں بولنے لگ گئے۔ رہن سہن لوکل لوگوں کی

طرح اختیار کر لیا۔ یہاں شادیاں کر کے گھر کی معاشرت بالکل ملتانی کر لی اور انکی اپنے آبائی وطن کے لوگوں کے ساتھ کوئی قدر مشترک باقی نہ رہی اور ملتان کی محبت اور ملتان سے متعلق اپنے اقتصادی مفادات کی حفاظت کیلئے ملتان کے دفاع کے لئے مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔ (ح ۴)

نئے آباد کاروں کے لئے ملتان جیسے قدیم تہذیبی مرکز کی صدیوں کی پختہ ثقافت ہر لحاظ سے قابل تقلید تھی وہ اپنے طور پر ملتان کی زندگی میں کوئی انقلابی اقدام برپا کرنے سے قاصر تھے انہوں نے برصغیر میں اس وقت جو نظام حکومت قائم تھا اس سے ہی تمتع حاصل کیا تھا انہوں نے صرف بعض پرانے حکمران طبقوں کو محروم کر کے انکی جگہ چند دوسرے خاندانوں کو حکمران طبقے میں شامل کیا طریقت کے قدیم سلسلے جنکی گزشتہ ادوار میں حکومتوں کی طرف سے سرپرستی ہو رہی تھی انکو نظرانداز کر کے طریقت کے نئے گھرانوں کی سرپرستی شروع کی انہی مصلحتوں کے تحت انہوں نے حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے خانوادے کے بزرگوں کے روحانی اقتدار کو کمزور کرنے اور قادری سلسلہ کے حضرت بندگی محمد غوث گیلانی اچوی کے خاندان کے بزرگوں کی قدرو منزلت میں اضافہ کو حکومتی پالیسی کا جزو بنایا لنگاہوں کی آمد سے پہلے حدود صوبہ ملتان میں سہروردیہ اور چشتیہ سلسلوں کا بول بالا تھا دہلی کے حکمرانوں کی ان سلسلوں کو سرپرستی حاصل تھی عوام بھی انکے گرویدہ تھے ملتان کے سہروردی بزرگ دہلی کے حکمرانوں کے چہیتے تھے۔ شیخ الاسلام ہند کا عہدہ کئی پشتوں سے اس خانوادہ کا موروثی عہدہ بن چکا تھا لنگاہوں نے مملکت کے لئے اس خانوادہ کا دہلی اور سندھ کے حکمرانوں سے تعلق کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہوئے ملتان میں اپنا شیخ الاسلام مئو مبارک کے قریشی خاندان کے عالم (ح ۵) کو مقرر کر کے اور دینی مدرسوں کے مربوط نظام کو اپنی حدود میں نافذ کر کے مذہبی دنیا پر اپنی گرفت مضبوط کر لی نیز اچ گیلانی۔ گردیزی اور سہروردی سلسلہ کے بزرگوں نے رشتہ داریاں قائم کر کے نہ صرف اپنے اقتدار کو مضبوط کیا بلکہ ان خاندانوں کی عوام پر گرفت کو مزید سخت بنا دیا۔

ملتان کے شمال میں اجودھن یعنی پاکپتن کے چشتیہ سلسلہ کی روحانی سلطنت کا اثر پنجاب

۔کر دریاؤں اور باروں میں آباد راجپوت قبائل میں روز افزوں تھا۔اور یہ قبائل اس سلسلہ کی منفرد تہذیبی اقدار کے زیر اثر تھے۔چشتیہ کی روحانی سلطنت کا زیادہ علاقہ چونکہ دہلی کی حدود میں واقعہ تھا اس لئے لنگاہوں نے انکی زیادہ سرپرستی نہ کی لیکن چشتیہ سلسلہ کے بزرگ مسلکاً حکمرانوں سے دور رہنے کے قائل تھے(ح ۶) اور وہ باوجودعدم سرکاری سرپرستی عوام کے دلوں پر حکمرانی کرتے رہے۔ان بڑے سلسلوں کی طاقت کو کمزور کرنے کے لئے اور عوام پر ان کے اثرات کو کم کرنے کے لئے لنگاہوں نے ملتان کے گردونواح اور اچ کے بخاری سلسلہ ہائے طریقت جن کے مریدوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی کی سرپرستی شروع کی تاکہ توازن پیدا ہو سکے چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے تو لنگاہوں کی عدم سرپرستی کی کوئی پرواہ نہ کی لیکن سہروردی مسلک کے اس اصول کے زیر اثر جس میں حکومت وقت سے درویشوں کا رابطہ مسلک کی ترویج کے لئے نہایت ضروری ہے سہروردی بزرگ جلد ہی اپنی دور نزدیک افادیت' اعلیٰ کردار اور عظیم شخصیتوں کے طفیل چند سال بعد لنگاہ حکومت میں اپنا بلند مقام حسب سابق بحال کرانے میں کامیاب ہو گئے۔اس طرح اس دور کے عوام اس وقت کے امراء اور روحانی خانوادوں کی مکمل گرفت میں تھے۔کسان مزدور اہل حرفہ کے بارے میں حکمران طبقے کے رویہ میں پہلے کے مقابلے میں کوئی خاص فرق پیدا نہ ہوا اور عوام کے معروضی حالات اسی ڈگر پر چلتے رہے۔باوجود کہ لنگاہوں کا ٹیکس کا نظام قابل تعریف تھا لیکن حکومت کے روز افزوں اخراجات اور حکمران خاندان کے اللے تللے اس بات کے متقاضی تھے کہ خزانہ کو بھرا جائے چنانچہ عوام محنت کرتے تھے اور سلاطین امراء جاگیردار زمیندار مخادیم انکی کمائی کھاتے تھے اور عوام صوفیاء کرام کی تعلیمات کے زیر اثر صبر و شکر سے ہر قسم کے ظلم کو برداشت کرتے تھے۔ان حالات کی وجہ سے پورے جنوبی پنجاب کے عوام کے مزاج میں ایک ٹھہراؤ اپنے حالات پر راضی بہ رضا رہنے کی عادت اور جمود طاری ہو گیا جس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے ہیں۔

رہن سہن خوراک لباس کے معاملے میں پوری تہذیبی جدو جہد دریائی اور صحرائی

لنگاہ عہد میں ایک دفعہ ایک ملحدانہ فتنہ نے ملتان میں جنم لیا روداد اسکی اسطرح ہے کہ بہاء الدین بحرانچی نے ایک دفعہ ملتان آکر بادشاہ اور اکابرین کو اپنی پر تاثیر ملحدانہ تبلیغ سے معتقد کر لیا جس کے تدارک کے لئے حضرت شیخ حسام الدین متقی کی درخواست پر حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی گیلانی اچ شریف سے ملتان آئے اور انکے وعظ و نصیحت سے یہ ملحدانہ فتنہ ختم ہوا (ح ۱۳)

فقہا

۱ ۔ **شیخ الاسلام جلال الدین قریشی :۔** آپ منھو مبارک کے مرتاض روحانی پیشوا حضرت شیخ حمید الدین حاکم قریشی کی اولاد میں سے تھے انہوں نے خراسان میں مختلف علوم نقلی و عقلی کی تحصیل کی تھی اور علوم متداولہ میں بحر زخار تھے۔ لنگاہ دور کے پہلے شیخ الاسلام تھے انہوں نے اپنی جسمانی کمزوریوں کا بہانہ بنا کر اس عہدہ جلیلہ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ بعد ازاں لنگاہ سلطان کی ذاتی سفارش پر باکراہت اسے قبول کیا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے سلسلہ میں زندگی بھر کوشاں رہے اور اپنے دور کے علماء فقہا کے سرخیل تھے۔ (ح ۱۴)

۲ ۔ **عالم ربانی قاضی محمد :۔** آپ دینی و دنیاوی فضائل و کمالات سے آراستہ تھے سلطان حسین لنگاہ کے دور میں قاضی ملتان کے اہم عہدہ پر فائز ہوئے تھے۔ قضاء کے معاملات میں کسی فریق کی پاسداری یا چشم پوشی نہ کرتے تھے شریعت و تقوی کے سخت پابند تھے انکو سلطان حسین نے ایلچی بنا کر گجرات بھی بھیجا تھا۔ (ح ۱۵)

۳ ۔ **قاضی ابوالخیر :۔** آپ قاضی اچ کے اہم عہدہ پر فائز تھے علوم متداولہ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ بطور قاضی دور نزدیک شہرت پھیلی ہوئی تھی انہیں بھی کئی مرتبہ سفارتی مہمات سونپی گئیں۔ (ح ۱۶)

۴ ۔ **قاضی شیخ محمد اچوی :۔** یہ اپنے وقت کے مقتدر عالم تھے علوم دینی میں

کامل تھے عربی زبان پر مہارت تامہ رکھتے تھے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے ملتان پر ارغونوں کے حملے کے بعد سندھ چلے گئے جہاں مرزا عیسی ترخان کے دور میں وفات پائی۔

(ح ۱۷)

علماء فضلاء

۱ ۔ حضرت مولانا فتح اللہ ملتانی :۔ آپ مخدوم العلماء الشیخ الکبیر علامہ فتح اللہ ملتانی کے نام نامی سے یاد کئے جاتے تھے۔ ملتان کے اساتذہ میں ان کا بڑا مقام تھا بے شمار اکابر علماء آپ کے شاگرد تھے صاحب نزہت الخواطر لکھتے ہیں کہ حضرت علامہ فتح اللہ صاحب مولانا موسے جعبری کے شاگرد تھے۔ دہلی جا کر مولانا جعبوری سے سند فضیلت حاصل کر کے ملتان واپس تشریف لائے اور مسند تدریس کو عزت بخشی۔ جس قدر علوم دینیہ کی اشاعت ان سے ہوئی اس کی مثال برصغیر میں نہیں ملتی۔(ح ۱۸)

۲ ۔ مولانا عزیز اللہ تلنبوی :۔ تلنبہ کے معروف قصبہ میں پیدا ہوئے ملتان میں تکمیل علم کے بعد درس دینے کا آغاز کیا اصول۔ علم الکلام اور فقہ اور تمام علوم ظاہری اور باطنی میں ید طولیٰ حاصل تھا ارغون حملہ کے بعد ملتان سے دہلی چلے گئے جہاں ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔ سال ۹۳۲ھ میں وفات پائی۔(ح ۱۹)

۳۔ مولانا عبداللہ تلنبوی :۔ آپ مولانا الہ داد تلنبوی کے نامور فرزند تھے تکمیل علم ملتان میں کی جہاں سے عراق تشریف لے گئے اور علامہ عبداللہ یزدی سے منطق و فلسفہ میں سند فضیلت حاصل کی برسوں انکی خدمت میں حاضر رہ کر بے حد مستفیذ ہوئے پھر ملتان تشریف لائے اور مسند درس وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا سالہا سال طالبان علم و ادب کو مستفید کیا آپ انتہائی ذکی تبحر عالم تھے (ح ۲۰)

۴۔ مولانا عبداللہ ملتانی :۔ آپ ہمیشہ دینی اور یقینی علوم کے درس دینے میں مصروف رہتے تھے۔ علوم عقلی میں بھی بڑی مہارت تھی۔ مولانا کی طبع کی روانی اور ذہنی پرواز میں

بڑی رفعت تھی حسن صورت کے لئے مولانا کے دل میں بڑی تڑپ تھی اور جذبہ شوق میں بڑا ہیجان رکھتے تھے سانحہ ملتان کے بعد بکھر چلے گئے جہاں ۹۷۰ ھ میں وفات پائی (ح ۲۱)

۵۔ سید احمد حنفی ملتانی :۔ آپ فقہ۔ اصول۔ علم الکلام اور ادب عربی میں ممتاز تھے۔ تعلیم و تعلم میں زندگی بسر کردی۔

۶۔ مولانا سماء الدین سہروردی :۔ مولانا میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے ابتدائی تعلیم مولانا ثناء الدین سے حاصل کی۔ سید راجن قتال کے مرید تھے۔ خرقہ خلافت شیخ کبیرالدین اسماعیل بخاری سے حاصل کیا۔ ساری زندگی کافی جرات سے امربالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ۹۰۱ ھ میں وفات پائی۔ بلند روحانی مقام کے مالک تھے شیخ فخرالدین عراقی کی مشہور کتاب لمعات کا حاشیہ لکھا اور ایک رسالہ مفتاح الاسرار جس میں شریعت اور طریقت کی تشریح ہے تصنیف کیا۔ (ح ۲۲)

۷۔ حضرت علامہ مولانا سناء الدین :۔ ملتان کے قدیم باشندے تھے ابتدائی تعلیم ملتان میں پائی پھر شیراز گئے اور حضرت میر سید شریف جرجانی سے سند فضیلت حاصل کی اپنے دور کے مایہ ناز فقیہ تھے۔ لیکن قضا کا عہدہ قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے ساری زندگی ملتان میں درس دیتے رہے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔ ۱۴ محرم ۸۹۸ ھ میں بدوران حکومت سلطان حسین لنگاہ وفات پائی۔ (ح ۲۳)

۸۔ مولانا محمد بہلول:۔آپ اس دور کے مستند عالم تھے۔ آپ حسن عبارت اور ادائے مقاصد میں بے نظیر زمانہ تھے۔ کئی سفارتی مہمات آپ کے سپرد ہوئیں۔ (ح ۲۴)

۹۔ مولانا ابراہیم جامع :۔ اپنے وقت کے تبحر عالم تھے۔ علوم متداولہ میں یگانہ روزگار تھے۔ فارسی شعر خوب کہتے تھے۔ پینسٹھ سال تک مسند درس کو زینت دی وہ مختلف علوم کا درس دیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے۔ (ح ۲۵)

۱۰۔ مولانا سعد اللہ لاہوری :۔ اس دور کے بہترین فاضل تھے۔ (ح ۲۶) حکومت ملتان کے ملازم تھے سقوط ملتان کے بعد لاہور میں جا بسے جہاں بہت شہرت پائی اسی وجہ سے لاہوری کہلائے۔ آخری محاصرہ ملتان میں قلعہ میں موجود تھے۔ مولانا سعد اللہ نے محاصرہ

کے حالات باتفصیل بیان کئے ہیں۔ قلعہ ملتان فتح ہونے کے بعد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ فتح کے بعد کچھ ارغون میرے گھر میں گھس آئے پہلے ان میں سے ایک شخص نے میرے والد جو خود عالم تھے اور پینسٹھ سال سے درس دے رہے تھے اور آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے کو گرفتار کرلیا۔ مکانات کی عمدگی اور عمارتوں کی صفائی کی وجہ سے دولت کا گمان کیا اور میرے والد کو انہوں نے ذلیل کرنا شروع کیا دوسرے ارغون نے آکر مجھے گرفتار کرلیا اور مجھے مرزا شاہ حسن ارغون کے وزیر کا تحفہ بنا کر اس کے روبرو لے گیا۔ مرزا کا وزیر لنگاہ سلطان کی محل سراء کے صحن میں لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا اسنے حکم دیا تو انہوں نے میرے پاؤں میں زنجیر ڈال دی اور اس کا ایک سرا تخت کے پایہ سے مضبوط باندھ دیا میری آنکھوں سے مطلق آنسو نہ گرا۔ لیکن میں دل میں اپنے والد کی حالت پر رو رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وزیر نے قلمدان طلب کیا۔ قلم کو درست کیا اور چاہتا تھا کہ کچھ لکھے کہ اس کے دل میں خیال آیا کہ تازہ وضو کرنے کے بعد لکھا جائے۔ وزیر اٹھا اور غسل خانہ میں چلا گیا۔ چونکہ اس وقت محل سراء میں کوئی اور نہ تھا۔ میں تخت کے قریب پہنچا اور قلم اٹھا کر سفید کاغذ جو وزیر کے لکھنے کے لئے تخت پر پڑا تھا۔ میں نے اس پر قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر لکھ دیا.....

فما لعینیک ان قلت اکففا ہمتا
وما لقلبک ان قلت استفق یہم

(ترجمہ) تمہاری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تم کہو کہ اے آنکھیں رک جاؤ تو وہ بہنے لگتی ہیں اور تمہارے قلب کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تم کہو خوشی میں آؤ تو وہ بھٹکنے لگتا ہے۔ میں یہ لکھ کر اپنی جگہ پر آکر کھڑا ہوگیا اسی اثناء میں وزیر اپنی جگہ پر آکر بیٹھا تو میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ وزیر نے لکھنے کے لئے قلم اٹھایا تو اس کی نگاہ قصیدہ بردہ کے شعر پر پڑی اس نے محل سراء میں چاروں طرف دیکھا جب اسے کوئی اور آدمی نظر نہ

آیا تو میری طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ یہ تو نے لکھا ہے میں نے کہا جی ہاں! پھر وزیر نے میرا حال پوچھا جب میں نے اپنے والد کا نام لیا تو کھڑا ہو گیا اور میرے پیر کی زنجیر کھلوادی اپنا لباس مجھے پہنا دیا اور مجھے ساتھ لیکر اسی وقت سوار ہو کر مرزا شاہ حسن کے دیوان خانہ میں لے گیا اور مجھے اس کے روبرو پیش کیا میرے والد کے حالات بیان کئے مرزا شاہ حسن نے حکم دیا کہ میرے والد کو تلاش کر کے لائیں اور پیش کریں۔ جس وقت میرے والد کو تلاش کر کے مرزا شاہ حسن کے روبرو بطور اجنبی پیش کیا گیا تو اس وقت مرزا کی مجلس میں فقہ کی معروف کتاب ھدایہ پر گفتگو ہو رہی تھی مرزا نے میرے والد کو حکم دیا کہ وہ اسی موضوع پر گفتگو کریں۔ میرے والد نے باوجود پریشانی طبع کے تقریر شروع کردی اور موضوع کے مطابق ایسی شگفتہ و اعلیٰ تقریر کی کہ حاضرین مجلس فریفتہ و شیفتہ ہو گئے جس پر فوراً میرے والد اور مجھے ایک ایک خلعت عطا ہوئی۔ مرزا نے اس مجلس کے اختتام کے بعد میرے والد کو اپنے ہمراہ لیا اور فوجی افسروں کو حکم دیا کہ مولانا ابراہیم (والدم) کے مال کا جس قدر نقصان ہوا ہے واپس کیا جائے جو مال واپس نہ ہوسکے اس کی قیمت سرکاری خزانے سے دی جائے۔ پھر والدم کو اپنی ملازمت میں لینے کی استدعا کی والد نے جواب دیا کہ میری زندگی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے اب خدا کی ملازمت کا وقت ہے مرزا کی ملازمت نہیں ہوگی۔ آخر ویسا ہی ہوا جیسا والد نے کہا تھا دو مہینے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ (ح ۲۷) آپ سقوط ملتان کے بعد ملتان سے ترک سکونت کر کے لاہور چلے گئے۔

امراء

لنگاہ دور کے وہ امراء جن کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے ان کے حالات قابل ملاحظہ ہیں۔

ا۔ جام بایزید سمہ :۔ ملتان کے لنگاہوں کے ہم عصر سندھ کے شاہی سمہ خاندان کا اہم فرد تھا۔ (ح ۲۸) سلطان حسین لنگاہ کا رشتہ میں ماموں تھا۔ جام نندا عرف نظام الدین کی چیرہ دستی سے تنگ آکر ملتان آیا جہاں سلطان حسین لنگاہ نے اسے ولایت شور کوٹ کی حکومت عطا کی۔ جام بایزید فضائل علمی سے زیادہ بہرہ ور نہ تھا لیکن وہ ہمیشہ اہل علم کے ساتھ

محبت رکھتا تھا۔ جہاں کہیں کسی عالم کے بارے میں سنتا تھا اس کے حال پر اس قدر عنایت کرتا تھا کہ وہ عالم بے اختیار ہو کر جام بایزید کی صحبت میں چلا آتا تھا اور جام سے تعلق ختم نہیں کرتا تھا وہ دن کا کچھ وقت روزانہ علماء کی صحبت میں گزارتا تھا وہ احکام خداوندی کی بے حد پابندی کرتا تھا۔ جب عماد الملک لومک کو سلطان حسین لنگاہ نے اپنے بیٹے کے قتل کی پاداش میں برطرف کر کے گرفتار کیا تو جام بایزید کو وزیر مقرر کیا۔ اور اسے محمود خان بن سلطان فیروز خان کا اتالیق بھی مقرر کیا۔ سلطان حسین خان کے انتقال کے بعد جب سلطان محمود خان برسراقتدار آیا تو ابتداء میں جام بایزید امور سلطنت میں کامل عمل دخل رکھتا تھا۔ لیکن سازشیوں نے آخر کار وزیر اور لنگاہ سلطان میں اختلافات پیدا کر دیئے اور جام بایزید اور سلطان کے مابین تصادم کرا دیا۔ جس کی وجہ سے لنگاہ دریائے راوی کے پار اپنے مقبوضات سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ جب جام بایزید شورکوٹ میں متمکن تھا اور ملتان کے لنگاہ حکمران سے اس کی مخالفت زوروں پر تھی۔ تو وہ ملتان کے علماء کے وظیفے اور تنخواہیں کشتیوں کے ذریعے شورکوٹ سے ملتان بھیجتا تھا۔ چونکہ اس نے ملتان کے اکابر پر برابر احسانات کئے تھے لہٰذا اکثر بزرگ لوگوں نے ملتان چھوڑ کر قلعہ شورکوٹ میں پناہ حاصل کر لی۔ ایک جماعت کو اس نے اپنی خواہش سے بلایا تھا۔ ان میں سے مولانا عزیز اللہ جو مولانا فتح اللہ کے شاگرد تھے کا نام قابل ذکر ہے مولانا عزیز اللہ شورکوٹ پہنچے تو نہایت تعظیم کے ساتھ ان کو شہر میں لایا گیا اور بہت تکلف سے جام بایزید اپنی حرم سراء میں انہیں لے گیا اور اپنے خدمت گاروں کو حکم دیا انہوں نے مولانا کے ہاتھ دھلوائے اور اس پانی کو جس سے ہاتھ دھوئے تھے برکت کے خیال سے مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیا جام بایزید کی مخالفت ملتان کے حکمرانوں کے ساتھ اس قدر بڑھی کہ آخر کار اس نے اپنی مقبوضات میں سلطان سکندر لودھی کا خطبہ پڑھوا دیا اور خود سلطان سکندر لودھی کی پناہ میں چلا گیا جس نے اپنے لاہور کے گورنر کو حکم دیا کہ جام بایزید ہماری پناہ میں ہے اس کی ہر طرح سے امداد و اعانت کرو چنانچہ شورکوٹ کا علاقہ جام بایزید کی بغاوت کی وجہ سے دہلی کے حکمرانوں کی مقبوضات میں چلا گیا اور لنگاہ سلطنت کی شکست و

ریختہ کا آغاز ہوگیا۔ (ح ۲۹)

۲۔ **وزیر عماد الملک لومک :۔** سلطان حسین لنگاہ کا وزیر تھا امور ملکی و خارجی کا ماہر تھا۔ اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں سے متصف تھا۔ حسن عبارت حسن بیان اور ادائے مقاصد میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ سلطان حسین خان لنگاہ کی کامیابی اور نیک نامی میں اس کی محنتوں کا بہت دخل تھا۔ سلطان حسین لنگاہ کے آخری دور میں سلطان فیروز کے قتل میں ملوث ہونے کی وجہ سے برطرف ہوکر قید ہوگیا اور جب سلطان حسین خان لنگاہ فوت ہوگیا اور سلطان محمود خان لنگاہ حکمران بنا تو اس نے اپنے باپ کے قتل کی پاداش میں اسے قتل کرادیا۔

۳۔ **شیخ شجاع الملک بخاری :۔** ملتان کی لنگاہ سلطنت کا آخری وزیر تھا (ح ۳۰) یہ خانوادہ اچ بخاری کا فرزند تھا۔ شاہ حسین لنگاہ کا داماد تھا۔ اعلیٰ علمی استعداد کا مالک تھا۔ لنگاہ شاہی خاندان سے رشتہ داری کی وجہ سے سلطنت میں بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا جس کی وجہ سے لنگاہ امراء اس سے سخت خار کھاتے تھے۔ اس کے روز افزوں رسوخ کی وجہ سے لنگاہ امراء حسد کی وجہ سے سلطنت سے اس قدر برگشتہ ہوئے کہ شاہ حسن ارغون سے ساز باز کرکے اپنی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے پر تل گئے۔ دفاع ملتان میں شیخ شجاع الملک بخاری نے زبردست کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور سقوط ملتان کے بعد ارغونوں نے اس پر مال منال کی وصولی کے لئے سخت مظالم کئے جو اس نے صبر سے برداشت کئے ارغون اس کو بھی پکڑ کر سندھ لے گئے۔ (ح ۳۱)

۴۔ **رائے بہلول لنگاہ :۔** ملتان کے لنگاہ شاہی خاندان کا فرد تھا۔ لنگاہوں کی فوج کا کمانڈر اور اچ کا قلعدار تھا۔ جب اچ پر ارغونوں نے حملہ کیا تو اس نے بڑی جانفشانی سے اچ کا دفاع کیا اور آخر کار دفاع اچ میں ارغونوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ (ح ۳۲)

۵۔ **جام ابراہیم سمہ :۔** جام بایزید کا حقیقی بھائی تھا۔ سندھ کے سمہ شاہی خاندان کا فرد تھا۔ دونوں بھائی جام نظام الدین عرف جام ننڈا کی چیرہ دستی سے تنگ آکر جب ملتان آئے تو سلطان حسین لنگاہ نے جام ابراہیم کو ولایت اچ کا انتظام سپرد کردیا جام ابراہیم کے زیر انتظام علاقہ میں دریائے ستلج کے پار، سندھ اور جیسلمیر کی حدود تک کا لنگاہ سلطنت کا

علاقہ شامل تھا۔ اور حاکم اچ لنگاہ سلطنت میں بے حد اہم ملازم شمار ہوتا تھا۔ (ن ۳۳)

۶۔ رجادہ ماچھی :۔ لنگاہ دور کا ایک اہم عہدہ دار جو تین ہزار دیہاتی پیادہ جنگجوؤں کا کمانڈر تھا۔ دفاع ملتان میں اس نے بڑی کوششیں کیں۔ آخری محاصرہ کے دوران سامان خوراک کی جمع آوری کے سلسلہ میں اس سے کئی زیادتیاں سرزد ہوئیں جس کی وجہ سے لوگ اس کے اور وزیر شجاع الملک کے خلاف ہو گئے۔ یہ آخر دم تک دفاع ملتان میں ثابت قدم رہا۔ (ح ۳۴)

۷۔ رحم خان ڈھر:۔ لنگاہ سلطنت کا ایک اہم عہدہ دار قوم ڈھر کا سردار تھا اور علاقہ بھنڈواہن کا مقدم تھا۔ (ح ۳۵)

۸۔ اقبال خان لنگاہ :۔ لنگاہ قوم کا سردار زادہ تھا۔ اور ملتان کی فوج کا اہم افسر + شاہ حسن ارغون سے سب سے پہلے اس نے ساز باز کی اور ملتان سے راہ فرار اختیار کر کے ارغونوں کی ملازمت اختیار کر لی اس کی اعانت سے شاہ حسن ارغون نے ملتان کی افسر شاہی میں اپنی پارٹی بنالی اور بہت سارے لنگاہ سرداروں کو گمراہ کر کے اپنی قومی حکومت سے غداری کا راستہ اختیار کرایا۔ اس نے ہی قلعہ ڈیرہ آور میں لنگاہوں کے دفن شدہ خزانہ کا راز شاہ حسن پر آشکار کیا تھا۔

۹۔ لنگر خان لنگاہ :۔ لنگر خان لنگاہ کو لشکر خان لنگاہ اور صرف لشکر خان بھی لکھا گیا ہے۔ یہ مشکوک ہے کہ یہ دو اشخاص کے دو نام تھے یا ایک ہی شخص دو ناموں سے معروف تھا۔ یہ بھی طے نہیں ہے کہ یہ لنگاہ قبیلہ کا فرد تھا مولانا نور احمد خان فریدی تاریخ ملتان میں اسے بلوچ لکھتے ہیں۔ مورخین اس کے بارے میں خاندان لنگاہ کا غلام ہونا لکھتے ہیں۔ معمولی حیثیت سے ترقی کرتے ہوئے مقدم اور پھر فوجوں کا اہم کمانڈر بن گیا۔ شیخ شجاع الملک بخاری کی وزارت کے دوران لنگاہ سرداروں کے اپنی حکومت سے اختلافات دو وجوہات سے بے حد بڑھ گئے تھے۔ اول سلطان محمود لنگاہ کم ظرف لوگوں میں گھرا ہوا تھا۔ اور کاروبار حکومت میں خود دلچسپی کم لیتا تھا اور اپنے وزیر شیخ شجاع الملک بخاری پر بوجہ رشتہ داری زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔ گذشتہ ادواروں میں سرداران فوج کو جس قدر اہمیت

زندگی کی ضروریات کے مطابق تھی۔ زراعت کا انحصار سیلابی نہروں' سیلاب۔ اور بارشوں اور کنوؤں پر تھا مملکت کے کل رقبہ کا بے حد قلیل رقبہ زیر کاشت تھا۔ جہاں پر گندم اور نیل کی بڑی فصلوں کے علاوہ خوردنی تیل کے بیجوں کی کاشت سبز چارہ وغیرہ بھی کاشت کئے جاتے تھے دریائی بیلے اور بار چراگاہوں کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جس پر کثیر تعداد لوگوں کا مدار زندگی تھا۔

شہروں کو لنگاہوں نے کافی سنوارا اور طویل عرصہ امن کی وجہ سے شہری آبادی میں کافی اضافہ اور خوشحالی ہو گئی نیز لنگاہ سلطنت کے اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھے تعلقات کی وجہ سے اور شاہراہوں کے پر امن ہونے کی وجہ سے بیرونی تجارت زوروں پر تھی لنگاہوں کو ایران افغانستان اور دہلی کے ساتھ تجارت پر مکمل اجارہ داری حاصل تھی۔ جس پر ہمسایہ حکمران کافی خار کھاتے تھے۔ ملتان کپڑے نیل چمڑے کے سامان کاغذ اور مٹی کے برتنوں کی صنعت میں کافی مشہور تھا(۷) اور بیرونی مال سے ملتان کی منڈیاں بھری پڑی تھیں اور جب ارغونوں نے ملتان کو لوٹا تو ارغونوں کے قول کے مطابق ملتان کسی ساہو کار کا بڑا گودام معلوم ہوتا تھا جہاں کپڑا اور دیگر ملکی وغیر ملکی اجناس کے انبار لگے پڑے تھے۔

امراء کے رہن سہن خوراک لطف و عنایات پر دہلی کے امراء کے رہن سہن اور ایرانی افغانی ثقافتی اثرات کا گہرا اثر تھا۔ شہروں کے لوگوں میں شلوار قمیض پہننے کا رواج بھی تھا دیہات کے لوگ تہمند باندھتے تھے۔ اس سارے مطالعہ سے اسی عہد کے عوام بالکل غائب ہیں اور یہی انکی بد نصیبی ہے کہ انہیں ہر دور میں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی مظلوم عوام کے لئے غم غلط کرنے کے لئے میلے عرس ساونڑیاں اور شادی کی تقریبات کے علاوہ اور کوئی ذریعہ حصول لطف و مسرت نہیں تھا۔

لنگاہوں کے دور کا سب سے روشن پہلو صاحب نظر علماء کی سرپرستی تھی جس نے ملتان کی علمی و ادبی فضا کو منور کر دیا بادشاہ اور انکے وزیر امراء صاحب نظر علماء کی صحبتوں میں دن کا کچھ حصہ ضرور گزارتے تھے۔ علماء بھی شاہی سرپرستی میں علمی ضوپاشی میں مصروف رہتے تھے۔ علم کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ شعراء کرام کی بھی سرپرستی ہوتی

تھی۔ فارسی شاعری حکمران طبقوں کو بے حد مرغوب تھی اس دور کے دو تین مقامی فارسی شعراء کی شہرت دور و نزدیک پھیلی ہوئی تھی جن کے نام نامی ابوالحسن لنگاہ۔ مولانا یاری۔ مولانا جامع ہیں یہ شعراء حافظ اور جامی کے رنگ میں شعر کہتے تھے۔ غزل اور قصیدہ کی صنف میں کچھ فارسی شعری مواد اس دور کا ہم تک پہنچا ہے۔

سرائیکی شاعری عوام کی مرغوب روحانی غذا تھی۔ اشلوک کافیاں اور دوہے اس دور کے معروف اصناف سخن تھے اس دور کے دو سرائیکی شاعر معروف ہو گزرے ہیں چشتیہ سلسلہ طریقت کے اس وقت کے سرخیل حضرت ابراہیم فرید ثانی (۱۴۵۰ء تا ۱۵۷۵ء) اور لالہ دامودر ۱۵۲۲ بکرمی تا ۱۵۸۰ بکرمی دونوں حدود لنگاہ میں رہائش پزیر تھے۔ (ح ۸) مائی ہیر کا قصہ اسی دور میں زبان زد عوام ہوا (ح ۹) یہ لنگاہ سلطنت کے دریائی بیلوں کی عوامی رومانوی داستان ہے جسے لنگاہ سلطنت کی حدود میں واقعہ جھنگ کے باسی لالہ دامودر نے سال ۱۵۶۹ بکرمی (لنگاہ دور) کے دوران موزوں کیا (ح ۱۰) اس رومانی عوامی داستان کو دامودر کی زبانی سننے سے اسی دور کی ثقافتی زندگی پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ اس دور کی نمائندہ عوامی زبان کے کھوج کے لئے لالہ دامودر کی ہیر اور حضرت ابراہیم فرید ثانی کے دوہوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ دامودر کی زبان تو ٹھیٹھ سرائیکی یا لہندی ہے لیکن فرید ثانی کی زبان پر مشرقی پنجاب کی ہندی آمیز زبان کا بہت گہرا اثر ہے انکے کلام کا گورو گرنتھ صاحب میں شمولیت پھر اس کا گورمکھی ترجمہ بھی اس کی وجہ ہو سکتا ہے (ح ۱۱) پھر بھی انکی سرائیکی زبان حضرت بابا فرید (۱۱۷۳ء تا ۱۲۷۶ء) کی زبان سے زیادہ عام فہم ہے علاقائی موسیقی پر حضرت امیر خسرو کے اثرات تا حال موجود تھے لیکن بعد ازاں اس دور کے چشتی صوفیا کی کاوشوں سے کئی نئی رنگین جتیں وضع ہو کر مقبول عام ہوئیں۔ وگتی بازی یعنی ٹھٹھہ مزاح کے مقابلے کا رواج اسی دور میں پڑا آخری دور کے لنگاہ سلاطین اسی صنف بد میں کافی مصروف نظر آتے ہیں اور جب ملتان کی اس آزاد سلطنت کے زوال کا دور شروع ہوا تو وہ تمام اعلیٰ و ارفع ثقافتی علامتیں اور نشانیاں سفلہ پن اور مخرب الاخلاق رنگ اختیار کر گئیں اور سلاطین کا بھانڈ۔ گویوں۔ مخولیوں اور وگتوڑوں نے گھیراؤ کر لیا اور تمام سنجیدہ

وگ کنارہ کش ہو گئے (ح ۲) اور علماء دربار کے اس غیر سنجیدہ ماحول کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے جب حکمران انحطاط پزیر اقدار کے پاسبان ہوں۔ اعلیٰ پر عزم شخصیات کے پاس عنان حکومت نہ رہے اور کم ہمت لوگوں کے پاس قیادت ہو تو ثقافت سمیت پوری معاشرتی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے ملتان کی اس آزاد نگاہ مملکت کا یہی المیہ تھا جس پر یہ آخر کار تباہ و برباد ہو گئی۔

حواشی باب سیزدہم

۱۔ قدیم ملتان از سید محمد لطیف صفحہ ۲

۲۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت از ایشوری پرشاد صفحہ ۲۱۵

۳۔ ملتان اور اس کا فن تعمیر از احمد نبی خان ملاحظہ فرمائیں

۴۔ دفاع ملتان میں لنگاہوں نے سال ۷۔۱۵۲۶ء ۹۳۲ھ کے محاصرہ میں اور بلوچوں نے سال ۳۲
کے محاصرہ میں خوب جان فشانی دکھائی

۵۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۶۔ تذکرہ اولیائے چشت صفحہ ۲۶

۷۔ تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۴۰

۸۔ لالہ دمودر نے سلطان محمود خان لنگاہ (از ۱۵۰۶ء تا ۱۵۲۵ء ۹۲۲ھ کے دور میں قصہ ہیر را
لنگاہ سلطنت کی حدود میں تصنیف کیا تفصیلی مطالعہ کیلئے ہیر دمودر از محمد آصف خان ملاحظہ کریں

۹۔ سرائیکی عوام مائی ہیر کو سلسلہ قادریہ کی ایک مرتاض بزرگ خاتون سمجھتے ہیں جبکہ اہل پنجا
نے اس کا ناٹک بنا دیا ہے۔

۱۰۔ ہیر رانجھا از لالہ دمودر کا عیسوی سال تصنیف ۱۵۱۳ء بنتا ہے جو سلطان محمود خان لنگاہ کا د
ہے۔ تفصیلی مطالعہ کیلئے ہیر دمودر مرتبہ محمد آصف خان ملاحظہ کریں۔

۱۱۔ بابا بدھ سنگھ کا دعوی ہے کہ چونکہ فرید ثانی پنجابی تھے پنجاب میں پیدا ہوئے اس لئے انکی زبا
پر مشرقی پنجاب کی ہندو پنجابی کا رنگ بھی ہے ملاحظہ کریں جس کاک صفحہ ۲۱ بحوالہ کرشنا راما مور
بنتوال کی تصنیف پنجاب کے صوفی شعراء

۱۲۔ تذکرۃ الملتان صفحہ ۵۳

باب چہاردہم

شخصیات

ملتان میں لنگاہ دور حکومت میں جن اہم شخصیتوں کے نام تذکروں میں آتے ہیں ان
تفصیل اس طرح پر ہے۔

شائخ عظام

۔ مخدوم شیخ یوسف قریشی:۔ رائے سہو لنگاہ کے ہم عصر سجادہ نشین حضرت
ث بہاؤالدین ذکریا قریشی تھے آپ علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال رکھتے تھے پورے
غیر میں انکی قدر منزلت کی جاتی تھی لیکن رائے سہو نے دہلی اور سندھ کی حکومتوں میں
کے اثر و رسوخ کی بنا پر انہیں ملتان میں رہنے نہ دیا۔ جس پر آپ دہلی ہجرت کر گئے
ں سلطان بہلول لودھی نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اکے بڑے لڑکے مخدوم زادہ
اللہ قریشی سے اپنی دختر بیاہ دی (۲)

۔ حضرت شیخ عبداللہ قریشی:۔ آپ حضرت شیخ یوسف قریشی کے فرزند تھے والد
ساتھ لنگاہوں نے ان کو بھی ملتان بدر کر دیا تو آپ بھی دہلی چلے گئے جہاں سلطان
ں لودھی نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی آپ ایک مجذوب بزرگ تھے۔ آپ
ابتداء میں بے انتہا ریاضت اور مجاہدے کئے تھے اور روزانہ ایک ہزار رکعت اور
قرآن ختم کرتے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی خدا کی یاد اور اسکے ذکر سے غافل
تے تھے۔ بڑے بڑے علماء کو آپ علوم الٰہی سے بہرہ یاب کرتے تھے ۳ صفر ۱۲۹۹ کو
۔ فرمائی پرانی دہلی میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ (۳)

۳ ۔ عمدہ المشائخ حضرت شیخ اسماعیل قریشی:۔ حضرت شیخ یوسف قریشی کے
آپ سجادہ نشین خانقاہ حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی ہوئے۔ آپ بے حد جہان
شخصیت تھے۔ انہوں نے جلد ہی اپنے خاندان کے تعلقات دربار ملتان سے دوبارہ
کر لئے۔ لنگاہ سلاطین نے آپ کو کئی مرتبہ سفارتی مہموں پر روانہ کیا اور آخری دور
انہوں نے کافی سیاسی کارنامے سرانجام دیئے آپ صاحب حال و قال تھے۔(ن ۳)

۴ ۔ قدوۃ العارفین شیخ عماد الدین حماد قریشی مئو مبارک:۔ آپ حضرت
میراں کے بیٹے۔ حضرت شیخ تاج الدین کے پوتے اور حضرت سلطان حمید الدین حاکم
پڑپوتے تھے تذکرہ حمیدیہ میں آپ کے بارے میں یہ تحریر ہے " آپ غوث عصر
سلطان حسین لنگاہ نے ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتح ابواب کے لئے
وظیفے کی درخواست کی آپ نے وظیفہ بتایا ساتھ ہی یہ کہا کہ ابھی یہ کلمات پورے
ہوئے ہوں گے کہ مراد حاصل ہو جائے گی چنانچہ سلطان کا کہنا ہے کہ مجھے جو کار ص
پیش آتا ہے یہی کلمات پڑھتا ہوں اسی دن خداوند عزوجل مجھے کامیاب کر دیتا ہے۔
عماد الدین حماد قریشی کا مزار مبارک مئو مبارک میں سلطان التارکین کے مزار کے
مغرب میں ایک چار دیواری کے اندر واقع ہے۔(ن ۴)

۵ ۔ حضرت شیخ روح اللہ قریشی:۔ آپ شیخ عماد الدین حماد قریشی کے فرزند
تھے اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے روحانیت میں آپ ک
ارفع مقام تھا لنگاہ دور کے بڑے بڑے امراء آپکے حلقہ عقیدت و ارادت میں شامل
(ن ۵)

۶ ۔ مخدوم محمود نر ناصر الدین بخاری:۔ آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گ
کے فرزند تھے آپکی ولادت ۱۱ ربیع الثانی ۷۳۴ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت حسین و جمیل
مرد کامل تھے خدا نے آپ کو کثیر اولاد عطا کی تھی ایک روایت کے مطابق آپ کے ب
کی تعداد پچیس ۲۵ تھی اس وجہ سے آپ نر ناصر الدین مشہور ہوئے۔ سلطان حسین
لنگاہ کی دختر بی بی تجی آپ کے عقد نکاح میں تھی۔ سلاطین وقت کے ساتھ گہر

تعلقات تھے۔ آپ بڑے سخی اور دریا دل واقع ہوئے تھے قرآن حکیم کے بے حد خوش الحان قاری تھے۔ آپ کا وصال ۱۹ شوال ۹۱۵ھ کو ہوا والد ماجد کے نزدیک مدفن ہے۔(ح ۵)

۷ ۔ حاجی شیخ عبدالوہاب بخاری :۔ آپ سید جلال الدین بخاری بزرگ کی اولاد میں سے تھے جو مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے دادا تھے۔ سید جلال الدین بزرگ کے دو بیٹے سید محموذ اور سید احمد تھے مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید محمود کے بیٹے تھے اور سید عبدالوہاب بخاری سید احمد کی اولاد میں سے تھے۔ آپ سال ۸۱۸ ھ کو اچ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اور سلوک کی منازل اپنے خسر اور استاد مولوی صدر الدین بخاری سے حاصل کی۔ کافی عرصہ ملتان میں درس و تدریس میں مصروف رہے دو مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے دوسرے حج سے واپسی پر نبی کریم صلعم کے حکم پر دہلی چلے گئے۔ آپ سچے عاشق رسول تھے۔ آپ بہت بڑے بزرگ و علم و عمل و حال و محبت میں کامل تھے۔ اپنے وقت کے فیلسوف۔ منطقی۔ مفسر قرآن تھے۔ آپ نے جو قرآن کریم کی تفسیر لکھی اس میں نبی علیہ الاسلام کی نعت و توصیف بے حد کی ہے اور اسمیں بہت سے دقائق عشق و اسرار محبت کو جمع کیا ہے یہ تفسیر جذبہ حال اور غلبہ استغراق کے وقت تحریر کی گئی تھی اور اس میں بہت سے اسرار و رموز ظاہر کئے ہیں۔ آپ اپنے پیر عبداللہ شاہ قریشی سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور فنانی الشیخ تھے سال وفات ۹۳۲ ھ ہے۔

۸ ۔ حضرت مخدوم حامد کبیر بخاری:۔ آپ مخدوم ناصر الدین محمود کے فرزند ارجمند اور انکے جانشین تھے حدیث اور فقہ پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی آپ کے عہد میں غازی محمد خان حاکم ڈیرہ غازی خان نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مزار پر مقبرہ بنوایا۔ طریقہ سروردیہ کے فروغ میں آپ کا کافی حصہ ہے ۷ ربیع الاول سال ۹۳۵ ھ کو انتقال فرمایا اوچ میں مزار مبارک ہے۔(ح ۸)

۹ ۔ مخدوم شیخ بہاؤالدین قریشی:۔ حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا قریشی ملتانی کے خاندان کے نامور فرزند تھے۔ لنگاہ سلاطین ملتان نے کئی مرتبہ انکے ذمہ سفارتی مہمات لگائیں جو انہوں نے نہایت قابلیت سے سرانجام دیں (ح ۹) طبقات اکبری کی رو سے آپ

بعد ازاں سجادہ نشین حضرت غوث بہاؤالدین ذکریا ملتانی ہوئے۔

۱۰ ۔ **حضرت بندگی محمدؒ غوث گیلانی علیہ رحمت اچوی:۔** مخدوم سید محمد الحسنی الجیلانی المعروف مخدوم محمد غوث بندگی گیلانی قدس سرہ قادریہ سلسلہ کے نقیب بن کر حلب سے ۵۶-۱۴۵۵ء/۸۶۱ھ کے لگ بھگ دورہ سلطان قطب الدین محمود لنگاہ میں پہلے پہل ملتان تشریف لائے اور علم و عرفان کے میدان میں بہت مشہور ہوئے ان کے ورود مسعود سے قادریہ سلسلہ برصغیر میں پھیلا آپ حضرت امام حسن مجتبیٰ بن علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے تھے بعد ازاں ملتان سے آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو اچ شریف میں منتقل کر دیا آپ موسس خاندان گیلانی ملتان و اچ ہیں۔ ملتان کے لنگاہوں کا حکمران خاندان آپ کے ذریعہ سلسلہ قادریہ سے بیعت تھا اور اس سلسلہ کی ترویج کرتا تھا اور وہ اس کو دوسرے سلسلہ ہائے طریقت کے مقابلہ میں ترجیح دیتا تھا نیز سلسلہ قادریہ کی اشاعت لنگاہوں کی حکومتی حکمت عملی کا حصہ تھی۔ حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ صاحب عظمت و کرامت و جلالت اور جامع علوم معقول و منقول بزرگ تھے۔ جب آپ ملتان تشریف لائے تو سلطان قطب الدین محمود لنگاہ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنی لڑکی مسمات ویس کسائین (VES KASAIN) کو آپ سے بیاہ دیا آپ کا شجرہ نسب غوث الاعظم سے اس طرح ملتا ہے۔

شیخ محمد غوث بن شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن صفی الدین صوفی بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن قطب الاقطاب شیخ ابی محمد سید عبدالقادر جیلانی اور آگے یہی شجرہ اس طرح سیدنا حضرت علی سے مل جاتا ہے سید عبدالقادر جیلانی بن شیخ ابی صالح محمد موسیٰ بن سید عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن عالی مقام حضرت امام حسنؓ بن امیرالمومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ آپ فارسی، عربی زبان کے صاحب دیوان شاعر بھی تھے۔ (ن ۱۰) سال وفات ۸۹۴ھ ہے۔ (ح ۱۱)

۱۱ ۔ **مخدوم عبدالقادر ثانی گیلانی اچوی:۔** آپ حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کی اولاد میں سے تھے اپنے وقت کے مرتاض بزرگ تھے اور وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے

دی جاتی تھی وہ کافی کم ہو گئی۔ دوئم شیخ شجاع الملک بخاری مغرور اور مستبد شخص تھا۔ وقت، بے وقت شاہی محل میں آجا سکتا تھا اور جس طرح سے چاہتا تھا بادشاہ سے احکامات حاصل کر لیتا تھا جس کا مداوا سرداران فوج نہ کر سکتے تھے اور ان کے حقوق تلف ہوتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے لنگرخان لنگاہ کی سرکردگی میں شاہ حسن ارغون سے سازش کر کے بغاوت کرائی اور ایک معقول تعداد سردار لنگرخان اقبال خان وغیرہ شاہ حسن ارغون سے مل گئے۔ لنگاہ سلطنت ملتان کی تباہی میں اس بغاوت کا کافی عمل دخل تھا۔ لیکن یہ باغی ملتان پر قبضہ نہ کر سکے اور شیخ شجاع الملک نے بغاوت کے باوجود نظام حکومت درہم برہم نہ ہونے دیا اور ایک سال سے زائد عرصہ محاصرہ ملتان کے باوجود ارغونوں کو آسانی سے ملتان پر قبضہ کرنے نہ دیا۔ ملتان کی فتح کے بعد شاہ حسن ارغون نے لنگرخان کو ملتان پر مکمل طور پر متمکن نہ کیا لیکن لنگرخان نے خود ہی ملتان پر قبضہ جما کر شاہ حسن ارغون کے آدمیوں کو نکال دیا۔ (ح ۳۷)

شعراء کرام

لنگاہ دور میں ملتان کے لوگوں کا ذوق شعری و سخن فہمی و سخن سنجی بے حد بلندی پر پہنچا ہوا تھا۔ فارسی سرکاری زبان تھی اور زیادہ شاعر فارسی زبان میں شعر کہتے تھے۔ عربی میں بھی شعر گوئی کا ذوق تھا۔ سرائیکی شعراء بھی تھے۔ فارسی شاعری میں شعراء کرام حضرت حافظ شیرازی و مولانا عبدالرحمٰن جامی کا تتبع کرتے تھے اس دور کے شعراء کرام قابل ملاحظہ ہیں۔

مخدوم شیخ محمد الحسنی گیلانی المتخلص قادری

آپ عرف عام میں حضرت بندگی محمدؒ غوث گیلانی کے نام سے مشہور تھے آپ بانی خاندان گیلانی اچ و ملتان تھے آپ کو فن شعر گوئی میں کمال درک حاصل تھا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں کلام موجود ہے آپ صاحب دیوان شاعر تھے آپ کا تخلص قادری تھا آپ بڑے ذوق سے ترجیحات کہتے تھے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجیع بند

رندیم و قلندریم و چالاک — مستیم و مقر بدیم و بیباک
جامیم و صراحیم و بادہ — در صدفیم و بحرو خاشاک
والئی ولایت شش و پنج — حامی بلاد فہم و ادراک
مجموعہ راز عالم دل — منصوبہ کشائے سرلولاک
بگذشتہ زخویش بے کدورت — نگزشتہ ز عشق جوہر خاک
آئینہ صاف باغل و غش — صافی دل و پاک رائے شکاک
گر صاف شوی و پاک دائم — میگوئی چو قادری تو ناپاک

مابلبل بوستان قدیم
شہباز سفید دست اسیم

اس آخری شعر میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی وراثت کی طرف تلمیح اور اشارہ ہے کیونکہ شہباز سفید حضرت شیخ عبدالقادر محبوب سبحانی کا لقب ہے۔ آپ نے عربی میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی منقبت میں متعدد نظمیں لکھیں (ح ۳۸) سال وفات ۹۹۴ھ ہے

سید عبداللہ

آپ حضرت بندگی محمد غوث گیلانی کے دوسرے بیٹے تھے اور بہت ہی سلیم الطبع اور اپنے زمانے کے بے مثل شاعر تھے۔ کہتے ہیں کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی آپ سے شعروں کی اصلاح لیا کرتے تھے۔ (ح ۳۹)

ابوالحسن لنگاہ

آپ ملتان کے لنگاہ شاہی خاندان کے فرد تھے لیکن حکومت سے رغبت نہ رکھتے تھے اور صاحب فضل و کمال فرد تھے۔ بے حد اثر انگیز شعر کہتے تھے۔ حضرت خواجہ حافظ کے تتبع اور رنگ میں غزلیں کہتے تھے۔ ایک غزل حضرت خواجہ حافظ کے اتباع میں قابل ملاحظہ ہے۔ (ح ۴۰)

مطلع

سالہا در طلب جام جم از ما میکرد　　　انچہ خورداشت زبیگانہ تمنا میکرد

غزل

فلک انروز کہ ترکیب دراشیا میکرد　　　مہو مہر ترا در دل ما جا میکرد

پرتوی بود، در، اثار جمال رخ دوست لمعہ نور، کہ برطور، تجلا میکر
عقل سرگشتہ سربستہ، کہ از جور خرد باز گفتی دہنش کشف معما میکر
دل کہ درچاہ زنخدان تو، میگشت غریق رسن زلف ترا، عروہ وثقی میکر
جان ہمیگفت ازان لب بلطافت سخنی قوت ناطقہ، در روح مہیا میکر
عقل، درکشتن عشاق، بہرامی کہ گرفت غمزہ شوق تو، تعیین مسا میکر
روح قدسی بمدد نفحہ تلقین میداد
نکتہ از لب او(ابوالحسن) انشا میکرد

مولانا یار محمد متخلص یاری (ن م)

اصلا گجرات کے رہنے والے تھے۔ کچھ عرصہ سندھ میں بھی رہے آخر سیت پور میں مقیم ہو گئے لنگاہان ملتان کے ساتھ مراسم تھے سیت پور میں ہی فوت ہوئے آپ بڑے خوش طبع اور بلاغت میں انتہائے کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ فن انشاء میں اپنے عہد میں بے نظیر تھے۔ شعر خوب کہتے تھے۔ قصیدہ و نظم میں خصوصی درک حاصل تھا۔ ایک دفعہ گجرات کا سفر اختیار کیا اور گجرات کی توصیف میں مثنوی کہی جس کا ایک شعر یادگار باقی ہے۔

گجرات خوش دیارے اما بشرط یارے
بے یار چون توان بوود راین چنین دیارے

مولانا ابراہیم جامع

شمس العلماء عصر مولانا عزیز اللہ تلنبوی کے نابغہ روزگار فرزند تھے۔ علوم متداولہ میں کامل تھے ساٹھ سال ملتان میں مسند ارشاد و درس کو زینت بخشی سینکڑوں شاگرد تھے۔

پ نغز گو شاعر بھی تھے۔ آپ خواجہ حافظ شیرازی اور مولانا عبدالرحمن جامی ایرانی کے تتبع میں شعر کہتے تھے۔ مولانا ابراہیم جامع نے اس دور کی مملکت شعر و سخن پر اپنے فن عر گوئی کے گہرے اثرات چھوڑے (ص ۴۴) نمونہ کلام عنقا ہے۔

الہ دامودر

دامودر گھلاٹی ذات کا ہندو تھا وہ جھنگ میں دوکانداری کرتا تھا اسنے ہیر رانجھا کا اقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق لالہ دامودر کے ہیر کے والد وچک سے گہرے مراسم تھے۔ سب سے پہلے ہیر رانجھا کے قصہ کو دامودر نے نظم کیا نہوں نے یہ واقعہ ۱۵۶۹ بکرمی کو نظم کیا کہتے ہیں

پندرہ سے انتر سمت بکرم اے
ہیر تے رانجھا ہوئے اکٹھے جھگڑے رب مکائے

سن ۱۵۶۹ بکری کا عیسوی سال ۱۵۰۲ء بنتا ہے جو سلطان محمود لنگاہ کا دور حکومت ہے۔ اس وقت جھنگ ملتان کے لنگاہوں کی سلطنت میں واقع تھا نمونہ کلام قابل ملاحظہ ہے

نمونہ کلام

مائے نی! چاک لدھوئی نت اٹھ مجھیں چارے
برکت تینڈی گھاہ نہ سکے، مجھ نہ کٹی ہارے
جتی بھورا مول نہ منگے، لتے پورے چارے
اوڑا مول نہ لگے کدا ہیں ساون دے پھوہارے

محبت اور پیار کا منظر

ہیر وچ رانجھا حال نہ جانے کوئی

رانجھا رانجھا میں کہنوں آکھاں آپے رانجھا ہوئی
رانجھا ہیر تے ہیر رنجھیٹی رتی فرق نہ کوئی
اکھ دمودر بھار عشق دی دوئی جان مکائی

دمودر کی اصلی ہیر کا نسخہ فارسی رسم الخط میں تھا لیکن جب یہ گورمکھی رسم الخط میں لکھا گیا تو اس میں کافی الفاظ سکھی پنجابی میں بدل دئے گئے۔ دامودر کی زبان سرائیکی ہے اور (ح ۴۳) اس لحاظ سے وہ اس دور کا نمائندہ سرائیکی شاعر شمار ہو سکتا ہے۔ تفصیلاً مطالعہ کیلئے کتاب ہیر دمودر مرتبہ محمد آصف خان ملاحظہ کریں

شیخ فرید الدین ابراہیم فریدؒ ثانی

آپ سرائیکی زبان کے ابتدائی شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا کلام کچھ کافیاں اور ایک سو تیس اشلوک پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ ایک نصیحت نامہ ہے۔ آپ کو بہرام اور برہم بھی کہتے ہیں۔

نمونہ کلام ملاحضہ کریں۔

مکالمہ گورو نانک و شاہ بہرام

سوال گورو نانک:۔

پڑھتے پڑھتے دند گھسے کے نہ کیتی ہو

جواب شاہ بہرام:۔

دیکھو حرف پریم کا' پڑھے سو پنڈت ہو

سوال گورو نانک:۔

صاحب دیاں دو حداں　　کسنوں پکڑاں کسنوں چھڈاں

جواب شاہ بہرام:۔

صاحب کی دو حد　　سچ نوں پکڑ' کوڑ نوں چھڈ

سوال بابا نانک:۔

کلمہ کہاں تاں کل پوے بن کلموں بھی تاں
ہندو کہاں تاں ماریاں مسلمان بھی تاں

جواب شاہ بہرام:۔

دوہاں تے پانی وارپی جے پانا بھگوان
ایکو برہم پچھان کے دنیا ناسی جان

دیگر نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔

بڈھا ہویا شیخ فرید کنبن لگی دیہہ ۔ جے سو وریہاں جیونا بھی تن ہونا کھیہہ
شیخ حیاتی جگ نہ کوئی تھر رہیا ۔ جس آسن ہم بیٹھے کیتے بیس گیا
بولئے سچ' دھرم جھوٹ نہ بولئے ۔ جو گرو سے اٹ فریدا جولئے

حضرت فرید ثانی کی سرائیکی زبان پر مشرقی پنجاب کی ہندی آمیز سکھی پنجابی کا بہت گہرا اثر ہے ایک تو آپ پاک پتن کے رہائشی تھے جو سرائیکی علاقہ کی آخری حد پر قدیم سرائیکی شہر ہے۔ نیز آپ کے کلام کا گورمکھی میں ترجمہ اور پھر گورو گرنتھ صاحب میں اسکی شمولیت اور پھر دوبارہ اس کی فارسی رسم الخط میں فراہمی کی وجہ سے بھی اس پر سکھی پنجابی کے اثرات نمایاں ہو گئے حضرت ابراہیم فرید ثانی سال ۱۴۵۰ء تا ۱۵۷۵ء تک زندہ رہے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ تقریباً" بیالیس سال جاری رہا۔ (ح ۴۴) آپ کے نام نامی کا ذکر سلطان محمود خان لنگاہ کے دور میں آتا ہے۔ چونکہ آپ کے خاندان کے بانی کا مدفن ملتان کے نزدیک موضع کوٹھے وال میں تھا اس لئے سلسلہ آمد و رفت اور تعلق پیری مریدی ملتان میں قائم تھا۔

آثار قدیمہ و تعمیرات

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ لنگاہ دور کی کوئی عمارت بطور یادگار ملتان یا اسکے گرد و

نوا حی میں یا انکی حدود سلطنت میں موجود نہیں ہے۔ معلوم نہیں وہ مدرسے اور خانقاہیں اور وہ علم پھیلانے والے ادارے جنکی شہرت سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود ہم تک پہنچی ہے کدھر گئے۔ لنگاہ بادشاہوں کے مدفن اوران پر مقابر کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ یہ درست ہے کہ ارغونوں نے ملتان اچ۔ ڈیرہ آور۔ مئو مبارک اور کافی دوسرے قلعے اور شہر تباہ کر دیئے اور اس کے بعد کے حملہ آوروں نے بھی کچھ کم تباہی نہ پھیلائی پھر بھی کچھ سراغ ملنا چاہیئے تھا لے دے کے مورخین نے لنگاہ دور کی ایک عید گاہ کا ذکر کیا ہے جو ملتان شہر کے شمال میں واقع تھی۔(ح ۴۵) لنگاہ سلطان کی محل سراء کا ذکر بھی آتا ہے اور لنگاہ حکمران کے دیوان خانہ کا بھی ذکر آتا ہے۔(ح ۴۶) باقی کسی عمارت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ سلطان قطب الدین لنگاہ کو حضرت بندگی محمد غوث گیلانی اچوی کی خانقاہ میں دفن کیا گیا تھا۔ اور سلطان حسین لنگاہ کی لڑکی بی بی تگنی جو مخدوم نر ناصرالدین بخاری اچوی کی زوجہ تھیں کا مقبرہ اچ میں خانقاہ سید فضل الدین بخاری کے سامنے شکستہ حالت میں موجود ہے۔ (ح ۴۷) نیز مخدوم حامد کبیر بخاری اچوی کے دور مخدومی میں لنگاہ دور کے ڈیرہ غازی خان کے حاکم غازی خان میرانی نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا۔ (ح ۴۸) جو آج تک یادگار موجود ہے اس کے علاوہ اس طویل دور کی تعمیرات کا کوئی اور سراغ نہیں ملتا اس لئے فی الحال لنگاہ دور کے فن تعمیر کے بارے میں کوئی رائے پیش نہیں کی جا سکتی۔ خود غازی خان کا مقبرہ واقعہ ڈیرہ غازی خان بھی لنگاہ دور میں تعمیر ہوا۔ البتہ اسے اس دور کے فن تعمیر کا نمونہ کہا جا سکتا ہے۔

حواشی باب چہار دہم

۱ :۔ تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی جلد اول صفحہ ۲۹۳

۲ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۳۰۲

۳ :۔ تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۴

۴ :۔ اولیائے بہاولپور از شہاب دہلوی صفحہ ۲۱۸

۵ :۔ اولیائے بہاولپور از شہاب دہلوی صفحہ ۲۱۸

۶ :۔ ان کا روضہ اچ میں خانقاہ سید فضل الدین کے سامنے شکستہ حالت میں موجود ہے ملاحظہ کریں اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۵

۷ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۴۵۲

۸ :۔ اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۶

۹ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۲-۵۲۶

۱۰ :۔ سرزمین بہاولپور صفحات ۴۸۹ تا ۴۹۵ اولیائے بہاولپور صفحہ ۷۶-۷۷

۱۱ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۴۶۹

۱۲ :۔ ملتان ماضی و حال کے آئینے میں صفحہ ۵۹

۱۳ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۴۳۰

۱۴ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۴

۱۵ :۔ تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۸۹

۱۶ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۶

تاریخ معصومی صفحہ ۲۸۰

۱۸ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۰۵۔ تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی جلد دوئم صفحہ ۱۴۱۔ نزہتہ الخواطر صفحہ ۲۴۶

۱۹ :۔ نزہتہ الخواطر جلد چہارم صفحہ ۲۲۵۔ مولانا نور احمد خان فریدی ایک عالم دین مولانا عزیز اللہ ملتانی کا ذکر کرتے ہیں انکے خیال میں مولانا تلبنوی لنگاہوں کے ابتدائی دور میں دہلی چلے گئے تھے بعد

ازاں مولانا عزیز اللہ ملتانی کا بول بالا ہوا تھا

۲۰ :۔ نزہتہ الخواطر جلد چہارم صفحہ ۲۲۵

۲۱ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۲۲

۲۲ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۲۴۵

۲۳ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۲۴۶ ۲۴۷۔ تاریخ ملتان جلد اول از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۰۔۳۰۱

۲۴ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۲

۲۵ :۔ تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی صفحہ ۳۰۰

۲۶ :۔ تاریخ ملتان از مولانا فریدی جلد دوئم صفحہ ۳۴

۲۷ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۴۔۵۲۶ ملاحظہ فرمائیں

۲۸ :۔ جناب غلام محمد لاکھو نے اپنی تصنیف " سمن جو سلطنت " میں تحریر کیا ہے کہ جام بایزید سندھ کے سمہ شاہی خاندان کا فرد نہ تھا ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۳۹

۲۹ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲ تا ۵۲۱

۳۰ :۔ تذکرہ الملتان صفحہ ۵۴

۳۱ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۲

۳۲ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۱

۳۳ :۔ تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۴۳۱

۳۴ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۱۸۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۳۰

۳۵ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۲۰۸

۳۶ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۴

۳۷ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۲۸

۳۸ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۴۲۹۔۴۳۰ ملتان اور اوچ کے گیلانیوں کے بارے میں کتاب بحر السرائر ملاحظہ کریں۔ صفحہ ۱۹۲

۳۹ :۔ اخبار الاخیار صفحہ ۴۳۱۔ اغلباً "۔ یہاں ملتان کے ہم عصر فارسی کے شاعر ۱۱۰۰ تا عبد الرحمن جامع کی طرف اشارہ ہے

۴۰ :۔ تذکرہ روضتہ السلاطین و جواہر العجائب تالیف سلطان محمد فخری ہروی باب پنجم صفحہ ۸۵

۴۱ :۔ تاریخ معصومی صفحہ ۳۳۰۔ چونکہ مولانا یاری سیت پور کے رہائشی ہو گئے اور سیت پور حدود ملتان میں واقع تھا اور وہ لنگاہوں کے ہم عصر تھے اس لئے انہیں لنگاہ دور کے شعراء کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

۴۲ :۔ پنجاب دورہ سلطانی میں بخشیش سنگھ نجر نے سوا" انکا تخلص جامی تحریر کیا ہے

۴۳ :۔ پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریشی احمد حسین احمد قلعداری صفحات ۴۲۔ ۴۳۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ کریں "ہیر دمودر" مرتبہ محمد آصف خان صفحات ۹ تا ۴۳ پاکستان پنجابی ادبی بورڈ

۴۴ :۔ پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریشی احمد حسین احمد قلعہ داری صفحہ ۴۰

۴۵ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحہ ۵۱۲

۴۶ :۔ طبقات اکبری جلد سوئم صفحات ۵۲۴۔۵۲۶ بحوالہ مولانا سعید اللہ لاہوری مقام افسوس ہے کہ سلطان حسین لنگاہ جیسے نامور سلطان کے مقبرہ کا بھی کوئی سراغ تاحال نہیں ملا اب کچھ لوگ بزور ایک مقبرہ بنانے کی فکر میں ہیں۔

۴۷ :۔ اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۵

۴۸ :۔ اولیائے بہاولپور صفحہ ۱۹۶

باب پنج دہم

لنگاہوں کے عروج و زوال کے اسباب

خاندان ہوں یا قبائل ہوں انکے عروج کی روایتی داستان ایک جیسی ہوتی ہے۔ کوئی اولالعزم شخصیت منصہ شہود پر آتی ہے اپنے خاندان یا قبیلہ کی اجتماعی قوت سے تاریخ میں بلند مقام حاصل کرلیتی ہے لنگاہ اپنے اولالعزم قائد رائے سہرہ کی قیادت میں بلوچستان کے اپنے اتحادی قبائل کی اجتماعی طاقت کے بل بوتے پر ملتان کی طرف بڑھے۔ ملتان دہلی کے سید خاندان کی مملکت کا حصہ تھا۔ لیکن دہلی کی حکومت کے اندرونی خلفشار کی وجہ سے اس کا دفاع مضبوط ہاتھوں میں نہ تھا۔ لنگاہ اور ان کے اتحادی قبائل ملتان کے محافظوں کے مقابلے میں بہتر جنگجو تھے۔ ان کی قیادت بھی اعلیٰ تھی مقاصد بھی بلند تھے وہ بلوچستان کی طویل قحط سالی اور بد امنی کی وجہ سے اچھے مستقبل کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اور ملتان کے محافظوں کے مقابلے میں مرنے مارنے کے لئے زیادہ تیار تھے ان کا طریقہ جنگ بھی بہتر تھا۔ متواتر تیر اندازی کرکے وہ مخالفین کا کچومر نکال دیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان عوامل کے تحت خانخاناں کے ملازمین کو ملتان سے بھگا دیا اور ملتان پر قابض ہوگئے پھر ان کے ابتدائی دو حکمران یعنی سلطان قطب الدین اور سلطان حسین خان لنگاہ اعلیٰ انتظامی قابلیتوں سے متصف تھے۔ انہوں نے نئے نظام حکومت کی بنیادیں رعایا اور انصاف پروری کے اصولوں پر رکھیں اور تقریباً پچاس سال تک بہترین حکومت چلائی۔ اس طویل عرصہ میں نہ صرف انہوں نے سلطنت کو وسعت دی بلکہ بیرونی حملہ آوروں کو بھی شکست دیدی اور عروج کی حدوں کو چھونے لگے لیکن جلد ہی سلطنت کا انحطاط شروع ہوگیا۔ اس کی ابتداء سلطان حسین لنگاہ کی تخت سے دست برداری سے ہوئی۔ اس کا جانشین سلطان فیروز لنگاہ ناتجربہ کار تھا۔ اس کی تمام قوتوں پر نفسانی خواہشات غالب تھیں وہ اپنے امراء سے حسد کرتا تھا۔ اور یہی عیب اس میں بدرجہ اتم موجود تھا اور اسی سفلی "وصف" کے

زیر اثر اس کے اپنے والد کے معتمد وزیر عماد الملک سے اختلافات شروع ہو گئے اور حسد کے زیر اثر سلطان فیروز نے وزیر کے خوبصورت و خوب سیرت بیٹے بلال کو ناحق قتل کرا دیا اور رعایا میں بدنام ہوا جس پر وزیر نے اپنے بیٹے کے قتل کے بدلے میں سلطان فیروز کو زہر دیدی اس پر سلطان حسین خان نے دوبارہ عنان حکومت سنبھالی لیکن اب حالات ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ سلطان حسین خان کا اپنے معتمد وزیر سے تصادم ہو گیا اور وزیر کو قید کر دیا گیا اب حالات روز بروز دگر گوں ہونے لگے۔ اور سلطان حسین لنگاہ بھی اپنی تمام قابلیتوں کے باوجود لنگاہوں کی سلطنت کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہ دے سکا۔ سلطان حسین لنگاہ کی وفات پر جو نیا لنگاہ حکمران ملتان کے تخت پر جلوہ افروز ہوا وہ سلطان محمود خان پسر سلطان فیروز تھا۔ اس نے اپنے باپ کے قصاص میں سلطنت کے پرانے خدمت گذار وزیر عماد الملک کو قتل کرا کے اپنے عہد کا آغاز کیا۔ نئے سلطان کی تربیت صحیح نہیں ہوئی تھی۔ اس میں بوئے سلطانی نام کی کوئی چیز نہ تھی وہ کوئی سنجیدہ کام کرنے کا اہل نہ تھا۔ ہروقت ہنسی مزاق ٹھٹھہ مخول میں مصروف رہتا تھا۔ پرانے تجربہ کار سنجیدہ ملازموں کے ساتھ وہ اور اس کے حواری غیر سنجیدہ اور فحش مزاق کرتے تھے۔ جس پر وہ اہل علم اور سنجیدہ لوگوں کی صحبت سے محروم ہو گیا اور کاروبار سلطنت چوپٹ ہو گئے۔ اس نے اپنے اوباش حواریوں کے کہنے میں آکر خاندان کے بزرگ معتمد وزیر جام بایزید سے مخالفت کا آغاز کیا جام بایزید کے بیٹے عالم خان کی دربار میں کھلے عام بے عزتی کرائی جس پر جام بایزید نے بغاوت کردی لنگاہ سلطنت میں دس پندرہ سال کے عرصے میں سلاطین اور وزیروں کے مابین یکے بعد دیگرے یہ دوسرا تصادم تھا جس سے نظام سلطنت کی چولیں ہل گئیں۔ جام بایزید گھر کا آدمی تھا اس نے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے کے مصداق نہ صرف بغاوت کی بلکہ دریائے راوی کے پار کے تمام علاقے غصے میں آکر دہلی کے حکمرانوں کی تحویل میں دے دیئے اور جب تک زندہ رہا ملتان کے حکمرانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا اور ان کو چین سے پل بھر کے لئے بھی بیٹھنے نہ دیا اور تمام قابل ملازمین اور علماء فضلاء کو شورکوٹ میں اپنے پاس بلا لیا اور ملتان میں سمجھدار لوگوں کا قحط ڈال دیا۔

جام بایزید کی بغاوت کے دنوں میں میر چاکر خان رند اپنے کثیر ساتھیوں کے ساتھ ملتان کے حکمرانوں کی ملازمت کے لئے ملتان آیا لیکن نوجوان سلطان کو عیش و عشرت سے فرصت نہ تھی وہ چاکر خان اور اس کے بلوچوں کی حمایت حاصل کر کے اپنی روز بروز گرتی ہوئی طاقت کو سہارا دے سکتا تھا لیکن سہراب خان دودائی کی لگائی بجھائی پر سلطان محمود خان لنگاہ نے چاکر خان رند کی مناسب ہمت افزائی اور سرپرستی نہ کی جس پر وہ جام بایزید کے پاس شورکوٹ چلا گیا جہاں جام بایزید نے اس کی سرپرستی کا بیڑہ اٹھا لیا۔ اس طرح سے لنگاہ سلطان ایک بڑی جمعیت کی امداد و اعانت سے محروم ہو گیا ادھر لنگاہ سلطنت روز بروز کمزور ہو رہی تھی ادھر ملتان کے نزدیکی ہمسایہ ملک سندھ میں ایک نئی طاقت نے سموں کی طویل سلطنت کا خاتمہ کر کے ارغونوں کی حکومت کا آغاز کر دیا تھا۔ ارغون ترکوں کے رشتہ دار تھے بابر بادشاہ کے خانہ زاد تھے۔ ان کی قیادت اول ذوالنون ارغون کے پاس رہی پھر اس کے بیٹے مرزا شاہ حسن کے ہاتھ آئی دونوں خوفناک جنگجو لیڈر تھے۔ ایک ایک لڑائی میں تیس تیس چالیس چالیس مخالفین کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے تھے۔ اسی طرح ارغون لشکر جو وسط ایشیاء کے تمام خونخوار جنگجوؤں پر مشتمل تھا برصغیر کی دولت کے لالچ میں سندھ پر ٹوٹ پڑا مظالم کشت و خون دہشت گردی کر کے انہوں نے نہ صرف سندھ کو فتح کر لیا بلکہ انہوں نے حدود ملتان کی طرف پیش قدمی شروع کر دی وہ لنگاہوں سے بہتر لڑاکے تھے ان کا طریقہ جنگ بھی بہتر تھا ان کے قائد بھی لنگاہوں کے فوجی قائدین سے بہت بہتر تھے۔ عیاش لنگاہ حکمران اپنی فوجوں کی میدان جنگ میں قیادت کرنے کا اہل نہ تھا۔ اس نے شیخ شجاع الملک بخاری کو اپنا وزیر بنایا ہوا تھا وہ یقیناً اہل تھا اور دفاع ملتان میں اس نے یادگار خدمات سرانجام دیں لیکن لنگاہ امراء اور رعایا اس کے متبد رویہ اور لنگاہ سلطان سے اس کی رشتہ داری اور محل میں بے روک ٹوک آمد کی وجہ سے سخت ناراض رہتے تھے۔ لنگاہ سلطان امراء وزیر اور شاہی خاندان کے مفادات کے مابین توازن قائم نہ کر سکا چنانچہ جب لنگاہ امراء نے مرزا شاہ حسن کا ستارہ عروج پر دیکھا تو وہ اپنی حکومت سے غداری کر کے ارغونوں سے ملنا شروع ہو گئے اور لنگاہوں کی دفاعی طاقت اس

قدر کمزور ہوگئی کہ وہ ارغونوں کی کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی استطاعت سے محروم ہوگئے۔ چنانچہ وہ قلعہ بند ہوکر لڑنے لگے لیکن مرزا شاہ حسن نے یک بعد دیگرے مئو مبارک، اوچ، ڈیرہ آور وغیرہ کے قلعہ فتح کرکے اپنی طاقت کا سکہ پوری لنگاہ مملکت پر قائم کردیا۔ لنگاہوں کی بدقسمتی کہ ان کے حکمران سلطان محمود خان کو اندرونی مخالفین نے اس وقت زہر دیکر ہلاک کردیا جب مرزا شاہ حسن ستلج عبور کرکے ملتان کی طرف بڑھ رہا تھا سلطان محمود خان لنگاہ کی ناگہانی موت سے کافی لنگاہ سردار بددل ہوکر مرزا شاہ حسن ارغون سے مل گئے نیا سلطان نابالغ تھا۔ ایسے برے حالات میں شیخ شجاع الملک بخاری وزیر نے ہمت دکھائی اور نظام حکومت کو بالکل تباہ ہونے سے بچالیا اور ملتان میں قلعہ بند ہوکر ارغونوں کے دفاع میں اپنا سب کچھ لگادیا یہ ایک طویل جدوجہد تھی جسے ملتانیوں نے اپنی طویل تاریخ کے عین مطابق آخری قطرۂ خون تک لڑ کر ملتان کے دفاع میں ایک اور سنہرا باب رقم کیا۔ اور تاریخ میں بلند مقام حاصل کرگئے۔ لنگاہوں کے زوال کی داستان کو اگر چند نقات پر مرتکز کریں تو انکے آخری دور میں صورت حال اس طرح تھی جو زوال کا باعث ہوئی۔

ا.... لنگاہ سلاطین میں قائدانہ صلاحیتیں مفقود ہوگئیں وہ کوتاہ بین غیر سنجیدہ شخصیات کے مالک تھے وہ عزم، حوصلہ، سیاست، عدالت، سخاوت، شجاعت کے اوصاف سے عاری تھے اور ان میں ایک ہی "وصف" حسد بدرجہ اتم موجود تھا۔

۲.... سلطان اور وزیر کے مابین اختلافات نے نظام حکومت کو درہم برہم کردیا تھا۔

۳.... لنگاہوں کے مخالف اولاالعزم شخصیات کے مالک تھے اور عظیم عسکری قائدانہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ جبکہ لنگاہ سلطان اپنی فوجوں کی میدان جنگ میں قیادت کرنے کے قابل نہ تھے۔

۴.... عسکری نظام کمزور ہوگیا تھا۔ ان کے مخالفوں کا عسکری نظام بے حد اعلیٰ تھا۔

۵.... لنگاہ امراء اپنی سلطنت کے دشمن ہوگئے اور اس گھر کو آگ لگ گئی "گھر کے چراغ سے" لنگاہ سلطان وزیر امراء اور شاہی خاندان کے مفادات کے مابین توازن پیدا نہ

کرسکا۔

۶۔۔۔ نظام حکومت فرسودہ ہو گیا تھا۔اور اپنی زندگی پوری کر چکا تھا۔ اس میں کوئی نئی روح نہ پھونکی جا سکی۔

۷۔۔۔ رعایا معاشی بدحالی کی وجہ سے آخری دور میں بے حال ہو گئی تھی۔

۸۔۔۔ مملکت میں بدامنی لنگاہ سلطان کا خود قتل اور دوسری ناشائستہ حرکات میں ملوث ہونا امراء کی رعایا پر چیرہ دستی پر حکمرانوں کی خاموشی وغیرہ ایسی وجوہات تھیں جس سے رعایا حکمرانوں سے نفرت کرنے لگی تھی۔

۹۔۔۔ اقتصادی بدحالی نے رہی سہی کسر نکال دی تھی۔

ضمیمہ نمبر 1
لنگاہ کون ہیں؟

قدیم خاندانوں اور قبائل جن کی تاریخ کو صدیاں گذر گئی ہوں اور ان کی تاریخ پر
کی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں ان کی اصلیت کے بارے میں اب کوئی واضح
ئے قائم کرنا محال ہے۔ خصوصاً" بڑے قبائل جنہوں نے اپنی حیات متعارفہ کے
ان طویل تاریخی سفر طے ہوں اور اس سفر کے دوران جنگوں اور حصول اراضیات اور
اک کی جدوجہد کے سلسلے میں مختلف دیگر قبائل جو ان کے ان طویل تاریخی سفروں
ساتھی رہے اور حالت جنگ و امن و صلح اور سفر اور حضر میں ممد و معاون بنے رہے ان
اپنی صفوں میں شامل کرتے گئے۔ وقت گذرنے کے ساتھ یہ نئے شامل ہونے والے
قبائل اپنی اصلیت کھو کر شامل ہونے والے قبیلہ میں مدغم ہو گئے اور اس قبیلہ کا
بن گئے اور اپنی شناخت کھو بیٹھے۔ لنگاہ بھی ایک بڑا قبیلہ ہے اور اس نے بھی طویل
یخی سفر طے کیا ہے۔ اس کے بھی اتحادی تھے جو اس طویل سفر کے دوران ان میں
م ہو کر اپنی شناخت کھو کر یکجان ہو چکے ہیں۔ لہٰذا بڑے قبائل کی اصلیت کے بارے
دو ٹوک رائے ناممکن ہے لنگاہ قبیلہ کی داستان بھی اسی طرح ہے لنگاہوں کی اصلیت
بارے میں اس علمی بحث کو ہم اس طرح آگے بڑھاتے ہیں کہ اکثر قدیم تاریخی کتب
لنگاہوں کو "گ" سے نہیں لکھا گیا بلکہ لنکاہ کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس سلسلے میں
ت اکبری اور آئین اکبری کے قدیم مخطوطے قابل ملاحظہ ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ
ہو سکتی ہے کہ قدیم زمانے کے علماء فضلاء عربی زبان میں مہارت کی وجہ سے عموماً"
کو ک کے طور پر لکھتے تھے۔ اگر لنگاہ قدیم زمانے میں لنکاہ کہلاتے تھے تو اس بارے
ہمیں قدیم ترین حوالہ تحقیق الہند میں ملتا ہے۔

البیرونی اپنی اس معرکۃ الاراء تصنیف میں آدم خوری کا ذکر کرتے ہوئے۔ سندھ
پیچھے ایک قبیلہ کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا نام البیرونی نے لنکا بالوس تحریر کیا ہے۔ یہ بات

علماء کو معلوم ہے کہ عرب بلوچوں کو قدیم الایام میں بالوس کہتے تھے۔ اور یہ بھی وا
کہ سندھ کی پشت پر بلوچستان واقع ہے۔ اور لنگاہوں کی نسبت بلوچوں اور بلوچستا
بھی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے اس طرح سے میرے خیال میں لنگاہوں کے بار
قدیم ترین حوالہ البیرونی نے دیا ہے۔ لیکن یہ بات ضروری نہیں کہ البیرونی کا مردم
کا الزام درست ہو۔

کیا لنگاہ عرب ہیں؟

اگر لنگاہ بلوچوں کے ساتھ نقل مکانی کرتے ہوئے حلب سے روانہ ہو کر تمام
مرتفع ایران کو طے کرکے برصغیر میں داخل ہو گئے تو بھی عرب ہونے کا دعویٰ کر
ہیں۔ لنگاہوں کے عرب الاصل ہونے کے بارے میں دو حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں
حکم چند اپنی موقر تصنیف " تاریخ ضلع ملتان " میں لنگاہوں کی اصلیت کے بارے میں ح
ذیل بیان کرتے ہیں۔

" ان کا بیان ہے کہ ہماری قوم کے بزرگ ملک عرب سے اس طرف آئے تھ
الاصحت اس کی پوری ہونی مشکل ہے "

نیز بابائے لنگاہ احمد خان لنگاہ اپنی تصنیف " تاریخ لنگاہ " میں بھی لنگاہوں کے ع
الاصل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یعنی لنگاہ گذشتہ صدی اور موجودہ صدی میں اپنے آ
کو عرب الاصل کہتے آئے ہیں۔ لیکن اس بات کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں ہے نیز برص
کے تمام مسلمان قبائل کی خواہش ہے کہ ان کے مکے مدینے سے رشتے مضبوط ہوں صر
چند قبائل بوجوہ اس خواہش سے احتراز کرتے ہیں۔ لنگاہ بھی اغلباً اسی جذبہ کے تح
اپنے آپ کو عرب الاصل کہتے ہیں۔

کیا لنگاہ بلوچ ہیں؟

لنگاہ اس وقت سب سے زیادہ صوبہ بلوچستان میں آباد ہیں تاریخی لحاظ سے ب

ملتان میں اس قبیلہ کا بانی حکمران رائے سہرہ المعروف رائے قطب الدین محمود لنگاہ اور اس کے ہمراہی سبی بلوچستان کے رہنے والے تھے۔ آج کل بھی ضلع سبی میں لنگاہوں کی میلہ گاہ اور رہائشی جگہیں موجود ہیں جہاں وہ سردیوں میں منگوچر سے نقل مکانی کر کے سبی میں آکر قیام کرتے ہیں اور شروع گرمیوں میں منگوچر واپس چلے جاتے ہیں۔ بلوچ لنگاہوں کو لانگو کہتے ہیں۔ اور انہیں اپنے میں سے شمار نہیں کرتے۔ لانگ ورتھ ڈیمز نے اپنی قابل قدر تصنیف "بلوچ قبائل" میں لنگاہوں کو بلوچ قبائل کی فہرست میں شامل نہیں کیا بلکہ انہیں نسلاً" راجپوت قرار دیا ہے۔ جسٹس میر خدا بخش مری نے بھی اپنی تصنیف "بلوچیز اور بلوچستان" میں لنگاہوں یا لانگو قبیلہ کو بلوچ قبائل کی صف میں شامل نہیں کیا۔ البتہ جب سال ۱۹۰۱ء میں بلوچستان کی مردم شماری ہو رہی تھی تو ہیوج بٹلر کے استفسار پر میر خداداد خان والئے قلات نے بلوچستان، کے لانگو قبیلہ کو بلوچ قرار دیا۔ اب یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے ایسا لنگاہوں یا لانگو قبیلہ کے بلوچستان کے رہائشی ہونے کی بناء پر کہا یا نسلاً" ایسا قرار دیا۔

کیا لنگاہ بروہی ہیں؟

موجودہ بلوچستان میں لانگو قبیلہ بروہیوں کے اہم قبیلہ رئیسانیوں کا اتحادی اور ان کا پاڑا ہے لیکن بروہی بھی بڑے قبیلہ کی طرح لوگوں کا ایک ایسا گروہ ہے جو مختلف تاریخی ادوار سے جنگ و امن کے مشترکہ مفادات کے لئے مختلف نسل و رواج کے لوگوں کا مجموعہ ہے جو طویل رفاقت کی وجہ سے ایک دوسرے میں ضم ہو کر اکائی بن گئے ہیں۔ سال ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے موقع پر جب هیوج بٹلر نے میر خداداد خان والئے قلات سے اصل بروہی قبائل کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ حسب ذیل اصلاً" بروہی قبائل ہیں جو حلب سے بلوچستان میں آئے۔

قبیلہ احمد زئی (قلات کا حکمران خاندان) قبیلہ اہلتازئی، قبیلہ میرواڑی قبیلہ گرگناری، قبیلہ سملاری، قبیلہ قلنداری" انہوں نے باقی قبائل کو بلوچ قرار دیا۔

یقیناً" ان حالات میں بروہیوں کے چیف کی رائے وزن رکھتی ہے اس لئے بلوچستان کے لانگو یا 'لنگاہ بروہی قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

کیا لنگاہ افغان ہیں؟

فرشتہ نے لنگاہوں کو افغان قرار دیا ہے اور رائے سہرہ المعروف سلطان قطب الدین محمود لنگاہ کو افغان قبیلہ کا سردار لکھا ہے۔ نیز سر ڈینزل ابٹسن نے اپنی تصنیف "پنجاب کی ذاتیں" (Punjab Casts) میں فرشتہ کے حوالے سے انہیں افغان لکھا ہے۔ لیکن ان کے افغان الاصل ہونے کے بارے میں تشکک کا اظہار بھی کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ پنجاب کے لنگاہوں نے جو زیادہ تر زیریں سندھ کے علاقے میں ہیں اور وادی سندھ اور چناب میں آباد ہیں مردم شماری کے وقت اپنے آپ کو پٹھانوں کے ساتھ شامل کرکے اپنے نام درج کرائے ہیں۔ لیکن افغانوں یا پٹھانوں کے نسب کے بارے میں تمام معروف کتب یعنی مخزن افغانی (جو لنگاہوں کے دور حکومت کے قریب ترین ہم عصر تصنیف ہے) حیات افغانی اور تاریخ خورشید جہاں وغیرہ جو افغانوں یا پٹھانوں کے معروف نسب نامے اور شجرہ جات ہیں میں سے کسی بھی کتاب میں لنگاہوں کو پٹھان یا افغان ظاہر نہیں کیا گیا نہ ہی لنگاہوں سے ملتا جلتا کوئی قبیلہ ان نسب ناموں میں پٹھانوں یا افغانوں کے زمرہ میں پایا جاتا ہے۔ البتہ اس قبیلہ کے لوگ اپنے نام کے ساتھ خان کا لقب عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور جہاں یہ متمول زمیندار ہیں وہاں عوام الناس ان کو خان کہتے ہیں نیز شجاعت پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے لنگاہوں کے پاس جو شاہ زمان درانی والئے افغانستان کے حکم نامے ہیں ان میں ان شجاعت پور کے لنگاہ خوانین کو افغان لکھا گیا ہے۔ چونکہ اس دور میں شجاعت پور حدود افغانستان میں واقع تھا یہ ہوسکتا ہے کہ شاہ زمان درانی نے ان کو ایسا بطور افغان رعایا پروانوں یا حکم ناموں میں افغان لکھا ہو۔

کیا لنگاہ راجپوت ہیں؟

مصنفین اور محققین کی اکثریت کی رائے میں لنگاہ راجپوت ہیں ان کے خیال میں اول بانی حکمران خاندان لنگاہ یعنی رائے سہرہ کا لقب رائے ہی سے ان کا راجپوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نیز راجپوتوں کی اصل اور نسل کے بارے میں معروف اتھارٹی کرنل ٹاڈ کی رائے میں لنگاہ اگنی کلا ”راجپوتوں کے قبیلہ چالوکیہ یا سولنکی کی ایک شاخ ہے جو سات سو سال قبل ملتان اور جیسلمیر میں آباد تھے لیکن انہیں بھٹی راجپوتوں نے وہاں سے نکال دیا اور وہ زیریں اور وسطی وادی سندھ اور بلوچستان میں تتر بتر ہوگئے“ سر ڈینزل ابیٹسن نے پچھلی صدی کے صاحب علم و عرفان ملتانی پیرزادہ مراد بخش بھٹہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ بھٹہ اور لنگاہ، کھرل، ھرل، لک اور پنوار راجپوت الاصل ہیں اس سلسلہ میں قدیم الایام سے عوام الناس میں ایک کہاوت بھی معروف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

سگلی جنھاں دی ڈاڈی سوڑھی جنھاں دی ما
ماہلے جائے پنج پتر ڈہر، بھٹہ، لنگاہ، ناچ تے شجرا

ضمیمہ نمبر 2
بلوچستان میں لنگاہوں کی قبائلی حیثیت

یہ حقیقت ہے کہ جب لنگاہ تاریخ میں ظاہر ہوئے یا انہیں تاریخی طور پر شناخت کیا گیا یا انہوں نے تاریخ دانوں سے اپنی شناخت کرائی تو وہ بلوچستان کے رہنے والے تھے اس لحاظ سے ان کا تاریخی وطن بلوچستان ہے لہٰذا ہمیں آج کے بلوچستان میں لنگاہوں کو تلاش کرنا چاہیے اور تلاش کرنے کے بعد بلوچستان کے تناظر میں ان کی قبائلی حیثیت کو پرکھنا چاہیے۔ بلوچستان کے معروف بڑے بڑے علاقے جہاں لنگاہ پائے جاتے ہیں۔ سروان جھلوان، کچھی، سبی، لس بیلا، مکران، چاغی ہیں ہم ترتیب وار ان علاقوں میں

لنگاہوں کی قبائلی حیثیت کے بارے میں اپنا مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

سروان :- بلوچستان میں سب سے زیادہ تعداد میں لنگاہ سروان کے علاقے میں آباد ہیں ۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے مطابق لنگاہ قلات میں ۹۴۳۰ مرد اور ۷۵۷۴ عورتیں کل میزان ۱۷۰۰۴ اشخاص آباد تھے کوئٹہ پشین میں ان کی تعداد ۶۱۴ تھی اور تھل چوٹیالی میں یہ ۲۴۶ اور چغائی میں تعداد ۵۸۶۷ تھی ۔ وہاں لنگاہ قبیلہ کی دو بڑی شاخیں علی زئی اور شادے زئی نامی ہیں ۔ علی زئی شاخ کے حسب ذیل نو پاڑے ہیں۔

عالم خان زئی ' زہرو زئی گاہا زئی ' الہ یار زئی ' جمند زئی ' سالار زئی ' سمالزئی ' برات زئی ' شاہو زئی ' خطی زئی ' ملنگ زئی ' ذکر زئی ' ٹالیکو زئی ' عیسی زئی اور نور محمد زئی ہر ایک پاڑے کی کئی کئی ٹکڑیاں ہیں اور بعض پاڑے اس قدر کثیر تعداد لوگوں پر مشتمل ہیں اور اہم ہیں کہ وہ لنگاہ قوم کے مقابلے میں زیادہ معروف ہیں اور اس وجہ سے ان کے افراد اپنے پاڑے کے نام پر اپنی پہچان کراتے ہیں ۔

لنگاہ وادی منگوچر کو کاشت کرتے ہیں اور وہاں رئیسانیوں کے خان کے ماتحت زندگی بسر کرتے ہیں ۔ منگوچر کے علاوہ لنگاہ علاقہ مستونگ ' گورگنیا ' اسپلنجی ' مارا وا ' دشت بے دولت میں آباد ہیں ۔ جہاں زیادہ تر وہ بطور مزارع لوگوں کی اراضیات کاشت کر کے زندگی بسر کرتے ہیں ۔ البتہ اب کچھ لنگاہوں نے زمینیں بھی خرید کرلی ہیں ۔ منگوچر کے لنگاہوں کی روایات کے مطابق اصل قوم لنگاہ میر چاکر کے تابعین میں سے ایک حاجی رند کی اولاد میں سے ہے یہ حاجی رند نال کے نزدیک رہتا تھا ۔ اس حاجی رند کے دو بیٹے تھے جن کے نام عمر اور منڈو تھے ۔ حاجی رند کی ایک لڑکی بھی تھی جو قلات کے میر قیصر سے شادی شدہ تھی اس سے ایک لڑکا میر احمد ثانی والئے قلات پیدا ہوا ۔ حاجی رند کا بیٹا منڈو قلات کے نزدیک رہتا تھا جسے ایک روز والئے قلات نے طیش میں آکر قتل کرا دیا ۔ اس کے بیٹے الہ یار کو اس کے باپ کے خون بہا میں منگوچر کی اراضیات عطا کی گئیں ۔ اس الہ یار کی اولاد سے لنگاہوں کی علی زئی شاخ کے حسب ذیل پاڑے ہیں ۔

عالم زئی ' زہرو زئی ' گاہا زئی ' الہ یار زئی اور جمند زئی نیز شادے زئی شاخ کا پاڑا نور

زئی بھی الہ یار کی اولاد میں سے ہے۔ اس الہ یار کی مندرجہ بالا اولاد کے گرد لنگاہوں
پیدا قبیلہ مرتب ہوا بعد میں اس قبیلہ میں مختلف النسل لوگ اور قبائل شامل ہوتے
ہے۔ اور غیر لوگ نہ صرف شاخوں اور پاڑوں میں مخلوط ہوگئے ہیں بلکہ گھرانوں میں بھی
ل ہوچکے ہیں۔ چنانچہ لنگاہوں کی علی زئی شاخ میں علاقہ حب کے نوتانی اور چھٹہ
قہ لس بیلا کے نمری، خاران کے رخشانی، قندھار کے افغان، جھلوان کے سناری اور محمد
ہی پشین اور جانا کے کاکڑ، کوئٹہ کے کانسی، کولاوا کے میرواڑی اور علاقہ نوشکی کے ڈگر
ل شامل ہیں۔ لنگاہوں کی شادے زئی شاخ میں کچھی کے ڈومکیوں کے علاوہ ہارونی،
ندرانی، مینگل، ہنگل زئی، افغان، ڈگر مینگل اور رخشانی شامل ہیں۔ لنگاہوں کی
رداری ہمیشہ علی زئی کی نکڑی میر خان زئی کے پاس ہوتی ہے۔ لنگاہوں کا سردار اپنے
بیلہ کے افراد سے مالیہ بطور ششک وصول کرتا ہے۔ شادی زئی نکڑی کا وڈیرہ بھی اپنی
ہری کے افراد سے مالیہ وصول کرسکنے کا مجاز ہے۔ پرانے رواجوں کے مطابق تو تمام
گاہوں پر لازم تھا کہ وہ خان قلات کی اراضیات کاشت کریں لیکن اب حالات یکسر تبدیل
گئے ہیں۔ لنگاہوں کو رعایا سمجھا جاتا ہے اور ان کا سردار سروان کے دوسرے
رداروں سے کم حیثیت شمار ہوتا ہے۔ لنگاہ زراعت پیشہ ہیں اور اچھے کاشت کار
رہوتے ہیں اور ان میں سے بعض کاریز کشی کے کام کے ماہر ہیں اس کے علاوہ سروان
قے کے اکثر کھیت مزدور لنگاہوں سے ہوتے ہیں وہ بے حد محنتی ہیں اور اونٹ پالنے
ر ان سے بار برداری کا کام لینے میں مہارت رکھتے ہیں۔ جن لنگاہوں کے پاس خوشکابہ
مینیں ہیں وہ بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ کھجوروں کے موسم میں لنگاہ خرمہ خوری کے لئے ہر
سال مکران بھی جاتے ہیں۔ محنت کرتے کرتے اب لنگاہ کافی مالدار ہوگئے ہیں۔ اور انہوں
نے محمد شاہیوں اور اپنے دوسرے مالکان اراضی و زمینداروں سے وسیع اراضیات خرید
کرلی ہیں اور وہ آہستہ آہستہ روز بروز اپنی اراضیات میں اضافہ کررہے ہیں۔ زمینوں کی
خریداری سے ان کی معاشرتی حیثیت میں کافی اضافہ ہوگیا ہے۔ اور اب ان کو برابر کی
حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔

لنگاہوں کی حسب ذیل ٹکڑیاں مذہبی اور روحانی لحاظ سے مقدس شمار ہوتی ہیں۔
رودنگی کے رہنے والے شیخ زئی، علاقہ منڈے حاجی کے ملنگ زئی اور علاقہ چھپر کے
شیخ زئی۔

جھلوان:- یہ علاقہ بلوچستان کے مشرقی حصہ میں واقعہ ہے۔ جھلوان میں
لنگاہ قبیلہ کے افراد زیادہ تر دشت گوران ماماتاوا نال اور وڈھ میں رہتے ہیں۔ بلوچستان کے
لوگوں کی روایت کے مطابق لنگاہوں کی ابتداء نال سے ہوئی لیکن جھلوان میں لانگے کے
نام سے خانہ زاد خدمتگاروں کا ایک طبقہ بھی موجود ہے۔ جو تقریباً" ہر معزز خاندان کے
پاس ہیں۔ یہ لوگ میر نصیر خان اول کے جنگی قیدیوں کی اولاد ہیں یا جنہیں بروہی
قبائل علاقہ مکران میں اپنے جنگ ہائے چپاول کے موقعوں پر مال غنیمت کے طور پر پکڑ کر
لاتے رہے اور ان میں مختلف قلات کے میروں کے دور میں اضافہ ہوتا رہا اس میں یقیناً"
احمد شاہ درانی اور افغانوں کے ساتھ ملکر جنگ پانی پت اور پنجاب میں سکھوں کے ساتھ
معرکہ آرائی میں جو قیدی پکڑے گئے ہونگے ان کی ولاد بھی شامل ہوگی۔ یہ سابق جنگی قیدی
معتبر لوگوں کے گھروں کا کام کاج کرتے ہیں اور بعض کھیت مزدور کے طور پر زراعت کا
کام بھی کرتے ہیں۔ اور اس میں اچھی دستگاہ رکھتے ہیں ان کے ساتھ عام ملازم سے اچھا
سلوک کیا جاتا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں لانگوں کی تعداد ۵۱۸۷ تھی جن میں بزنجو
قبیلہ کے پاس ۱۳۹۳، مینگل لوگوں کے پاس ۴۷۴، محمد حسنی قبیلہ کے پاس ۴۷۵ گورگنیا
علاقے میں ۴۰۵ اور باقی لانگے قلندرانیوں، قنبرانیوں، نچاریوں اور ریکی زئی قبائل کے
اختیار میں تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان لانگو کا لنگاہ قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب
وقت گذرنے کے ساتھ لانگے کچھ آزاد ہو کر معاشرتی لحاظ سے اپنا مرتبہ بلند کر چکے ہیں۔
اور اب بھی ایسے خانہ زاد لوگ موجود ہیں تو ان کو اس ابدی غلامی سے آزادی دلانا ہم
سب کا فرض ہے۔

کچھی:- یہ علاقہ کچھی منگوچر کے لنگاہوں کی سردیوں کی میلہ گاہ ہے۔
موسم سرما میں کافی لنگاہ سروان سے نقل مکانی کر کے اپنے سردار کی سرکردگی میں بدرا نزد

بھاگ ناری کے علاقے میں آکر رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بھیڑ بکری چراتے ہیں اور کچھ ادھر ادھر کھیت مزدور کے طور پر کام کاج کرتے ہیں شروع گرمیوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ البتہ اب لنگاہ کافی تعداد میں علاقہ کچھی کے مستقل رہائشی بھی ہوگئے ہیں اور اپنے کاروبار اور ملازمتوں کی وجہ سے واپس سردیاں گذرنے پر منگوچر نہیں جاتے۔

سبی:- علاقہ سبی میں لنگاہوں کو بروہیوں کی شاخ سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ان کی تعداد ۳۸۳ تھی اب لنگاہ پانچ ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ معاشرتی لحاظ سے وہ بروہیوں کے ہم پلہ سمجھے جاتے ہیں۔

لس بیلا:- لس بیلا میں لنگاہ مختلف لاسی قبائل کے ساتھ رہتے ہیں۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں لس بیلا میں ان کی تعداد ۱۰۲۹ تھی اب دس ہزار سے زیادہ ہوگی لاسی قبیلہ کے لوگ انہیں ہم پلہ نہیں سمجھتے اور شادی غمی کے موقعوں پر مخصوص کام کاج کرنے پر ان کو کچھ رواجی رقوم ملتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی اصلی لنگاہ نہیں ہیں لانگے یا لانگو ہیں۔ ان کا معاشرتی درجہ بھی خوش حیثیت ہونے پر ترقی کرجاتا ہے۔

مکران:- بلوچستان کے لنگاہوں کے قول کے مطابق ان کا اصل وطن مکران ہے۔ لیکن علاقہ مکران میں لنگاہ نام کا کوئی قبیلہ نہیں ہے۔ البتہ مکران میں لانگا غلام کو کہتے ہیں اور وہ تمام مشکوک نسل کے لوگ جن کو مکران کے بلوچ اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں اور محنت مزدوری کرتے ہیں جیسے مید وغیرہ ہیں ان کو اجتماعی طور پر لانگا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور ان سب کو بلوچوں سے کم تر سمجھا جاتا ہے۔ یہ معروف لنگاہ قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

چاغی:- اس ضلع میں تمام لنگاہ اصلاً قلات کے باشندے ہیں جو مختلف ادوار میں قلات سے نقل مکانی کرکے اس ضلع میں آکر آباد ہوگئے ہیں۔ ۱۹۰۱ء میں ان کی تعداد ۵۸۶ تھی جو اب تقریباً چھ ہزار ہوگی۔ چاغی کے لنگاہوں کا اصلی وطن منگوچر تھا۔ نوشکی میں لنگاہ صاحب حیثیت زمیندار ہیں اور ان کے رشتے ناطے دوسرے قبائل کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن نوشکی کے علاقے کے علاوہ باقی ضلع چاغی میں لنگاہوں کو کم تر سمجھا

جاتا ہے۔ نوشکی تحصیل میں لنگاہوں نے خط کشی حقوق کی بنا پر بہت سی کاریزوں میں حاصل کرلئے ہیں۔ چاغی میں بھی لنگاہوں کے سالار زئی، لجی اور ظاہر زئی ٹکڑیوں نے لجی اور پدگی شاہ کاریزوں میں حقوق حاصل کرلئے ہیں۔ اور ان کی معاشرتی حیثیت کافی بہتر ہوگئی ہے۔

بلوچستان کے لنگاہوں کی معاشرتی حیثیت پر ایک نظر

بلوچستان میں لنگاہ پاکستان کے تمام صوبوں میں تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں۔ لیکن وہاں وہ معاشرتی لحاظ سے دو طبقوں پر مشتمل ہیں۔ ان علاقوں میں جہاں لنگاہ کافی تعداد میں آباد ہیں اعلی زمینوں کے مالک ہیں خوش حیثیت ہیں۔ اور دوسرے قبائل کا ڈٹ کر مقابلہ کرسکتے ہیں۔ اور میدان جنگ میں کافی جنگجو لا سکتے ہیں۔ وہاں ان کی معاشرتی حیثیت اعلی درجہ کی ہے اور لنگاہ کہلاتے ہیں۔ لیکن ان علاقوں میں جہاں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ بکھرے ہوئے ہیں۔ مختلف قبائل کے سائے میں مزدوری کرتے ہیں اور زمینوں کے مالک نہیں ہیں لانگا یا لانگے کہلاتے ہیں اور درجہ دوئم کی حیثیت رکھتے ہیں اور بڑے قبائل کے رحم و کرم پر ہیں۔ اپنی قبائلی تنظیمی کی کمزوری کی وجہ سے ان میں مشکوک نسل کے لوگ شامل ہوگئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لانگا یا لانگے لنگاہوں کے معروف قبیلہ سے بالکل ہی تعلق نہ رکھتے ہوں۔ یہ کوئی مشکوک نسل کا گروہ ہو جسے بلوچ لانگا یا لانگے کے نام سے پکارتے ہوں یا یہ نسلی آریاؤں کے داسو قبائل ہوں جو آریا بلوچ اپنے طویل سفر میں اپنے ساتھ لیکر بلوچستان میں وارد ہوئے ہوں۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے لیکن جو کچھ بھی ہے اب لانگے یا لانگا کی معاشرتی حیثیت میں ہر حال میں اضافہ ہونا چاہیے اور ان کی زندگی کے شب و روز میں یقیناً" تبدیلی لائی جانی چاہیے۔ اور یہ تبدیلی بہتری کی طرف ہو۔ اور انہیں نفرت کی نظر سے نہ دیکھا جائے۔

ضمیمہ نمبر3

لنگاہوں کی اصل کے بارے میں مستشرقین اور علماء کی رائے

ا: سر رچرڈ برٹن

سر رچرڈ برٹن مشہور مستشرق گذرے ہیں انہوں نے زندگی کا طویل عرصہ سندھ اور ملحقہ علاقوں میں بسر کیا۔ سال ۱۸۵۱ء میں انہوں نے سندھ پر ایک کتاب تصنیف کی جس میں سندھ کی تاریخ و جغرافیہ اور سندھ میں جو قومیں آباد تھیں اس پر اپنا حاصل مطالعہ کو کتابی صورت دیدی اس کتاب کے آخر میں انہوں نے خالص سندھی الاصل قبائل کی ایک فہرست دی ہے اس میں لنگاہ کو بھی درج کیا ہے۔ سندھ کے لوگ خالص سندھی لوگوں کو جن کا تعلق باہر سے آئے ہوئے عربی الاصل ' افغانی الاصل ' ایرانی الاصل اور ترکی الاصل قبائل سے نہ ہو سماٹ کے نام نامی سے پکارتے ہیں۔ سر رچرڈ برٹن کے خیال میں لنگاہ سماٹ ہیں۔

۲: ھنری جارج ریورٹی

ھنری جارج ریورٹی افغانوں اور بلوچوں کے بارے میں اتھارٹی شمار ہوتا ہے۔ نیز وہ مانا ہوا مستشرق (Orientalist) تھا اس نے اپنی معروف تصنیف نوٹس آن افغانستان اینڈ بلوچستان شائع شدہ ۱۸۷۸ء میں لنگاہوں کو جاٹ قرار دیا ہے۔ اس کی تحقیق کے مطابق امیر تیمور کے حملے کے بعد ہندوستان میں طوائف الملوکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جاٹوں کے قبیلہ لنگاہ نے ملتان اور اچ پر قبضہ کرلیا اور وہاں ان کی چار پشتیں حکمران رہیں۔

۳: سر ولزلے ھیگ

برصغیر کی تاریخ پر معروف اتھارٹی سر ولزلے ھیگ نے اپنی تصنیف کیمرج ہسٹری

آف انڈیا میں لنگاہوں کو افغان قرار دیا ہے وہ اس رائے میں فرشتہ سے متاثر معلوم ہوتا ہے۔

۴: شیخ صادق علی شیر علی انصاری

شیخ صادق علی شیر علی انصاری سندھی عالم ہو گذرے ہیں۔ جو بلوچستان اور سندھ کی مسلمان اقوام پر اتھارٹی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی اس موضوع پر تصنیف سال ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی اس میں انہوں نے سندھ کے حکمران قبیلہ سمہ کی تمام شاخوں کی فہرست دی ہے جس میں لنگاہوں کو بھی سندھ کے سابق حکمران قبیلہ سمہ کی ایک شاخ قرار دیا ہے۔

۵: ای. او. اوبرائن

اوبرائن معروف مستشرق 'انتظامی آفیسر ہو گذرا ہے۔ جس کا زیادہ وقت سرگودھا' مظفر گڑھ 'ملتان اور بہاولپور کے اضلاع میں ملازمت کے سلسلہ میں گذرا اور جو سرائیکی زبان کا مسلمہ عالم تھا۔ اس نے گزیٹر مرتب کرتے وقت لنگاہوں کے بارے میں اس طرح تحریر کیا ہے " زراعت پیشہ لوگوں کا ایک قبیلہ جو ملتان اور مظفر گڑھ میں رہتا ہے یہ اصلاً" افغان تھے جو علاقہ سبی ڈھاڈھر سے ملتان بغرض تجارت آئے رڑی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان کے گرد آباد ہو گئے۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد طوائف الملوکی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ملتان پر قابض ہو گئے۔ اور ملتان پر اسی ۸۰ سال حکومت کی ان کے دور میں بلوچ کافی تعداد میں مظفر گڑھ ملتان اور ڈیرہ جات میں بلوچستان سے آکر آباد ہو گئے۔"

۶: ایچ اے روز

روز (Rose) جو قبائل پنجاب کے بارے میں اتھارٹی شمار ہوتا ہے۔ اپنی معروف تصنیف گلاسری آف ٹرائبز آف پنجاب اینڈ سرحد میں لنگاہوں کو جاٹ قرار دیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ آج کل لنگاہ شجاع آباد تحصیل میں شجاعت پور اور تحصیل لودھراں کے کئی دیہات میں آباد ہیں۔

۷: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو لنگاہوں کے دور حکومت کے نزدیکی زمانے کے عالم تھے اپنی تصنیف تاریخ حقی میں لنگاہوں کو بلوچ قرار دیتے ہیں۔ جو سندھ سے اپنے سردار بڈھن خان کی سرکردگی میں اچ آئے جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں اور قبیلہ کے افراد کو اکٹھا کیا اور ملتان پر حملہ کر کے سال ۱۴۳۷ء میں خانخاناں کے آدمیوں کو نکال کر قبضہ کر لیا اور سلطان محمود شاہ کے نام سے سولہ سال حکومت کی محدث صاحب کے مطابق یہ بڈھن خان بانی سلطنت لنگاہ تھا۔

۸: ایف کننگھم بیرسٹرایٹ لا

سال ۱۸۷۰ء ۱۸۷۴ء میں کننگھم صاحب نے ڈیرہ غازیخان کے گزٹیر کو مرتب کرتے وقت لنگاہوں کو جاٹ قرار دیا تھا۔

۹: سید اولاد علی شاہ گیلانی

گیلانی صاحب موصوف اپنی موقر تصنیف مرقع ملتان میں لنگاہوں کی اصل کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں۔ "بعض لوگوں کی رائے میں لنگاہ ملک سندھ کے راجپوت ہیں ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ قوم عرب النسل ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ قوم پنوار کی شاخ ہے کچھ بھی ہو لنگاہ ایک اولوالعزم اور بہادر قوم ہو گذری ہے۔

ضمیمہ نمبر 4
لنگاہوں کے عہد پر ایک نظر
از مولانا نور احمد خان فریدی

لنگاہ غاصبانہ حیثیت سے اس ملک کے مالک بنے تھے۔ لیکن جب ان کا تسلط قائم ہو گیا تو انہوں نے اپنے آپ کو نہایت مدبر اور منتظم ثابت کیا۔ سلطان قطب الدین اور سلطان حسین خان اول میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں، جو کامیاب سلاطین میں ہونا

ضروری ہیں۔ انہوں نے اپنے اخلاق سے رعایا کا دل موہ لیا تھا۔ اور وہ لوگ جو انہیں غاصب اور اپنا دشمن سمجھتے تھے بہت جلد ان پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔

سلطان حسین خاں نے کالا باغ سے بکھر تک بلوچوں کی بفر سٹیٹ قائم کر دی تھی۔ جس سے وہ نہ صرف مغربی حملوں سے محفوظ ہو گیا تھا۔ بلکہ ایک ایسی شجاع اور بہادر قوم اس کے ہاتھ آ گئی تھی جو ضرورت کے وقت سینہ سپر ہو جاتی تھی۔ اور یہ قوم لنگاہوں کے آخر عہد تک مخلص اور وفادار رہی ہم دیکھتے ہیں کہ جب محمود خاں لنگاہ مرزا شاہ حسن سے ٹکر لینے کے لئے ملتان سے روانہ ہوا ہے۔ اس وقت ۸۰ ہزار تیغ زن کا لشکر جرار اس کے جلو میں تھا۔ اور ان میں زیادہ تر رند جت کورائی ' دودائی اور چانڈیہ بلوچ تھے۔ افسوس ہے کہ اس خاندان میں سلطان حسیں خاں اول جیسا پھر کوئی مدبر پیدا نہ ہوا۔ اور لنگاہ امراء نے اپنے فرض کا احساس نہ کیا۔ نہ صرف یہ کہ وہ عیاش تھے بلکہ انہوں نے ظلم و طغیان کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ دن دہاڑے راہ چلتوں کو قتل کر دینا ان کا عام شیوہ تھا ۔ ساتھ ہی ان کے دماغ میں کبر و نخوت کی ہوا بھر گئی تھی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ یہ خاندان جس سرعت سے ابھرا تھا' اتنا جلد فنا ہو گیا۔ یہاں تک کہ سلطان حسین خاں کا فلک بوس مقبرہ بھی مولراج کے زمانے میں بارود سے اڑ گیا۔ اس میں تمام اکابر لنگاہ دفن تھے ۔ آج ملتان اپنے وسیع و عریض قبرستانوں کے باوجود اس خاندان کی قبریں تک دکھانے سے قاصر ہے۔

تمت بالخیر

اہم کتابیات

فارسی قلمی کتب:-

(۱) حالات ملتان المعروف تذکرۃ الملتان از یوسف شاہ گردیز سال تصنیف ۱۸۶۱ء نسخہ ملکیہ سید عباس حسین گردیزی ملتانی

(۲) تذکرۃ الملوک عالی شان از علی محمدؐ خان خدکہ سدوزئی سال تصنیف ۱۲۳۵ھ نسخہ ملکیہ مصنف

(۳) اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی نسخہ ملکیہ پبلک لائبریری باغ لانگے خان ملتان

(۴) زبدۃ التواریخ از نور الحق دہلوی نسخہ ملکیہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور

(۵) بحر الاسرار قلمی از سید سعد اللہ رحمونی موسوی قادری ملتانی فوٹو کاپی ملکیہ پبلک لائبریری باغ لانگے خان ملتان

فارسی مطبوعہ

(۱) آئین اکبری از ابو الفضل علامی مطبوعہ کلکتہ سال اشاعت ۱۸۷۷ء

(۲) نزہتہ الخواطر جلد چہارم

(۳) تذکرۃ الروضہ السلاطین و جواہر العجائب از سلطان محمد فخری ہروی (سندھی ادبی بورڈ ایڈیشن)

(۴) تاریخ شیر شاہی المعروف تحفہ اکبر شاہی از عباس احمد شیروانی (کلکتہ ایڈیشن)

(۵) تاریخ خان جہاں لودھی المعروف مخزن افغانی از نعمت اللہ ہروی (ڈھاکہ ایڈیشن)

(۶) تذکرۃ الواقعات از جوہر آفتابچی (بمبئی ایڈیشن)

(۷) ماثر الرحیمی از خواجہ عبدالباقی نہاوندی (کلکتہ ایڈیشن)

(۸) حدیقتہ الاقالیم

(۹) تاریخ خورشید جہان از شیر محمد خان گنڈاپور (پہلا ایڈیشن)

(۱۰) تاریخ مبارک شاہی از یحییٰ سرہندی (مرتبہ ہدایت حسین)

(۱۱) تاریخ بہادر شاہی

(۱۲) منتخب التواریخ از عبدالقادر بدایونی (کلکتہ ایڈیشن)
(۱۳) ماثر الامراء از صمصام الدولہ شاہنواز خان (کلکتہ ایڈیشن)
(۱۴) فرہنگ ادبیات فارسی دری از دکتر زہرا خانلوی کیا' اشتہارات بنیاد فرہنگ ایران

اردو مطبوعہ و پنجابی مطبوعہ

(۱) تاریخ معصومی از میر محمد معصوم بکھری تصحیح و حواشی ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ترجمہ از اختر رضوی (سندھی ادبی بورڈ ایڈیشن)
(۲) تاریخ سندھ از مولانا ابو ظفر ندوی (لکھنؤ ایڈیشن)
(۳) تاریخ سندھ از مولانا غلام رسول مہر (سندھی ادبی بورڈ ایڈیشن)
(۴) تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی
(۵) طبقات اکبری المعروف تاریخ نظام الدین از خواجہ نظام الدین احمد بخشی ترجمہ و ترتیب محمد ایوب قادری (اردو سائنس بورڈ ایڈیشن سال ۱۹۹۰)
(۶) اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مولانا محمد فاضل مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
(۷) تذکرۃ اولیائے چشت از خلیق احمد نظامی (پاکستان ایڈیشن)
(۸) شیر شاہ سوری از کالکارنجن قانونگو (لاہور ایڈیشن)
(۹) ملتان ماضی حال کے آئینہ میں از سید سبطین گیلانی ۱۹۹۴ء بیکن بکس
(۱۰) تاریخ ملتان از مولانا نور احمد خان فریدی (پہلا ایڈیشن)
(۱۱) فتوح البلدان (نفیس اکیڈیمی کراچی ایڈیشن)
(۱۲) عرب اور ہند کے تعلقات از مولانا سید سلیمان ندوی (لکھنؤ ایڈیشن)
(۱۳) مرقع ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی (پہلا ایڈیشن سال ۱۹۳۵ء)
(۱۴) پنجابی ادب کی مختصر تاریخ از قریشی احمد حسین احمد قلعداری ۱۹۶۴ء ایڈیشن
(۱۵) پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء از سید سبط حسن ۱۹۷۷ء ایڈیشن (مکتبہ دانیال)

(۱۶) اولیائے بہاولپور از سید مسعود حسن شہاب اردو اکیڈیمی ۱۹۸۴ء ایڈیشن بہاولپور

(۱۷) اولیائے ملتان از سید اولاد علی شاہ گیلانی ۱۹۹۴ء سنگ میل لاہور ایڈیشن

(۱۸) کافیاں شاہ حسین مجلس شاہ حسین ۱۹۶۶ء ایڈیشن

(۱۹) کہے فرید۔ دوہے حضرت فرید الدین شکر گنج ترجمہ شریف کنجاہی (لوک ورثہ ایڈیشن سال ۱۹۷۸ء)

(۲۰) قصہ ہیر رانجھا از دمودر (پاکستان پنجابی ادبی بورڈ ایڈیشن)

(۲۱) ہنس کاگ از بابا بدھ سنگھ

(۲۲) درہ بولان از یعقوب شاہ مقالہ بلوچی دنیا ملتان شمارہ جون ۱۹۹۳ء

(۲۳) تاریخ بلوچستان از لالہ ہتورام (بلوچی اکیڈیمی ایڈیشن)

سندھی مطبوعہ

(۱) سمن جی سلطنت از غلام محمد لاکھو پاکستان سٹڈی سنٹر یونیورسٹی آف سندھ

(۲) مقالہ رجال السند شہید مخدوم بلال سندھی از غلام محمد لاکھو 'ماہانہ السند' اسلام آباد شمارہ مئی ۹۳ء

(۳) تاریخ سند سومرا و سمان دور از عبد الغنی عبد اللہ سال اشاعت ۱۹۸۴ء

انگریزی مطبوعہ

اہم انگریزی ماخذ

1. 'The Geographical Dictionary of Ancient and Medieval India' by Nando Lal Dey.
2. 'Notes on Afghanistan and Baluchistan' by Henry George Raverty, Gosha-e-Adab edition.
3. 'Search Lights on Baloches and Balochistan' by Justice Mir Khuda Baksh Bijrani Marri Baloch; First Edition 1974.
4. 'Annals and Antiquities of Rajasthan' by Col Tod. (First Edition)
5. 'Sind' by Sir Richard Burton (Lahore Edition)
6. 'Baluchistan District Gazeteers Series of 1908.
7. 'Cambridge History of India' by Sir Wolseley Haige.
8. 'Punjab States Gazeteer Series.
9. 'Punjab Castes' by Denizel Ibbetson
10. 'Punjab During Sultanate' by Bakshish Singh Nijar (Pakistan Edition)
11. 'History of India As Told by Its Historians' by Elliot and Dawson Vol. 1st(Pakistan Edition)
12. 'Tarikh-e-Farishta' by Mohammad Qasim Hindu Shah F arishta, Vol.4 (Brig's translation)
13. 'Sher Shah' by Kalka Ranjan Qanungo(Pakistan Editon)
14. 'Shershah' by Hussain Khan.
15. 'Spread of Learning in India' by N.N Law. First Edition.
16. 'Multan and Its Architehture' by Ahmad Nabi Khan.
17. 'Ancient History of Multan' by S.M. Latif.
18. 'History of Punjab' by S.M. Latif.
19. 'Long Man Greens History of India'.

20. 'Muslim Rule in India' by Dr. Ishwari Parsh
(Pakistan Edition).
21. 'Archeological Survey of India'. Vol. V by
Cunningham.
22. 'Ancient Geography of India' by Cunningha
23. 'Indica' (Tahqiq-ul-Hind) by Albaruni trans
tion by Sachu(Sh Mubarik Ali's Edition).
24. 'Glossary of Tribes of NWFP and Punjab'
H.A.Ross and Ibbeston.
25. 'Multan District Gazeteer of 1926'.
26. 'Muzaffar Garh District Gazeteer of 1908.
27. 'Dera Ghazi Khan District Gazeteer of 1893-9
28. 'Songs of Sheikh Farid (The Sloaks)' by Earn
Trump.
29. 'Punjab's Sufi Poets' by Lajwanti Rama Krish
30. 'Oriental Biographical Dictionary' by T.W.Be
1894 Edition).
31. 'The Pathans' by Olaf Caroe (1958 Edition)
32. 'History of India Under Babar and Humanyu
by W. Erskine.
33. 'Notes on Tribes and Races of Punjab a
NWFP' by A.W.Pitcher.
34. 'Chronology of Ancient India' by S.N.Pardha
35. 'Ancient Races of Baluchistan, Punjab and Sin
by S.B. Sarkar.
36. 'History of Medieval India' by Ishwari Parsha
37. 'Dynastic History of Northern India' by H.
Ray.
38. 'History of the Arghuns and Tarkhans of Sind'
M.H.Siddiqi 1972 Edition.
39. 'Pakistan Historical Society's Journal' July 196

فہرست اماکن مع صفحات

فہرست اسامی مع صفحات

سوانح مصنف

نام۔	عمر کمال خان
تاریخ پیدائش۔	۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء بمقام ملتان شہر
ابتدائی تعلیم۔	جامعہ ملیہ اوکھلا دہلی
میٹرک۔	عباسیہ ہائی سکول بہاولپور ۱۹۵۰ء
ادیب عالم۔	پنجاب یونیورسٹی لاہور ۱۹۴۹ء
ایف اے	ایس ای کالج بہاولپور ۱۹۵۲ء
ڈگری۔	ایمرسن کالج ملتان ۱۹۵۴ء
ایل ایل بی۔	یونیورسٹی لاء کالج لاہور ۱۹۵۷ء
ایڈووکیٹ ضلع کچہری۔	۱۳ جنوری ۱۹۵۸ء
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ۔	۱۹۶۲ء

اعزازی عہدہ جات

صدر بزم ثقافت ملتان
جنرل سیکرٹری پبلک لائبریری باغ لانگے خان ملتان
بانی صدر سرائیکی ادبی بورڈ ملتان
سیکرٹری پہلی کل پاکستان سرائیکی ادبی کانفرنس منعقدہ سال ۱۹۷۵ء بمقام ملتان
اعزازی لیکچرار لاء کالج ملتان
نائب صدر ایڈوینچر فاؤنڈیشن پاکستان
ممبر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن ملتان ۔ ممبر ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن ملتان
سرپرست فلائی لیگ ایسوسی ایشن ملتان

مصنف کی اہم تصانیف

بزبان انگریزی

۱۔ سدوزئی ان ملتان (سال ۱۹۶۷ء)
۲۔ ہسٹری آف جوڈیشری اینڈ ایڈمنسٹریشن آف ملتان (سال ۱۹۸۰ء)

بزبان سرائیکی

۳۔ نام اللہ دے (سال ۱۹۷۵ء)

بزبان اردو

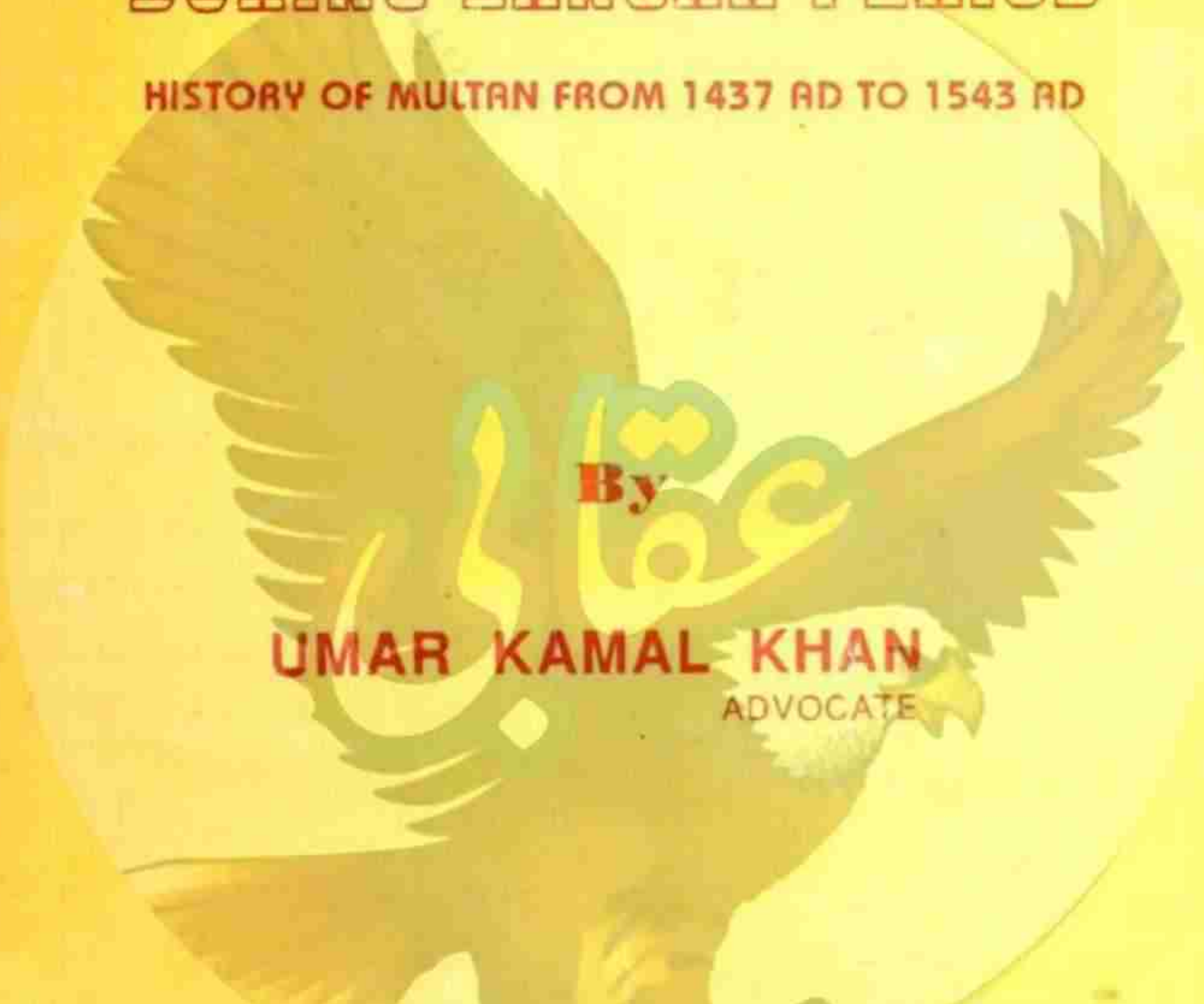
۴۔ کل پاکستان سرائیکی ادبی کانفرنس کی روئیداد (سال ۱۹۷۵ء)
۵۔ نواب مظفر خان سدوزئی شہید ملتانی اور اس کا عہد (سال ۱۹۷۸ء)
۶۔ سرائیکی رسم الخط کی مختصر تاریخ (سال ۱۹۷۶ء)
۷۔ پبلک لائبریری باغ لانگے خان ملتان کی سو سالہ تاریخ (سال ۱۹۸۰ء)
۸۔ قضائے ملتان (۱۹۸۵ء)
۹۔ لاہور ہائی کورٹ ملتان بنچ کی تاریخ (سال ۱۹۸۷ء)
۱۰۔ کل پاکستان سندھی ادبی کانفرنس منعقدہ حیدر آباد کی روئیداد سال (۱۹۸۸ء)
۱۱۔ بلوچ افغان تعلقات تاریخ کے آئینے میں (سال ۱۹۹۰ء)
۱۲۔ ملتانی واراں (سال ۱۹۹۱ء)

دیگر بیشمار تحقیقی مقالہ جات بزبان انگریزی اردو سرائیکی ملتان افغان ایران بلوچستان اور صوفی شعراء کے بارے میں جرائد اخبارات میں شائع شدہ موجود ہیں۔

MULTAN

DURING LANGAH PERIOD

HISTORY OF MULTAN FROM 1437 AD TO 1543 AD



By

UMAR KAMAL KHAN
ADVOCATE

BAZME SAQAFAT
4 MAI MEHARBAN MULTAN
PAKISTAN